امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
شہیدِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم
مفتی ابوالحسن شریف اللہ الکوثری
فاضل و متخصص فقہ اسلامی
جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
ناشر
مکتبہ سید نفیس الحسینی لاہور

فاضل و متخصص فقہ اسلامی
جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر

مکتبہ سید نفیس الحسینی لاہور

امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

شہیدِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم

نام کتاب	:	امام اعظم ابو حنیفہؒ شہیدِ اہل بیتؓ
مصنف	:	مفتی ابوالحسن شریف اللہ الکوثری
باہتمام	:	سید زید الحسینی
طباعت	:	اشاعت سوم ۱۴۴۳ھ/۲۰۲۲ء
مطبع	:	شرکت پرنٹنگ پریس، 43 نسبت روڈ لاہور
ناشران	:	سید زید الحسینی و سید بلال الحسینی
ملنے کا پتہ	:	مکتبہ سید نفیس الحسینیؒ لاہور

خانقاہ سید احمد شہیدؒ، سکیاں پل، الجنت روڈ، لاہور

نفیس منزل، کریم پارک، راوی روڈ، لاہور

0321-4791991

حرفِ ناشر

ظلم کے سامنے کھڑے ہو جانے اور نہ جھکنے کا جو عظیم کردار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پیش کیا ہے، تاریخ تقریباً پچھلے چودہ سو سالوں سے بجا طور پر اس پر فخر کرتی ہے، پھر اسی سلسلے کو اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے قائم رکھا اور اہل حق ان کا ساتھ دیتے رہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کے قابل فخر پوتے حضرت امام زید بن علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام بن عبدالملک اموی کے خلاف خروج فرمایا اس موقع پر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا مگر امام زید شہید کر دیے گئے اور وقتاً فوقتاً اہل بیت کی مختلف اصلاحی تحریکیں چلتی رہیں۔ امام اعظم ہر طرح سے ان کا ساتھ دیتے رہے بالآخر منصور عباسی کے دور میں جب حضرت محمد ذوالنفس الزکیہ اور ان کے بھائی حضرت ابراہیم حسنی رحمہما اللہ نے خروج فرمایا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا بھی بھرپور ساتھ دیا جس کی پاداش میں آپ کو گرفتار کیا گیا اور زہر دے کر شہید کر دیا گیا، آپ کی عالی شان علمی دینی خدمات کا تذکرہ تو کثرت سے ہوتا ہے مگر اسلام کی سیاسی واصلاحی تحریکات میں آپ کے عظیم الشان کردار پر روشنی کم ہی ڈالی جاتی ہے۔ امام الخطاطین شیخ المشائخ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کو اللہ تبارک وتعالی نے حقائق کو منکشف کرنے کا خاص ذوق عطا فرمایا تھا، اسی سلسلے میں آپ نے مفتی شریف اللہ الکوثری صاحب کو اس کام کے لیے اپنی خاص توجہ سے نوازا اور انہیں تمام تر مواد بھی فراہم کیا تاکہ وہ یکسوئی کے ساتھ کام مکمل کرسکیں۔ یوں یہ علمی حقیقت ایک باقاعدہ کتاب کی صورت میں سامنے آئی جسے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات میں ہی

شائع کروا دیا۔ اب میں اس کی طباعت دوم کے بعد طباعت سوم کو بھی شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اِس پرخلوص محنت کو قبولیت عامہ سے نوازے اور ہم سب کو بروزحشر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے سرفراز فرمائے۔ آمین

محتاجِ دعا

سید زید الحسینی

پیش لفظ

امت مسلمہ کی فکری وذہنی ارتقاء کے لئے عموماً اور علماء وائمہ کے حق میں خصوصاً فکری وتحقیقی جمود و رجعت سم قاتل ہے۔ قرآن کریم میں رحیم وخبیر ذات نے کتنے واقعات بیان کیے ہیں اور بیان واقعہ کا مقصد آنے والے لوگوں کے لئے عبرت اور سبق بتلایا گیا تاکہ واقعات سے امت رہنمائی حاصل کرے۔ اسے ایمان کی قدر و قیمت معلوم ہو بڑے سے بڑے حکمرانوں جن میں سے مسلمان اور کافر دونوں تھے ان کا ذکر اور ان کی دیندار عوام اور قیادت سے چپقلش اور تصادم کا ذکر بھی قرآن وحدیث کا موضوع سخن رہا ہے تاکہ اہل ایمان ان تصادم وچپقلش سے برآمد ہونے والے اسباق سے ایمان کی قدر اور عزیمت کی راہ تلاش کریں اور انہیں عبرت کا ساماں میسر ہو۔

امام اعظمؒ کو بھی اپنی حیات طیبہ میں اپنے وقت کے دو بڑے حکمران خاندانوں سے واسطہ ہوا اور دونوں کی ایک دوسرے سے انتہائی بعد ونفرت پائی جاتی تھی۔ اصحاب عزیمت اصلاح وارشاد کے لیے خاندانی حکومتوں سے چپقلش خالص دینی بنیادوں پر کئی عشروں تک جاری رہی یہاں تک کہ آپ کی شہادت ہوئی، آپ کی شہادت کے اسباب کے بیان میں بھی روایتی جمود اور تغافل سے کام لیا گیا ہے۔ پیش نظر کتاب میں امام اعظمؒ کا خون ناحق جس قیمت پر بہایا گیا اس قیمت بیش بہا کی تحقیق، تعین مقصود ہے۔

پیش نظر کتاب ایک خالص تحقیقی کاوش ہے اور عاجز کو اپنی کم علمی اور کم ہمتی کا پورا احساس ہے لیکن باوجود محدود ذرائع کے مقدمہ کی مضبوطی کے لیے معتبر ترین اور مستند ترین قدیم وجدید کتب سے استفادہ کیا گیا ہے اور توقع ہے کہ ”مقدمہ شہیدِ اہل بیتؓ“ کے لیے ہزاروں شواہد انکشاف کے انتظار میں اوراق کتب میں مدفون ہوں گے۔ مطالعہ اور تحقیق

ذوق سلیم رکھنے والے احباب و اہل علم سے التجا ہے کہ شواہد ملنے پر عاجز سے علمی تعاون فرماویں۔

پیش نظر کتاب کی تیاری میں جملہ اغلاط اور نقائص دور کرنے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے لیکن بتقاضائے بشریت غلطیوں کا امکان رہتا ہے۔ بالخصوص اردو زبان دانی میں کیونکہ میری مادری زبان اردو نہیں ہے۔(۱) قارئین متنبہ فرما کر علمی ذمہ داری پوری فرماویں۔

الغرض پیش نظر عجالہ میں اگر کسی کو محاسن نظر آئیں تو یہ ان کی برکت ہے جن کے ذکر میں کتاب لکھی گئی ہے اور **سیّدی و سندی مرشد العلماء محبوب الصلحاء حضرت شاہ سیّد نفیس الحسینی رحمہ اللہ تعالی علیہ** کے توجہات کاملہ کا کرشمہ ہے اور کتاب کا نام بھی آپ نے ہی تجویز فرمایا، اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول فرمالے اور بندہ کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے اور ہمارے دلوں کو محبت رسول ﷺ صحابہؓ واہل بیتؓ کا مسکن ومدفن بنائے۔

آمین بجاہِ سیّد المرسلین و بحرمة الطيّبين الطّاهرين

وأصحابه أجمعين

مفتی شریف اللہ الکوثری

(۱) الفاظ کے پیچوں میں پڑتے نہیں دانا — غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گوہر سے

بوحنیفہؒ افقہِ اہل زماں
ہیں شہیدِ آلِ سرکارِ جہاں

عاشقِ آل محمدؐ مصطفیٰؐ
بوحنیفہؒ پیشوائے سنّیاں

مرتضیٰؓ و فاطمہؓ و ابناہماؓ
سب سے الفت اور محبت تھی عیاں

باقرؒ و جعفرؒ کے ہیں تلمیذ آپ
مجتہد ہیں گرچہ اعظم کامران

آپ شاگرد رشید زیدؒ بھی
یعنی ہیں شاگردِ ساداتِ زماں

حامیٔ زیدؒ و براہیمؒ و زکیؒ
حامیٔ آلِ نبیؐ واہلِ شاں

آپ کو محبوب اتنے اہلِ بیتؓ
خارجی ناراض رہتے بے گماں

قتل کے درپے رہا منصور بھی
وجہ و علتِ حُبِّ سید زادگان

بوحنیفہؒ کی شہادت قید میں
حبِّ آل مصطفیٰؐ کی داستاں

پیروی میں آپ کی محسن(۱) کا دل
حبِّ اہل البیتؓ کا ہو آشیاں

(۱) مداح صحابہ واہل بیت شاعر اہل سنت حضرت مولانا شیخ الحدیث احسان اللہ محسن برکاتہم فاضل متخصص جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔ مہتمم جامعہ صدیقیہ حنفیہ براہ چلو بلتستان

﴿انتساب﴾

بہارگلشن اہلِ بیتؓ سبط رسول ﷺ سردارِ جوانان جنت، شہید مظلوم سیدنا حسینؓ اور خاندان نبوت کے ۱۶ پاکیزہ روحوں سمیت ۷۲ شہداء کربلا کے نام جنہوں نے امت کو حریت فکر اور عزیمت واستقلال، وفا اور قربانی کا لازوال درس دیا۔

رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

اے صبا اے پیک دور افتادگاں
اشک ما بر خاک پاک او رساں

خاکپائے سادات

مفتی ابوالحسن شریف اللہ الکوثری

﴿حرفِ نفیس﴾

الحمد للہ وحدہ، والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

پیش نظر کتاب امام اعظم ابوحنیفہؒ شہید اہل بیت کے مولف مولانا مفتی شریف اللہ علاقہ بلتستان کے رہنے والے ہیں، جامعۃ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فارغ التحصیل ہیں، وہاں سے افتاء کا تخصص بھی کیا ہے، حنفی المسلک اور اہل بیت وصحابہ کرام سے غایت درجہ محبت وعقیدت رکھنے والے ہیں، پاکستان میں ناصبی رجحانات کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سدّ باب کے لیے انہوں نے حمیتِ اسلامی کے تحت یہ کتاب ترتیب دی ہے۔

مسلک اہل سنت والجماعت کی کامیاب ترجمانی کی ہے، مستند حوالوں سے انہوں نے اپنی کتاب کو اہل علم وفضل کے سامنے پیش کیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی اہل بیت کرامؓ سے محبت ان کی تحقیق کا مرکزی نقطہ ہے، امام ابوحنیفہؒ بجا طور پر شہید اہل بیت ہیں، انہوں نے ہشام بن عبدالملک اموی کے خلاف حضرت امام زید بن علی زین العابدین حسینیؒ اور جعفر منصور عباسی کے مقابلے میں حضرت محمد ذوالنفس الزکیہؒ اور ان کے بھائی ابراہیم حسنیؒ کا جرأت وپامردی سے برملا ساتھ دیا حتی کہ منصب شہادت پر فائز ہوئے۔

امام ذہبی نے برحق لکھا ہے:

''بیان کیا جاتا ہے کہ خلیفہ منصور نے ان کو زہر دیا تھا (حضرت محمد ذوالنفس الزکیہ کے بھائی) ابراہیم کا ساتھ دینے کی وجہ سے انہوں نے شہادت کی موت پائی نیز دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ مولف عزیز مولانا مفتی شریف اللہ صاحب کی عمر شریف اور علم وعمل میں برکت عطا فرمائے اور آخرت میں حضور نبی پاک ﷺ کے اہل بیت اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ محشور فرمائے۔ آمین

سیدنفیس الحسینی

تقریظ

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب دامت برکاتہم العالیہ (کہروڑ پکا)

''کتاب امام اعظم ابوحنیفہ شہید اہل بیت''

مؤلفہ فاضل مکرم مفتی ابوحسن شریف اللہ الکوثری

ازاول تا آخر بالاستیعاب مطالعہ کا موقع ملا۔ مؤلف نے حبِّ اہل بیت کے وجوب کو خوب واضح کیا اور روایات قویہ صحیحہ کے ساتھ ثابت کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ائمہ اہل بیت کی محبت وتائید کی وجہ سے ہی شہید کیا گیا، قضا کا مسئلہ تو محض بہانہ تھا۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس محنت کو قبول فرمائے۔ اور عوام وخواص کو صحیح موقف سمجھنے کی توفیق دے۔

بندہ مدتِ دراز سے روایات حدیث اور تصریحات شارحین، اکابر دیوبند کے مکتوبات، ملفوظات علی الخصوص حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ کی صحبت کے اثر سے یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ خلیفہ چہارم علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ اور انکی اولاد ائمہ اہل بیت بنی امیہ اور بنی عباس کے مقابلہ میں شہداء حق ہیں۔ ائمہ اربعہ کے فتاویٰ خصوصاً امام اعظم رحمہ اللہ کے فتاویٰ سے یہی حقیقت واضح ہوتی ہے تفصیل ''امام اعظم کی سیاسی زندگی مؤلفہ مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ'' میں دیکھیئے۔ اس لئے حنفی کہلانے والوں کے لئے اس کے علاوہ کسی موقف کی ترجیح کی گنجائش ہی نہیں۔ ائمہ اہل بیت کی محبت کے اظہار میں رفض کی تہمت سے ڈرنے والوں کے لئے امام شافعی رحمہ اللہ کا شعر پیش نظر رہنا چاہیئے۔

امام شافعی رحمہ فرماتے ہیں۔

اِنْ کَانَ رِفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ   فَلْیَشْھَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّیْ رَافِضِیْ

اگر حب آل محمد کا نام رفض ہے تو جن وانس گواہ رہیں میں رافضی ہوں

عبدالمجید

۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

۲۶ مئی ۲۰۰۹

تقریظ

حضرت سید جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

باسمہٖ سبحانہ وتعالےٰ

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم! امابعد ہمارے حضرت اقدس سید السادات سید نفیس الحسینی نوراللہ مرقدہ کو حقتعالے شانہ نے جن گوناگوں خصوصیاتِ فاضلہ سے نوازا تھا ان میں ایک نمایاں خصوصیت خانوادۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہاء والہانہ عقیدت ومحبت تھی۔ کوئی بھی مجلس ہوتی کوئی بھی ماحول ہوتا آپ ہوتے تو اہلِ بیتِ اطہار کا تذکرہ گفتگو کا محور ہوتا۔ ناصبیت کے بارہ میں بہت زیادہ حسّاس تھے اوران حضرات سے خاطر خواہ تعلّق بالکل گوارانہ تھا جو ''حُبّ صحابہ'' (رضی اللہ عنہم) کے خوبصورت عنوان کا سہارا لیکر خانوادۂ نبوت پہ طعن وتشنیع کے نشتر چلانے سے دریغ نہیں کرتے۔ چنانچہ آپ بڑے درد اور دکھی دل کیساتھ فرمایا کرتے تھے کہ ''کیا یہ لوگ اس لئے پیدا ہوئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائیں'' (یعنی آپ علیہ الصلوت والتسلیمات کو اہلِ بیتِ نبی علیہ السلام پر تنقید واعتراض سے تکلیف ہوتی ہے) آپ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ''عظمت اہلِ بیت'' اور ''خاندان نبوت'' کی عظمت ومحبوبیت سے متعلق کئی کتابیں تصنیف فرمائیں اور اس موضوع پر دیگر حضرات کی کتب کی بھی خوب اشاعت فرمائی سراہا، اور پذیرائی عطا کی۔ زیرِ نظر کتاب ''امام اعظم ابوحنیفہؒ شہیدِ اہلِ بیت'' بھی اس سلسلے کی کڑی ہے جسے مفتی ابوالحسن شریف اللہ الکوثری زید مجدہم نے تحریر فرمایا ہے۔ امام ابوحنیفہ جنہیں دنیا ایک مجتہد، امام، فقیہہ، محدث اور متکلم کے طور پر عظیم واعظم تسلیم کرتی ہے انکی سوانح اور حیاتِ مبارکہ پر سینکڑوں نہیں ہزاروں علماء نے تحریرات وتالیفات لکھی ہیں اور ہمارے حضرت شاہ صاحب نوراللہ مرقدہ نے ایک نیا خطاب ''شہیدِ اہل بیت'' تجویز کیا۔ حضرتِ امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی یہ ایک ایسا پہلو اور باب ہے جوساری زندگی حدیث وفقہ پڑھنے پڑھانے والے اربابِ علم وفضل کی نظروں سے بھی اکثر وبیشتر اوجھل رہ جاتا ہے زیر نظر کتاب میں مختلف تاریخی واقعات اور حوالوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ فدائے اہلِ بیت اور خانوادۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے سچے اور سچے عاشقوں میں سے تھے جو راہِ رسمِ وفاداری نبھاتے ہوئے ''شہید اہل بیت'' کے منصب پر فائز ہوئے۔

حضرت شاہ صاحب نوراللہ مرقدہ کی زندگی میں یہ کتاب شائع ہوکر قبولیتِ عامّہ حاصل کرچکی ہے اب دوبارہ زیرِ طبع ہے۔ دل سے دعا گوہوں کہ اللہ پاک اسے اپنے دربارِ عالیہ میں قبول فرمائے۔ ناصبیت اور اہلِ بیت سے اعراض کا زہر جوآہستہ آہستہ امت کے طبقۂ خیر میں پھیلتا جارہا ہے مولیٰ پاک اس سے پوری امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین

جاوید حسین عفا اللہ عنہ جامعہ مدنیہ فیصل آباد

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

تقریظ

حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

سنن ابن ماجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

”لایزال اللّٰہ تعالیٰ یغرس في هذا الدین غرساً یستعملهم في طاعته“۔ (ص:۳)

”۔۔۔ اللہ تعالیٰ اس دین کی ۔۔۔ تروتازگی ۔۔۔ کے لیے پودے لگاتے رہیں گے اور انھیں اپنی طاعت میں استعمال فرماتے رہیں گے۔۔۔“

بلاشبہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی پیش گوئی کی صداقت کا مظہر ہے کہ چودہ سو تیس سال ہوگئے ہیں، لیکن دین اسلام کا باغ ابھی تک روز اوّل کی طرح تروتازہ ہے اور اس کی رعنائی وخوش نمائی میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ اور آتا بھی کیسے؟ اس لیے کہ جب کبھی دین کے کسی شعبہ میں کمی، ضعف اور کمزوری آنے لگتی ہے، اللہ تعالی کسی مجدد کو بھیج کر اس کی موجودہ یا مستقبل میں پیش آنے والی ممکنہ کمزوریوں اور کوتاہیوں کا ازالہ فرما کر اس کو پھر سے تروتازہ کردیتے ہیں، جیسا کہ سنن ابی داوٗد **”کتاب الملاحم باب ما یذکر في قرن المائة“** میں ہے:

”عن أبي هریرة أنه فیما أعلم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال إن الله یبعث لهذه الأمة علی رأس کل مائة سنة من یجدد لها دینها“۔ (ص:۲۳۲ج:۲)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی اس امت کے لیے ہر صدی کے سرے پر ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو دین کی اصلاح کرے گا۔“

اکابر اہلِ تحقیق کے مطابق! مجدد وہ ہوتا ہے جو مسلمانوں کو کتاب وسنت کی طرف دعوت دے، بدعات ومحدثات کو مٹائے، سنت کی حمایت اور بدعت کی مخالفت کرے، مسلمانوں میں علوم نبوت کی اشاعت کرے، علما کی عزت کرے، اہل بدعت کو ذلیل کرے، مجدد کے لیے تجدید کا دعویٰ کرنا ضروری نہیں، نہ ہی عام مسلمانوں کے لیے مجدد کی شناخت کوئی ضروری یا فرض وواجب ہے، بلکہ مجدد وہ ہوتا ہے جس کے تقویٰ، طہارت، ورع، پرہیزگاری، خدا خوفی اور دینی خدمات کو دیکھ کر خود بخود اس کی طرف گمان جاتا ہو کہ یہ مجدد ہے، یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد ہو، بلکہ کئی حضرات مختلف شعبوں کے مجدد بھی ہوسکتے ہیں۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد عرض کرنا چاہوں گا کہ میرے خیال میں ہندوپاک میں ناصبی اور خارجی عقائد کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سدباب، روک تھام اور اہلِ بیت عظام وصحابہ کرام سے محبت وعقیدت کو اجاگر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے امام الخطاطین، سید السادات اور خانقاہ رائے پوری کے گل سرسبد قطب الارشاد حضرت اقدس سید انور حسین شاہ الحسینی نفیس رقم قدس سرہ کو مجدد بنا کر بھیجا تھا، جنھوں نے اپنی مختصر زندگی میں اعدائے اسلام کے اٹھائے ہوئے فتنہ اور حضرات صحابہ کرام اور ساداتِ اہلِ بیت کے خلاف کیے گئے ناروا پروپیگنڈا کا اس خوبصورتی سے قلع قمع کیا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگیا۔

فجزاہ اللہ تعالی عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزا۔

صرف یہی نہیں بل کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے اپنے خدام و متعلقین کو بھی اس اہم خدمات پر مامور فرمایا، تو انھوں نے بھی لازوال کارنامے انجام دیے۔ پیش نظر کتاب ''امام اعظمؒ شہیدِ اہلِ بیتؓ'' اسی سلسلہ کی اہم کڑی ہے، جس کے مصنف مولانا مفتی ابوالحسن شریف اللہ الکوثری فاضل و متخصص جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نے نہایت محبت، عقیدت، تحقیق، جستجو، محنت اور جدوجہد کر کے مستند حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی قید وبند کی صعوبتیں، ان پر ظلم وتشدد اور آخر میں جیل کے اندر ان کی موت، دراصل حضرات اہل بیت سے محبت وعقیدت اور ان کا ساتھ دینے کے جرم کی سزا تھی، چناں چہ ان کو جیل کے اندر محض اس بنا پر زہر دیا گیا کہ انھوں نے ہشام بن عبدالملک اموی خلیفہ کے مقابلہ میں امام زین بن علی زین العابدین حسینیؒ اور جعفر منصور عباسی کے مقابلہ میں حضرت محمد ذوالنفس الزکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم حسنیؒ کا نہایت ہمت، جرأت اور پامردی کے ساتھ برملا اور کھل کر ساتھ دیا تھا۔ اس لیے حضرت امام ابوحنیفہؒ بجا طور پر شہید اہل بیتؓ ہیں، اس کتاب کے مطالعہ سے ان شاء اللہ تعصب وعناد کے مریضوں کو شفا نصیب ہوگی۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب مفتی شریف اللہ کوثری کو جنھوں نے اس اہم اور حساس موضوع پر قلم اٹھا کر جہاں اہل بیت کی حمایت وطرفداری کا پاس کیا ہے، وہاں امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ قدس سرہ کی زندگی کے ایک عظیم جہاد اور مخفی گوشے کو اجاگر کیا اور اس سے پردہ اٹھایا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

۱۴۳۰/۰۶/۱۵ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ

باسمہ تعالیٰ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

اللہ رب ذوالجلال نے اپنے دین مبین کی حفاظت کا ذمہ خود لے رکھا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ''إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ'' اور عالم اسباب میں اسکی حفاظت کا یوں انتظام فرمایا کہ اپنے دین مبین کی خدمت ترویج واشاعت کیلئے اپنے خاص مقبول بندوں کو چن لیا ہے جن سے ہر دور میں دین مبین کی اشاعت کی خدمت لیتے رہیں گے۔ انہی چُنی ہوئی ہستیوں میں سے ایک عظیم ہستی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تھی۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین عالی کی صحیح فہم اور تشریح کی بہت بڑی خدمت لی اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہت بڑا طبقہ انکی نورانی سمجھ کی روشنی میں سفر کر کے آخرت کی ہمیشہ کی لازوال خوشیوں میں پہنچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے مخدوم ومکرم حضرت مولانا مفتی شریف اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو جنہوں نے بڑی محبت سے حضرت اقدس حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خصوصی دعا وتوجہ کی برکت سے حضرت امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر سے اپنی مبارک کتاب ''امام اعظم ابوحنیفہ شہید اہل بیت'' کو معطر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی اس نیک کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرماوے اور دارین میں اسکی بہترین جزا عطا فرماوے آمین۔

محمد حسن

ازحضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ

﴿اقتباس﴾

امام صاحب کو اپنے زمانہ کے حکمرانوں کے ہاتھوں بڑی تکلیف اٹھانی پڑی تھی، اموی دور میں امیر عراق ابن ہُبیرہ نے آپ کو عہدۂ قضا پیش کیا اور انکار پر ایک سو دس کوڑے اس طرح رسید کیے کہ روزانہ ایک گھور پر لے جا کر دس کوڑے مارے جاتے تھے اور امام صاحبؒ انکار کرتے تھے، اس کے بعد عباسی دور میں پھر ان کو عہدۂ قضاء پیش کیا گیا اور انکار پر زہر دے دیا گیا۔

عہدۂ قضاء قبول نہ کرنے پر دُرّے مارنے یا زہر دے کر جان لینے کی اندرونی وجہ کچھ اور تھی، امام صاحبؒ کے نزدیک اموی اور عباسی امراء اسلام کے جادۂ مستقیم سے دور تھے اور ظلم و جور میں تعاون کے مترادف تھا، اس دور کے محتاط اہل علم و فضل کا یہی رویہ تھا اور وہ ان حکومتوں میں کسی قسم کا عہدہ لینا معصیت سمجھتے تھے، امراء و خلفاء ان کے رویہ سے غیر مطمئن اور خائف رہا کرتے تھے، اور کسی بہانہ سے اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ بڑے بڑے عہدے اور بھاری بھاری رقمیں پیش کر کے ان پر دباؤ ڈالتے تھے، یہی صورت حال امام صاحب کے ساتھ تھی، امام صاحب ان کے مقابلہ میں علوی دُعاۃ کے حق میں تھے اسی لیے ابوجعفر منصور نے عہدۂ قضاء قبول نہ کرنے کے بہانے سے جیل خانہ میں زہر دلوادیا۔

خطیب بغدادی نے زفر بن ہذیل کا بیان نقل کیا ہے کہ ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابوطالب قتیل باخمریٰ کی دعوت وخروج کے زمانہ میں امام صاحبؒ نہایت زور وشور سے ان کے موافق بات کرتے تھے، میں نے ان سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہماری گردنوں میں رسی ڈلوا کر ہی خاموش ہوں گے، اسی حال میں ابوجعفر منصور کا پیغام امیر کوفہ عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس آیا کہ ابوحنیفہؒ کو ہمارے پاس بھیج دو، چنانچہ امام صاحبؒ کو بغداد لے جایا گیا، جہاں پندرہ ۱۵ دن تک وہ زندہ رہے، پھر ان کو زہر دیا گیا اور انتقال کر گئے۔ (۱)

ابراہیم بن عبداللہ نے اپنے بھائی محمد ذوالنفس الزکیہ کے قتل کے بعد بصرہ میں خروج کر کے اپنی دعوت دی، ابوجعفر منصور نے اپنے چچازاد بھائی اور امیر کوفہ عیسی بن موسیٰ کو لکھا اور وہ پانچ ہزار فوج لے کر آیا، کوفہ کے قریب مقام باخمریٰ میں مقابلہ ہوا، اور ابراہیم بن عبداللہ معرکہ میں کام آئے، یہ واقعہ ۱۴۵ھ کا ہے، امام صاحبؒ ابراہیم بن عبداللہ کے ہمنواؤں اور طرفداروں میں تھے۔

ذہبی نے لکھا ہے۔

وقد رُوری أن المنصور سقاة السم فمات شهيداً رحمه الله لقيامه مع إبراهيم (۲)

بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ منصور نے ان کو زہر دیا تھا اور ابراہیم کا ساتھ دینے کی وجہ سے انہوں نے شہادت کی موت پائی۔ نیز دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔

---

(۱) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۲۹-۳۳۰ (۲) العبر: ۱/۱۲۳

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مودۃ القربیٰ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ خَاتَمِ النَّبِیِّیۡنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیۡنَ الطَّاھِرِیۡنَ وَعَلٰی اَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ترین دین اسلام ہر کام میں اعتدال کا علمبردار ہے چنانچہ عقیدت اور محبت میں اعتدال کی تعلیم دیتا ہے۔ پہلی امتوں کی تاریخ کا مطالعہ کریں تب بھی اور اس امت مرحومہ کی تاریخ دیکھیں ہر دو صورت میں لوگ مختلف برگزیدہ شخصیات کے بارے میں افراط اور تفریط کا شکار ہو گئے۔ ایسے لوگ حقیقت میں جذبۂ عقیدت ومحبت اور نفرت وعداوت میں اعتدال کی راہ سے بھٹک گئے۔ یہی فکری کج روی امت مرحومہ میں انتشار کا سبب بنی گو کہ اس المیہ میں غیروں کی فکری غارت گری بھی شامل تھی لیکن بنیادی سبب لوگوں کی حد سے بڑھی ہوئی عقیدت تھی۔ اس کی واضح مثال رسالت پناہ ﷺ کی زبان مبارک سے امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں ارشاد فرمائی ہوئی حدیث ہے، جس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

یا علی یدخل النّار فیك رجلان محبّ مفرط ومبغض مفرط کلاهما في النار۔[1]

”فرمایا اے علی آپ سے متعلق دو آدمی جہنم میں جائیں گے ایک وہ شخص جو آپ سے محبت میں افراط کا شکار ہوگا اور دوسرا وہ جو آپ سے نفرت کر کے تفریط کا شکار ہوگا۔

(۱) مسند ابو العلیٰ الموصلی ۲۷۳، استجلاب ۲۰۱

اہل سنت مسلکِ اعتدال:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

''پس حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی محبت میں افراط وتفریط کے درمیان جن کو رافضیوں اور خارجیوں نے اختیار کیا ہے۔ اہل سنت والجماعت متوسط ہیں اور شک نہیں کہ حق وسط میں ہے اور افراط وتفریط دونوں مذموم ہیں۔''

مثیلِ عیسیٰ علیہ السلام:

حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر المومنینؓ سے روایت کی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے علی تجھ میں عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے جن کو یہودیوں نے یہاں تک دشمن سمجھا کہ ان کی ماں پر بہتان لگایا اور نصاری نے اس قدر دوست رکھا اور ان کو اس مرتبہ تک لے گئے جس کے وہ لائق نہیں تھے یعنی ابن اللہ قرار دیا۔ پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو شخص میرے حق میں ہلاک ہوں گے۔ ایک وہ جو میری محبت میں افراط کرے گا اور جو کچھ مجھ میں نہیں میرے لیے ثابت کرے گا اور دوسرا وہ شخص جو میرے ساتھ دشمنی کرے گا اور عداوت میں مجھ پر بہتان لگائے گا پس خارجیوں کا حال یہودیوں کے حال کے موافق ہے اور رافضیوں کا حال نصاریٰ کے حال کے موافق کہ دونوں وسط حق سے برطرف جاپڑے ہیں۔ وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہل سنت والجماعت کو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے محبین میں سے نہیں جانتا

حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی محبت رفض نہیں ہے امام شافعی مطلبیؒ فرماتے ہیں:

لَوْ کَانَ رِفْضاً حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ
فَلْیَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّیْ رَافِضِیْ

''اگر آل محمد ﷺ سے محبت رفض ہے تو انس وجن گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام کی صورت پیش آ کر رہی۔ جیسا کہ زبان رسالت ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ یہی افراط وتفریط والی صورتحال آپ رضی اللہ عنہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد اطہار کے بارے میں بھی پیش آتی رہی۔ چنانچہ ان افراط وتفریط کے شکار لوگوں کی فکری فتنہ بازیوں اور چیرہ دستیوں نے اہل بیتؓ اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم أجمعین کو دوانتہاؤں کے طور پر پیش کیا۔ حالانکہ قرآنِ مقدس، زبانِ رسالت، ارشاداتِ صحابہؓ اور کردارِ صحابہؓ اور خود اکابر اہلِ بیتؓ کے ارشادات ان کے ان مزعومہ، باطل خیالات کی صراحۃً نفی کرتے ہوئے ان کو آپس میں محبّ ومحبوب، امام ومقتدی، امیر ومشیر اور انتہائی قریبی رشتہ دار بتلاتے ہیں۔

آنے والی سطور میں بیان کیا جائے گا کہ سوادِ اعظم اہل سنت کے عقیدے کے مطابق صحابہؓ واہلِ بیتؓ یکجان ودو قالب ہیں۔ حضور ﷺ کی جانثار جماعت ان دونوں سے مکمل ہوتی ہے ان کے درمیان ہی مضبوط تعلقات قائم رہے اور ان کے دل ایک دوسرے کی محبت وعقیدت سے معمور رہتے تھے جن کے شواہد لاتعداد ہیں بالخصوص اہلِ بیتؓ کا وہ مقام جو اہلِ سنت کے ہاں ہے۔ چند نمونے پیش کیے جائیں گے۔ اس مبنی برحق معتدل عقیدے کی خاطر جابرۂ وقت کے ہاتھوں شہید ہونے والے اولوالعزم شخصیت استقامت کے پہاڑ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ شہید اہلِ بیتؓ کو پیش آمدہ مصائب اور ان کے اسباب کی نشاندہی کی جائے گی تاکہ لوگوں کو اعلائے کلمۃ الحق کی قدر وقیمت معلوم ہو سکے اور ان کے اندر بھی وہ جذبہ بیدار ہو جائے جس جذبے سے امام اعظمؒ کے لیے بنو امیّہ اور بنو عباس کے جابر حکمرانوں کے کوڑے پھول اور زہر ہلاہل قندِ شیریں محسوس ہوتا تھا۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

تحقیق آل واہل:

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں حضور ﷺ کے گھرانے اور اولاد کے لیے پانچ الفاظ، آل، اہلِ بیتؓ، ذوی القربی، عترۃ، ذرّیۃ خصوصیت سے استعمال ہوئے، ان میں سے آل اور اہل بکثرت استعمال ہوئے ہیں۔ محققین لغت کے نزدیک آل بھی اہل سے منقلب ہوکر بنا ہے اور بعض آل کی اصل کو اُول قرار دیتے ہیں لفظِ آل شرافت کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے اور معرفہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور اہل نکرہ کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ اپنی معرکتہ الآرا تصنیف ''معارف الحدیث'' میں ''درود شریف میں لفظ آل کا مطلب'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

اس درود شریف (درود ابراہیمی) میں ''آل'' کا لفظ چار دفعہ آیا ہے۔ ہم نے اس کا ترجمہ گھرانے والوں کا کیا ہے عربی زبان اور خاص کر قرآن وحدیث کے استعمالات میں کسی شخص کی ''آل'' ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ان لوگوں کے ساتھ خصوصی تعلق رکھتے ہوں۔ خواہ یہ تعلق نسب اور رشتہ کا ہو جیسے ان کے بیوی بچے یا رفاقت اور عقیدت ومحبت اور اتباع کا جیسے کہ اس کے مشن کے خاص ساتھی اور محبین، متبعین اس لیے نفس لغت کے لحاظ سے یہاں آل کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگلے ہی نمبر پر اسی مضمون کی حضرت ابوحمید الساعدیؓ کی جو حدیث درج کی جارہی ہے اس میں درود شریف کے جو الفاظ ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ''آل'' سے ''گھرانے والے'' مراد ہیں یعنی آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی نسل واولاد، اور جس طرح ان کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خصوصی قرابت وجزئیت اور زندگی میں شرکت کا خاص شرف حاصل ہے (جو دوسرے حضرات کو حاصل نہیں ہے اگرچہ وہ درجہ میں ان سے افضل ہوں)

اسی طرح یہ بھی ان کا ایک مخصوص شرف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان پر بھی درود وسلام بھیجا جاتا ہے۔ اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ ازواج مطہرات وغیرہ جو لفظ ''آل'' کے مصداق ہیں، امت میں سب سے افضل ہوں۔ عنداللہ افضلیت کا مدار ایمان اور ایمان والے اعمال اور ایمانی کیفیت پر ہے جس کا جامع عنوان تقویٰ ہے، ﴿اِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ﴾ [الفتح: ۴۹] اس کو بالکل یوں سمجھنا چاہیے کہ ہماری اس دنیا میں بھی جب کوئی مخلص محبّ اپنے کسی محبوب بزرگ کی خدمت میں کوئی خاص مرغوب تحفہ اور سوغات پیش کرتا ہے تو اس کے پیش نظر خود وہ بزرگ اور ان کے ذاتی تعلق کے بنا پر ان کے گھر والے ہوتے ہیں اور اس مخلص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ یہ تحفہ ان بزرگ کے ساتھ ان کے گھر والے یعنی اہل وعیال بھی استعمال کریں۔ کسی کے ساتھ تعلق وصحبت کا دراصل یہ فطری تقاضا ہے۔ درود شریف بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک تحفہ اور سوغات ہے۔ اس میں آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ آپ کے خاص متعلقین یعنی اہل وعیال کو بھی شریک کرنا بلاشبہ آپ ﷺ کی محبت کا تقاضا ہے اور اس سے آپ ﷺ کے قلب مبارک کا بہت زیادہ خوش ہونا بھی ایک فطری بات ہے۔ اس کی بنیاد پر افضلیت اور مفضولیت کی کلامی بحث کرنا کوئی خوش ذوقی کی بات نہیں ہے۔ بہر حال اس عاجز کے نزدیک راجح یہی ہے کہ درود شریف میں آل محمد ﷺ سے آپ کے گھر والے یعنی ازواج مطہرات اور ذریت مراد ہے اور اسی طرح سے آل ابراہیم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر والے! قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ

﴿رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهُ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾[هود:۷۳] بلاشبہ آل ابراہیم علیہ السلام وہی ہیں جن کو اس آیت میں اہل البیت فرمایا گیا ہے۔(۱)

آل واہل کے مصداق:

محققین میں آل واہل سے مراد و مصداق میں علمی اختلاف ہوا ہے لیکن جمہور محققین و محدثین وفقہا کے نزدیک حضور ﷺ کے آل اور اہل میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اوران کی اولاد کا شامل ہونا متفق علیہ ہے۔

حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی خاں بازی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

بعد اللتيا والتى قد اتفق جمهور العلماء من السلف والخلف على دخول أولاد الفاطمة رضي الله عنها وأولاد أولادها وان سفلو في ذرية النبى وابنائه ولا عبرة بما حكى من انكار بعض بنى اميّة وولاتهم عن ذلك و جمهور العلماء يتمسّكون فى ذالك بكتاب الله وسنة رسول الله ﷺ بأقوال السلف في هذا الموضوع۔(۲)

یعنی تحقیق وتفحص کے بعد جمہور علماء قدیم وجدید سب اس پر متفق ہیں کہ حضرت فاطمہؓ اوران کی اولاد اوران کی اولادوں کی اولادیں جتنی بھی نسل پھیل جائے وہ سب حضور ﷺ کی ذریّت اور اولاد میں سے ہیں اور اس باب میں بعض بنو امیہ اور ان کے حکمرانوں کی رائے اور خیالات کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور جمہور کیلئے قرآن وسنت میں ہزاروں دلائل دستیاب ہیں۔

(۱) معارف الحدیث: ۷/۲۷۴ (۲) النهج السهل: ص ۲۳۰

مسند احمد میں امّ المومنین طیبہ طاہرہ سیدہ عائشہؓ کی روایت موجود ہے فرماتی ہیں:

أقبلتْ فاطمةُ تَمشِي كانت مشيتها من مشيةِ رسول الله ﷺ فقال مرحبا يا ابنتي ثم أجلسها عن يمينه أو عن شماله. ثم إنه أسر إليها حديثاً فبكتْ فقلت لها استخصّكِ رسول الله ﷺ حديثه ثم تبكين ثم إنه أسر إليها حديثا فضحكت فقلت ما رأيت كاليوم فرحاً أقرب من حزن فسألتها عما قال فقالت ماكنت لأ فشى سرّ رسول الله ﷺ حتى اذا قبض النبى ﷺ سألتها فقالت إنه أسرا إلي، فقال إن جبرائيل عليه السلام كان يعارضني بالقرآن في كل عام مرة وإنه عارضنى به العام مرتين ولا أراه إلا قد حضر أجلي وإنك أوّل أهل بيتي لحوقا بي ونعم السلف أنا لك فبكيت لذلك ثم قال ألا ترضين أن تكوني سيدة نساء هذه الأمة أو نساء المؤمنين قالت فضحكت لذالك۔(۱)

ترمذی میں حضرت امّ سلمہ امّ المومنین رضی اللہ عنہا سے بھی یہ روایت مروی ہے اور مستدرک حاکم میں حضرت بریدہ ؓ سے مروی ہے۔

ان روایات میں جو باتیں واضح ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت فاطمہؓ کا انداز تکلم اور چلنا بالکل حضور ﷺ کی طرح تھا۔

(۲) حضور اکرم ﷺ کو حضرت فاطمہؓ سے نہایت قلبی تعلق تھا اس لیے کھڑے ہو کر اور والہانہ انداز والفاظ سے استقبال کرتے تھے۔

(۱) مسند احمد: ۲۸۲/۶

(٣) اپنی وفات کے بارے میں اس اہم راز کو صرف آپ پر ظاہر فرمایا۔

(۴) اور آپ کو اپنے اہل بیتؓ میں سے فرمایا اور سب سے پہلے آپ سے آ ملنے کی اطلاع دی اور جہاں بھر کی عورتوں کی سردار فرمایا۔

اولاد علیؓ اولاد رسول ﷺ ہے:

جب آیت مباہلہ ﴿تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَاَبْنَاءَ كُمْ﴾[آل عمران ٦١] نازل ہوئی تو حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ اور ان کے دونوں بیٹوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ وحضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ساتھ لیکر مباہلہ کو نکلے۔ بخاری شریف میں مروی حدیث شریف جس میں حضور ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا ''إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ'' اس میں آنحضرت ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا فرمایا۔

معجم طبرانی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ

''كُلُّ بَنِي أُنْثَى فَإِنَّ عُصْبَتَهُمْ لِأَبِيهِمْ مَا خَلَا وَلَدَ فَاطِمَةَ فَإِنِّي أَنَا عَصَبَتُهُمْ وَأَنَا أَبُوهُمْ۔'' (١)

حدیث مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ نے خود کو حضرت فاطمہؓ کی اولاد کا عصبہ اور باپ کہا ہے۔

کتب حدیث میں آنحضرت ﷺ سے یہ ارشاد منقول ہے جو آپ نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ''**أولادنا أكبادنا**'' ہماری یہ اولاد ہمارے دل کے ٹکڑے ہیں۔

خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب جنگ صفین میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ جنگ میں فطری بہادری کے سبب بڑھ بڑھ جاتے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں سے فرماتے کہ اس لڑکے کو روکو کہیں یہ شہید ہوگیا تو حضور ﷺ کی نسل ہی منقطع ہو جائے گی۔

(١) معجم الطبرانی: ٤٤/٣

امام یعمرؒ کی جرات اور قوت استدلال:

امام الکلام فخر الدین رازیؒ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں یہ عبرت آموز واقعہ لکھا ہے:

''امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ میں حجاج بن یوسف کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ مشہور تابعی فقیہ وامام ابو جعفر یحییٰ بن یعمرؒ خراسانی کو بیڑیوں میں پابجولان لایا گیا۔ حجاج نے امام صاحب سے کہا کہ کیا تو سمجھتا ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ حضور ﷺ کی اولاد میں سے ہیں تو امام نے فرمایا ہاں۔ حجاج نے پھر کہا کہ تو کتاب اللہ سے اپنے دعوی پر واضح دلیل پیش کر ورنہ تمہارے ایک ایک عضو کو کاٹا جائے گا تو امام نے فرمایا کہ میں کتاب اللہ سے واضح اور بین دلیل دوں گا اے حجاج۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ میں ان کی جرأت پر حیران ہوا جب انہوں نے حجاج کو اے حجاج کہہ کر مخاطب کیا۔ حجاج نے کہا لیکن آپ یہ آیت ﴿تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا﴾ پیش نہ کریں۔ حضرت امام نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے کتاب اللہ سے اس سے بھی واضح دلیل لاؤں گا اور وہ یہ آیات ہیں۔ ﴿وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَ .... وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ﴾[الأنعام: ٨٦-٨٧]

''پس عیسیٰ کے والد کون ہیں جب کہ اللہ نے ان کو حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے قرار دیا۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے اس جواب پر حجاج شرمندگی سے پسینے میں شرابور ہوگیا پھر سر اٹھایا اور کہا کہ ایسا لگتا ہے گویا میں نے یہ آیت کبھی نہیں پڑھی پھر حکم دیا کہ ان کی بیڑیاں کھول دیں۔ (١)

(١) تفسیر رازی: ٢٨٤/٣

مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیرؒ بھی حجاج اور بنو امیہ کے مظالم کا شکار ہو کر شہید ہوئے سبب یہی تھا کہ ان کی عقیدتیں آل رسول ﷺ کے ساتھ تھیں جیسا کہ آیت مَوَدَّةُ الْقُرْبٰی کی تفسیر میں ان کے طبعی میلان کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت سیدنا موسیٰ کاظمؒ کی حاضر جوابی وقوت استدلال:

محدث ابن حجر ہیتمیؒ مکی صواعق محرقہ میں رقم طراز ہیں کہ:

ہارون الرشید نے حضرت امام موسیٰ کاظمؒ سے پوچھا کہ آپ کس طرح خود کو حضور ﷺ کی اولاد کہتے ہیں جبکہ تم علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہو تو حضرت موسیٰ کاظمؒ نے بھی ہارون الرشید کے سامنے یہ آیت ''ونوحا ھدینا سے إلی عیسیٰ تک'' تلاوت کی کہ جب قرآن کے مطابق حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے حضرت نوحؑ کے بیٹے ہو سکتے ہیں تو اولاد فاطمہؓ کیوں حضور ﷺ کی اولاد نہیں ہو سکتی۔(۱)

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی اولاد ہیں۔

خطیب بغدادیؒ نے یہ واقعہ اپنی تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے:

کہ ہارون الرشید حج کے لیے گیا اور حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس پر سلام کیلئے حاضر ہوا اور اس کے ساتھ اشراف قریش اور مختلف سرداران قبائل بھی تھے حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ بھی تھے، ہارون الرشید نے بارگاہ رسالت میں سلام پیش کرتے ہوئے کہا' السلام علیك یا رسول اللہ ابن عمی۔ دوسروں کے سامنے فخر کے لیے حضور ﷺ کو چچازاد کہا تو

(۱) صواعق محرقہ :ص۴۷٦

حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے سلام پیش کرتے ہوئے فرمایا السلام علیکم یا أبت تجھ پر سلام ہوا ے میرے ابا جان! ہارون الرشید کا چہرہ یہ سن کر فق ہو گیا اور کہا یہ ہے فخر کی بات اے ابوالحسن آپ نے سچ کہا۔(۱)

آل وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے:

امام شامیؒ ردالمحتار میں وعلی الہ وصحبہ کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

اختلف في المراد بالآل في مثل هذا الموضع فالأكثرون على أنهم قرابة النبى الذين حرمت عليهم الصدقة على الإختلاف فيهم۔(۲)

حضرت امام یزید بن حیان تابعیؒ سے حضرت زید بن ارقمؓ والی روایت میں ہے کہ ''حضرت زیدؓ سے روایت حدیث کے بعد سوال کیا گیا کہ اہل بیتؓ سے مراد کون ہیں کیا امہات المؤمنین اہل بیتؓ میں ہیں۔ حضرت حصینؒ (سائل) کے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ ازواج مطہرات بھی اہل بیتؓ میں سے ہیں اور اہل بیتؓ سے مراد وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے پھر سوال کیا گیا کہ کن پر صدقہ حرام ہے تو فرمایا کہ اولاد علی رضی اللہ عنہ اولاد عقیل رضی اللہ عنہ اولاد جعفر رضی اللہ عنہ اولاد عباس رضی اللہ عنہ''۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد پاک جو آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا صدقہ کی ایک کھجور کو منہ میں ڈالنے پر انگلی ڈال کر کھجور کو نکالا اور فرمایا کہ

إنا آل محمّد لا تحلّ لنا الصدقة

ہم آل محمد کے لیے صدقہ حرام ہے

(۱) تاریخ بغداد :۱ (۲) در المختار :۱/۲

اس حدیث سے جہاں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا آل رسول ﷺ ہونا بیان ہوا وہاں ان پر صدقہ حرام ہونا بھی واضح ہوالہذا حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے آل رسول ﷺ میں سے ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ والی حدیث ودیگر احادیث کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے نزدیک صدقہ صرف بنی ہاشم پر حرام ہے۔

امام شامیؒ فرماتے ہیں:

یہ حکم صرف ان کے اعزاز اور تکریم کے لیے ہے۔ اور اس اعزاز میں اہل بیت رضی اللہ عنہم اور بنو ہاشم کے نیک اور غیر نیک سب شامل ہیں صدقہ لوگوں کے مال کا میل ہوتا ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے اسے اوساخ اموال الناس قرار دیا یہ خاندان نبوت کی کرامت کے لیے حرام کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ سادات عموماً نیک باطن ہوتے ہیں تزکیہ واحسان کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہوتے ہیں کیونکہ بزبان قرآن ان کی اللہ نے تطہیر ظاہری و باطنی فرمائی ہے۔

قیامت اور قربت نبوی ﷺ:

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:

اہل بیت کرامؓ کو حضور ﷺ کے ساتھ پانچ چیزوں میں ساتھ ساتھ اور برابر رکھا ہے (۱) محبت (۲) صدقہ لینے کی حرمت (۳) تطہیر، ظاہری باطنی ومعنوی پاکیزگی (۴) سلام (۵) درود میں۔

گویا کہ درود شریف میں جب حضور ﷺ کا نام مبارک لیا جائے گا تو حضور ﷺ کے ساتھ آپؐ کی اولاد اور اہل بیت رضی اللہ عنہم بھی مذکور ہوں گے، درود شریف کے جتنے الفاظ اور صیغے

کتابوں میں محدثین نے جمع کئے ہیں ان سب میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ کی آل کا ذکر خیر ہوتا ہے اور محبت وعقیدت سے دل نہال ہوجاتے ہیں۔ اسی سے ان کی سعادت مندی اور رفعت شان کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ

"أولى النّاس بي (يَوْمَ الْقِيامَةِ) أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلاةً"۔(۱)

قیامت کے دن میرے سب سے قریب وہ ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھے گا۔ گویا کہ قیامت میں حضور ﷺ کی قربت کے لیے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر درود بھیجنا ہوگا۔ ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ جو میرے اہل بیتؓ کے لیے تکلیف برداشت کرے گا قیامت کے دن میں اس کا کفیل اور وکیل ہوں گا۔

مقبول نماز کونسی ہے:

دار قطنی اور بیہقی میں حضرت مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث درج ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

مَن صلّى صلاةً لم يصلّ فيها عليّ وعلى أهل بيتي لم تقبل منه۔(۲)

"جس نے بھی کوئی نماز پڑھی لیکن نماز میں مجھ پر اور میرے اہل بیتؓ پر درود نہیں بھیجا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی"۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور دار قطنیؒ کے مطابق امام محمد بن علی الباقرؒ تینوں کا موقوف ارشاد ہے کہ "جو کوئی نماز میں حضور ﷺ اور ان کی آل پر درود نہیں پڑھتا اس کی نماز ہی نہیں ہوتی"، کسی عرب شاعر نے کیا خوب کہا ہے بعض نے اس شعر کی نسبت

(۱) صحیح ابن حبان: ۳/۱۹۲ (۲) دار قطنی: ۱/۳۰۰، بیہقی: ۲/۵۳۰

حضرت امام شافعیؒ کی طرف کی ہے۔

یا أهل بیت رسول اللّه حبّکم　　فرض من اللّه فی القرآن أنزله

کفاکم من عظیم القدر أنکم　　من لم یصل علیکم لا صلاة له

ترجمہ:

اے اہل بیتؓ رسول ﷺ آپ حضرات کی محبت اللہ کی طرف سے قرآن کریم میں فرض کی گئی ہے۔آپ کی قدر ومنزلت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جو آپ حضرات پر درود نہ پڑھے، اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

درود کیسے پڑھیں:

درود شریف کے صیغے بھی رسالت مآب ﷺ نے خود سکھائے ہیں۔حضرت کعب بن عجرہؓ نے اپنے شاگرد حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ سے کہا کہ میں آپ کو ایک ہدیہ نہ دوں جو میں نے حضور ﷺ سے سنا۔ پھر درود شریف کا صیغہ بتلایا جو آپ کو خود حضور اکرم ﷺ نے سکھلایا تھا۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے صحیحین میں حضرت ابوحمید الساعدیؒ سے یہ روایت نقل کی ہے جس میں فرماتے ہیں:

ہم نے رسول ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول ﷺ ہم آپ پر کس طرح درود پڑھیں پس حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

قُولُوا اللّهمّ صلّ علی محمّدٍ وأزواجه وذرّیّته کما صلّیتَ علی آل إبراهیم وبارك علی محمّدٍ وأزواجه وذرّیّته کما بارکتَ علی إبراهیم إنّكَ حمیدٌ مجیدٌ۔(۱)

(۱) صحیح البخاری: ۱۶۳/۴، باب علی غیر النبی: مسلم: ۳۰۶/۱

اسی طرح سنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرۃؓ کی روایت ہے کہ

قال رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم مَن سَرّه أن یّکتال بالمِکیالِ الأوفی، إذا صلّی علینا أهلَ البیتِ، فلیقُل: "اللّهُمّ صلّ علی مُحمّدٍ النّبيّ و أزواجه أمّهاتِ المؤمنینَ، وذُرّیّته و أهلِ بیته، کما صلّیتَ علی آل إبراهیم إنّكَ حمیدٌ مجیدٌ۔(۱)

ترجمہ:

جو کوئی چاہے کہ اس کے اعمال کا وزن پورا پورا کیا جائے تو ہم پر اس طرح درود پڑھے "اے اللہ درود بھیج نبی محمد ﷺ پر اور ان کی گھر والیوں پر جو کہ مومنین کی مائیں ہیں اور ان کی اولاد اور اہل بیتؓ پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیمؑ کی آل پر بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔

حاجات کے لیے اکسیر:

امام دیلمیؒ نے مسند الفردوس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور امام ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں امام جعفر صادقؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

مَن صلّی علی محمّد صلی اللّه وسلّم وعلی أهل بیته مائة مرة قضی اللّه له مائة حاجة۔(۲)

ترجمہ:

جو کوئی حضور اکرم ﷺ اور ان کی اہل بیتؓ پر ایک سو مرتبہ درود پڑھے گا۔ اللہ اس کی سو حاجات پوری کریں گے۔

(۱) السنن لابی داؤد: ۶۰۱/۱　(۲) مسند الفردوس: ۶۱/۴ سیر اعلام النبلاء: ۱۶۱/۶

اسی مفہوم کی حدیث سنن بیہقی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔

اہل سنت کے ہاں درود شریف کا جو اہتمام ہے اور نمازوں کے علاوہ الحمد اللہ ہزاروں لاکھوں کی تسبیحات درود پڑھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ درود کے بغیر دعا ونماز قبول نہیں ہوتی ان کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کے دلوں میں اہل بیتؓ کی محبت نہیں ہے یہ تو بالکل ماورائے عقل بات ہے۔

﴿سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾[النور: ١٦]

لحاظ رشتہ:

ارشاد خداوندی ہے کہ

﴿قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾[الشوریٰ ٢٣]

حبر الامۃ ترجمان القرآن حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس آیت میں کونسی قرابت مراد ہے۔ مجلس میں شہید اہل بیتؓ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا کہ اس آیت سے آل محمد ﷺ کی قرابت مراد ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے جلدی کی حضور اکرم ﷺ کو تمام قریش سے قرابت تھی۔ (۱)

یہاں پر کم فہم آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ دونوں حضرات کی تفسیر میں کوئی فرق نہیں ہے اس لیے کہ جب پورے قریش کی قرابت کا لحاظ مراد ہے تو جو حضور ﷺ کے بہت ہی قریبی ہیں مثلا آپؐ کی اولاد دونواسے وہ بدرجہ اولی مراد ہیں اور جو اہل ایمان ہیں وہ اس سے بھی زیادہ لحاظ قرابت کے حقدار ہیں۔ جیسا کہ خود حضور اکرم ﷺ سے اس آیت کی تشریح میں ارشاد پاک منقول ہے کہ ”إلا أن تصلوا قرابتي منكم“

(١) صحیح ابن حبان: ١٤/١٠٧

میری قرابت کا لحاظ کرو (قرابت جتنی زیادہ ہوگی اسی حساب سے لحاظ رکھا جانا چاہیے) حافظ سخاویؒ نے استجلاب میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت سعید بن جبیرؒ کے موافق روایت ملتی ہے۔

تفسیر مَوَدَّةُ الْقُرْبٰى:

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالی آیت مودۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

امام بغویؒ نے امام شعبیؒ کی روایت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ تم میری قرابت کا لحاظ کرو مجھ سے (حسب تقاضا قرابت) مودّت کرو اور میرے رشتہ قرابت کو جوڑے رکھو۔ امام مجاہدؒ، عکرمہؒ، مقاتلؒ، سدیؒ، اور ضحاکؒ نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے۔

امام بغویؒ مودۃ القربیٰ کی آیت کی کلی منسوخی سے موافق قول کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”یہ قول ناپسندیدہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے محبت اور ہر دکھ کو حضور ﷺ سے دور کرنا اور آپ ﷺ کے اقارب سے محبت کرنا دینی فرائض میں سے ہے۔“

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنا عقیدہ (جو کہ تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے) بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میں کہتا ہوں اس میں شک نہیں کہ رسول ﷺ سے اور آپ ﷺ کے اقارب سے محبت تو فرض محکم ہے جو منسوخ نہیں ہوسکتی۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ رسول ﷺ کے لیے اجرت طلبی کا حکم منسوخ کردیا گیا ہو۔“

آگے فرماتے ہیں کہ:

''مودّت کو تبلیغ کا اجر قرار دینا حقیقی نہیں مجازی ہے اجرت جیسی شکل ہونے کی وجہ سے مودّت کو اجر کہا گیا ہے کیونکہ حقیقی اجرت تو وہ ہوتی ہے جو اجرت کے طلبگار کے لیے مفید ہو اور وہ خود اس سے فائدہ اندوز ہوسکے۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت سے اس کو کمال ایمان کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی لیے ہمارے نزدیک آیت مذکورہ میں مودة القربیٰ کی یہی تفسیر زیادہ صحیح ہے کہ میں تم سے بس یہ چاہتا ہوں کہ میرے اقرباء میرے اہل بیت اور میری اولاد سے محبت کرو''۔

سلاسل تصوف کا سرخیل وسرچشمہ اہل بیتؓ ہیں:

حضرت پانی پتیؒ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ تو آخری نبی تھے آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہ تھا آپ کے بعد فرض تبلیغ کو ادا کرنیوالے علماء امت ہی ہیں علماء ظاہر ہوں یا علماء باطن (فقہاء محدثین، ائمہ تصوف) اللہ نے اپنے نبی کو اسی لیے حکم دیا ہے کہ آپ امت کو اپنے اہل بیتؓ سے محبت رکھنے کی تبلیغ کریں کیونکہ امام المسلمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ائمہ اہل بیتؓ جو آپ ﷺ کی نسل میں سے ہوئے کمالات ولایت کے قطب تھے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر (میں داخل ہونے) کا دروازہ ہیں۔ طبرانی اور بزاز نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس روایت کی تائیدی شواہد وہ حدیثیں بھی ہیں جن کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

ہیں حاکم نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ یہی باعث ہے کہ اکثر مشائخ کے سلسلے ائمہ اہل بیتؓ تک پہنچتے ہیں۔ سادات کرام میں بہت کثرت سے اولیاء ہوئے ہیں جیسے غوث الثقلین محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی وحسینیؒ، شیخ بہاؤالدین نقشبندؒ، سید مودود چشتیؒ اور سید ابوالحسن شاذلیؒ (حضرت سید معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت شاہ ھمدانؒ، حضرت سید خواجہ گیسودرازؒ، سید محمد احمد بدایونی دہلوی المعروف سلطان اولیاءؒ، سید نصیر الدین محمود بن یحییٰ اودھی المعروف چراغ دھلیؒ، سید اشرف بن ابراہیم جہانگیر سمنانیؒ، سید آدم بنوریؒ، سید احمد شہیدؒ، سید احمد شریف السنوسیؒ از مولف) وغیرہ یہی مراد ہے حدیث مبارک: ''**إنی تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتی**'' کی۔

اکثر علماء تفسیر نے لکھا ہے کہ ''إلا المودّة في القربى'' میں استثناء منقطع ہے اور (الّا کا معنی لیکن ہے) اجر اپنے حقیقی معنی پر ہے مطلب یہ ہے کہ میں تم سے کسی معاوضہ کا بالکل طلب گار نہیں ہوں لیکن میری قرابت جو تم سے ہے اس کی طرف متوجہ کراتا ہوں اور مودت قرابت چاہتا ہوں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث:

''أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهلِ بَيتِي''

میں اسی مطلب کا اظہار کیا گیا ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اور اپنے اہل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت رکھنے کا حکم امت کو دیا ہے تاکہ امت کو فائدہ پہنچے اس کی تائید آئندہ آیت سے ہورہی ہے:

﴿وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا﴾[الشوریٰ ۲۳]

اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں اور خوبی بڑھا دیں گے۔

حسنہ سے مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے آل اور نائبوں کی محبت ہے ورنہ سابقہ عبارت اور اس جملہ میں کوئی ربط نہ ہوگا۔ البتہ لفظ حسنہ عام ہے ہر نیکی کو شامل ہے۔ اللہ حسنہ میں اور خوبی بڑھا دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آل رسول یعنی مشائخ طریقت سے محبت کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت بڑھ جاتی ہے اور محبت رسول ﷺ کی ترقی سے محبت خدا میں مزید اضافہ ہوتا ہے اسی لئے مشائخ صوفیہ کہتے ہیں کہ صوفی کو پہلے فنا فی الشیخ کا درجہ حاصل ہوتا ہے پھر فنا فی الرسول کا اور آخر میں فنا فی اللہ کا۔ فنا سے مراد ایسی شدت محبت کہ محبوب کی یاد کے وقت نہ اپنا پتہ رہے نہ کسی دوسرے کا سوائے محبوب کے ہر نشان مٹ جائے۔"(۱)

احسان کا بدلہ:

آیت مودّت مکہ میں نازل ہوئی اس کے اولین مخاطب مشرکین تھے جو کہ حضور ﷺ کی دعوت پر کان نہ دھرتے تھے پھر بھی حضور ﷺ کے احسان تبلیغ اسلام پر ان سے قرابت کی لحاظ داری کا مطالبہ ہے تو وہ لوگ جو کہ امت ایجابی ہیں اور جنہوں نے حضور سرور کائنات ﷺ کی وساطت سے اسلام اور ایمان جیسی نعمت عظمیٰ سے دامن بھر لیے ان کے لیے تو بدرجہ اولی قرابت کا لحاظ چاہیے۔ ﴿هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾[الرحمٰن: ۶۰]

(۱) تفسیر مظہری: ۲۱۷/۱۰

اہل بیت عظامؓ، اہل سنت والجماعت کا نکتہ نظر:

اہل سنت والجماعت کے عقائد میں یہ بنیادی نظریہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیتؓ دونوں پر اس طرح ایمان رکھنا ضروری ہے کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کی صحبت کی وجہ سے اگلی پچھلی امتوں میں افضل ترین اور اللہ کے پسندیدہ ترین لوگ ہیں۔ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے گھر والے اور اولاد ہونے کے ناطے ہمیں اپنے نفس اور اپنی اولاد سے زیادہ محبوب ہیں اور ان سے محبت وعقیدت سلیمہ کو جزو ایمان تصور کرتے ہیں۔ شارح فقہ الاکبر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فقہ الاکبر (امام اعظمؒ کی عقائد کے متعلق تصنیف ہے) کی شرح میں اہل سنت کا موقف تحریر کرتے ہیں۔

"وكان السلف... جعلوا من علامت السنة والجماعة تفضيل الشيخين ومحبة الحسنين"(۱)

اکابرین امت کے ہاں اہل سنت والجماعت کی علامات میں سے حضرات شیخین ابوبکرؓ وعمرؓ کی فضیلت اور حضرات حسنین حسنؓ وحسینؓ کی محبت ہے امام ابوجعفر طحاویؒ عقیدہ طحاویہ میں فرماتے ہیں کہ **"ومن أحسن القول في أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وأزواجه الطاهرات من كل دنس وذريّاته المقدسين من كل رجس فقد برئ من النفاق"(۲)**

ترجمہ:

جو کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ازواج مطہراتؓ اور ذریت مقدسہؓ کے بارے میں عیب وبرائی کی بجائے اچھی بات کہتا ہے وہ نفاق سے بری ہے۔

معلوم ہوا کہ ان دونوں میں کسی ایک کی برائی کریں یا دل میں خیال رکھیں وہ منافق ہے۔

(۱) شرح فقہ اکبر: ص۶۳ (۲) شرح عقیدہ الطحاویہ: ۷۳۷/۲

حضور کی ﷺ اپنی اولاد کے بارے میں وصیت:

امام طحاویؒ کے متن کی شرح میں امام ابن ابی العزالحنفیؒ رقم طراز ہیں کہ صحیح مسلم شریف میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"قام رسول الله صلى الله عليه وسلّم فينا خطيبا بماء يدعى خما بين المكة و المدينة ... ثم قال أما بعد ألا أيها الناس فإنما أنا بشر يوشك أن يأتي رسول ربى فأجيب وأنا تارك فيكم الثقلين۔ أولهما كتاب الله فيه الهدى والنور، فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به، فحثّ على كتاب الله ورغب فيه، ثم قال وأهل بيتى أذكّركم الله في أهل بيتى ثلاثاً۔(۱)

ترجمہ:

حضور اکرم ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے خم نامی پانی کے پاس جو کہ مدینہ اور مکہ کے درمیان ہے پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ آگاہ رہو اے لوگو کہ میں ایک انسان ہوں قریب ہے کہ خدا کا فرستادہ میرے پاس آئے اور میں اس کی دعوت پر لبیک کہوں (یعنی موت کا جام پیو) میں تمہارے پاس دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سے پہلی کتاب اللہ (قرآن) ہے اس میں ہدایت اور روشنی ہے پس خدا کی کتاب کو پکڑ و اور مضبوطی سے تھامو۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے ابھارا اور ترغیب دی پھر فرمایا کہ دوسری چیز میرے اہل بیتؑ ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیتؑ کے بارے میں بھلائی کی تاکید کرتا ہوں یہ تین دفعہ دہرایا۔

(۱) مسلم:۲/۱۰۹ ، بیهقی :ص۱۰۹

مستدرک حاکم میں ہی حضرت زید رضی اللہ عنہ کی روایت ان الفاظ کے ساتھ ہیں۔

إنى قد تركتُ فيكُم الثّقلين: أحدهما أكبر من الآخر كتاب الله وعِترَتى أهل بيتي، فَانظُروا كيفَ تخلُفونى فِيهما، فإنّهما لن يّتفرقَا حتّى يَرِدَا عليَّ الحوضَ۔(۱)

یہ روایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور کئی دوسرے صحابہ سے بھی مروی ہے خود اہل بیت عظامؑ کی سند عالیہ سلسلہ الذہب سے یہ حدیث مروی ہے چنانچہ امام دولابی نے "الذریة الطاہرہ" اور امام جعابیؒ نے "الطالبیین" میں اور انہی سے حافظ سخاویؒ نے "الاستجلاب" میں نقل کیا ہے کہ

من حديث عبدالله بن موسى عن ابيه عن عبد الله بن حسن عن أبيه عن جده عن علي رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلّم، قال إنى مخلف ما أن تمسكتم به لن تضلوا كتاب الله عزّوجلّ طرفه بأيديكم وعترتى أهل بيتى ولن يتفرقا حتى يردا على أحوض ۔(۲)

جامع ترمذی میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی وہ مشہور روایت بھی ہے جو آپ نے کعبہ کے دروازے کی زنجیر پکڑ کر اعلان کر کے بیان کی کہ

سمعتُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إنى تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتى أهل بيتى، فإنهما لن يتفرّقا حتى يردا على الحوض فانظروا كيف تخلفونى فيهما۔(۳)

مسند بزاز میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں عترتی کی جگہ نسبی لکھا ہوا ہے۔

(۱) المستدرک :۳/۱۱۸ (۲) الاستجلاب: ص۷۲ (۳) جامع ترمذی: ۵/۶۲۲

جو ظاہری و باطنی لحاظ سے پاک ہیں:

حضرت امام مسلم نے صحیح میں فضائل اہل بیتؓ کے باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے کہ۔

خَرجَ النَّبِيُّ صلّى الله عليه وسلّم غداةً وَعليهِ مِرطٌ مُرَحّل مِن شَعرٍ أسودَ فَجاءَ الحَسَن بنِ عَلِيّ رضي الله عنه فأدخلهُ، ثم جاءَ الحُسين رضى الله عنه فَدخل معه، ثمّ جاءتْ فاطمة رضى الله عنها فأدخلها، ثم جاء عليّ رضي الله عنه فأدخله، ثمّ قال: "إنّما يُريدُ اللهُ لِيُذهِبَ عنكُمُ الرِّجسَ أهلَ البَيتِ وَيُطهِّرَكُم تطهيراً.(١)

یہی روایت اور کئی صحابہ کرامؓ سے بھی مروی ہے اور ان میں سے بعض میں حدیث کا یہ جملہ بھی درج ہے۔ اللّٰھمّ ھؤلاء أھل بیتی و أھل بیتی أحق.

یہ واقعہ آیت مباہلہ کے نزول کے بعد پیش آیا۔ جس میں حضور ﷺ نے حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ، حضرات حسنینؓ کو چادر کے نیچے ڈال کر فرمایا کہ یا اللہ یہ میرے اہل بیتؓ ہیں ان کو پاک فرما۔

حافظ سخاویؒ نے ''استجلاب'' میں اور ابن حجر ہیتمیؒ نے ''مجمع الزوائد'' میں اور امام طبرانیؒ نے ''معجم'' میں یہ روایت نقل کی ہے۔

عن أبي جميلةَ قالَ: إنّ الحسنَ بن عليّ رضى الله عنهما استُخلفَ حِينَ قُتِلَ عَلِيّ رضى الله عنه، قالَ فَبَينما هُوَ يُصَلّي إذ وَثَبَ عَلَيهِ رَجُلٌ فطعنهُ بِخنجرٍ وَزَعمَ حُصَينٌ أنّه بَلَغهُ أنّ الّذي طعنَه رَجُلٌ مِن بني أسدٍ، وحسنٌ ساجدٌ ... فقالَ يا

(١) صحيح مسلم: ٤/ ٣٠٠، رقم الحديث: ١٨٨٣/٢

أهلَ العراقِ، اتّقوا الله فينا، فإنّا أُمراؤُكم وضيفانُكم، ونحنُ أهلُ البَيتِ الّذي قال الله عزوجل: ﴿إنّما يُرِيدُ اللهُ لِيُذهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ أهلَ البَيتِ وَيُطَهِّرَكُم تَطهِيراً﴾ قال: فما زالَ يقولُها حتّى ما بقِيَ أحدٌ مِن أهلِ المَسجدِ إلّا وَهُوَ يَحِنُّ بُكاءً.(١)

یعنی حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ منتخب کئے گئے ایک دفعہ نماز کے دوران جب حضرت حسنؓ سجدہ میں تھے بنو اسد کے ایک شخص نے آپ پر خنجر کا وار کیا تو آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اے اہل عراق ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو ہم تمہارے امیر اور مہمان ہیں اور ہم ان اہل بیتؓ میں سے ہیں جن کی پاکیزگی کا اعلان قرآن میں کیا ہے۔ ﴿إنّما يُرِيدُ اللهُ لِيُذهِبَ﴾ کی روایت پڑھی آپ بار بار یہ آیت فرماتے یہاں تک تمام مسجد والے اونچی آواز سے رونے لگ گئے۔

روایت میں ہے کہ حضرت زین العابدینؓ کے ساتھ شام میں کسی نے درش خوئی کی اس پر آپ نے اس سے پوچھا کیا تم نے سورۂ احزاب کی یہ آیت نہیں پڑھی اور آیت تطہیر پڑھ دی اور فرمایا اس آیت سے مراد ہم ہی ہیں۔

اہل بیتؓ کی تعظیم شعائر اللہ کی تعظیم ہے:

مشہور محدث وفقیہ حضرت امام نووی الشافعیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب حدیث ''ریاض الصالحین'' میں ایک باب ''أکرام أھل بیت رسول اللہ وبیان فضلھم'' کے عنوان سے قائم کیا ہے جس میں دو آیات لائے ہیں۔ پہلا ﴿إنّما يُرِيدُ اللهُ﴾ یعنی آیت تطہیر دوسری آیت سورۂ حج سے لائے ہیں۔

(١) مجمع الزوائد: ١٧٢/٩

﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾[الحج: ٣٢](١)

ترجمہ:

اور جو کوئی ادب رکھے اللہ کے نام لگی چیزوں کا سو وہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے۔

اس طرح امام نوویؒ جیسے جلیل القدر محدث وفقیہہ کے انتخاب واستشہاد سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اہل بیت عظامؓ بھی شعائر اللہ ہیں جن کی تعظیم ہر مومن پر فرض ہے کیوں کہ شعائر کی تعظیم حقیقت میں اللہ ہی کی تعظیم ہے۔

مسلک حقہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ عقیدۃ واسطیہ میں فرماتے ہیں کہ:

ویحبّون یعنی (أهل السنة) أهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلّم ويتولّونهم، ويحفظون فيهم وصية رسول الله صلّى الله عليه وسلّم حيث قال يوم غدير خُم: أُذكّركم اللّٰه في أهل بيتي۔(٢)

ترجمہ:

اہل سنت والجماعت اہل بیت نبوی ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور ان سے تعلق و دوستی رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کی وصیت مبارک کی پاس و محافظت کرتے ہیں جو کہ آپ ﷺ نے غدیر خم کے مقام پر اپنی امت کو فرمایا کہ میں تمہیں اپنے اہل بیتؓ کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں آگے لکھتے ہیں:

(١) رياض الصالحين : ص ١٤٥
(٢) شرح عقيدة الواسطيه: ص١٥٢

وقال للعباس عمه: وقد اشتكى إليه أن بعض قريش يجفوا بني هاشم فقال: والذي نفسي بيده لا يؤمنون حتى يحبّوكم لله ولقرابتي۔(١)

ترجمہ:

حضرت عباسؓ عم رسول ﷺ نے آپ ﷺ سے بعض قریش کی بے رخی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم سے محبت نہ کریں اللہ کے لیے اور میرے رشتہ کے لحاظ میں۔

ذیل کتاب میں شارح عقیدہ واسطیہ لکھتے ہیں کہ اہل بیتؓ سے اس حدیث میں مراد حضور اکرم ﷺ کے وہ رشتہ دار واولاد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ آلِ علیؓ، آلِ عقیلؓ، آلِ جعفرؓ، آلِ عباسؓ اور بنو الحارث بن عبد المطلب اور حضور ﷺ کی ازواج مطہراتؓ اور آپ کی بیٹیاںؓ آپ کے اہل بیتؓ ہیں۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾[الأحزاب: ٣٣]

آگے فرماتے ہیں۔

فأهل السنة يحبّونهم ويحترمونهم ويكرمونهم لأن ذلك من احترام النبي صلى الله عليه وسلّم وإكرامه، ولأن الله ورسوله قد أمرا بذلك قال تعالى: ﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾۔(٢)

"یعنی اہل سنت والجماعت کثر اللہ سوادھم اہل بیت عظامؓ سے محبت کرتے ہیں اور ان کی تکریم بجالاتے ہیں کیونکہ ان سے محبت اور ان کا اکرام اللہ کے رسول سے محبت واکرام

(١) مسند أحمد :١/٣٤٠، المستدرك:٣/٣٧٦
(٢) شرح عقيدة الواسطيه :ص١٥٢

کی مانند ہے اور اللہ اور رسول اکرم ﷺ دونوں نے اس کا حکم دیا ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد پاک ہے کہ اے پیغمبر آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا لیکن میری قرابت کا لحاظ اور ان سے محبت۔"

مَوَدَّةُ الْقُرْبٰى کے مصداق:

حافظ ابن کثیرؒ اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں اور امام طبریؒ اپنی تفسیر میں اور حافظ سخاویؒ الاستجلاب میں سند کے ساتھ یہ واقعہ نقل کرتے ہیں:

"جب حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کو دیگر اہل بیتؓ کے ساتھ پا بجولاں کربلا سے دمشق لایا گیا تو دمشق میں ہی ایک شامی نے کھڑے ہو کر ان کے سامنے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کیا اور تمھارا استحصال کر دیا اور فتنہ کی سینگ کاٹ دیا، تو حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تو نے قرآن پڑھا ہے، شامی نے جواب دیا کہ ہاں میں نے پڑھا ہے، حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا کیا تو نے آل حم پڑھا ہے۔ شامی نے کہا کہ میں نے قرآن پڑھا ہے اور آل حم نہیں پڑھا حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا: تو نے یہ آیت:

﴿قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾

نہیں پڑھی۔ تو شامی نے کہا کہ کیا اس آیت کا مصداق آپ ہی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں۔(۱)

حافظ سخاویؒ اور امام دولابیؒ دونوں نے اہل بیتؓ ہی کی سند سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے، آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ بیشک ہم اہل بیتؓ میں سے ہیں جن

(۱) تفسیر طبری: ۱۱/۱۴۴

سے محبت اور مودۃ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلم پر فرض کر دی ہے پس اللہ نے اپنے نبی سے کہا کہ

﴿قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْناً﴾[الشوری: ۲۳]

پس اقتراف الحسنہ سے مراد اہل بیت سے محبت و مودت ہے۔(۱)

محبتِ اہل بیتؓ تکمیل ایمان:

شارح عقیدہ واسطیہ لکھتے ہیں کہ

"حضور ﷺ کا ارشاد اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے نہیں مومن ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ سے محبت کریں اللہ کے لئے اور میری قرابت کی وجہ سے"(۲)

پس اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ حضور ﷺ کے اہل بیتؓ سے محبت نہ رکھے پہلا سبب محبت کا اللہ کے لیے ہے کیونکہ اہل بیتؓ اللہ کے اولیاء میں سے ہیں اور وہ اللہ کے نیک اور فرمانبردار لوگوں میں سے ہیں جن سے محبت و تعلق واجب ہے ان سے محبت کا دوسرا سبب انکا وہ مقام و مرتبہ ہے جو حضور ﷺ کے ہاں ہے اور جو ان کی نسبی قرابت حضور ﷺ سے ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ اہلِ سنت والجماعت روافض کے طریقے سے برأت کا اظہار کرتے ہیں جو انہوں نے غلو کیا اور اہل سنت والجماعت ناصبیوں سے بھی براءت ظاہر کرتے ہیں جو انہوں نے اہل بیت عظامؓ کی عداوت میں اپنے مذموم سیاسی مقاصد کے لیے تحریک اٹھائی۔

(۱) الاستجلاب: ص۵۹ الذریۃ الطاہرہ للدولابی: ص۷۴، تفسیر ابن کثیر: ۴/۱۴۳ (۲) مسند احمد: ۱/۲۴۲ سنن ترمذی: ۵/۶۱۰

حضور ﷺ کا رشتہ باعث نجات ہے:

خاتمۃ المحققین علامہ ابن عابدین المعروف امام شامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مختصر رسالہ "العلم الظاہر فی نفع نسب الطاہر" میں تفصیل کے ساتھ نسب طاہر کے نافع ہونے اور نہ ہونے پر بحث کی ہے اور آل نبی اور ذریت طاہرہ کے فضائل ومناقب میں احادیث جمع کی ہیں۔

مسند بزاز اور طبرانی کی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

مَا بالُ أقوامٍ يزعُمونَ أنّ قرابتي لا تنفعُ إنّ كلّ سَبَبٍ ونَسَبٍ منقطع يوم القيامة إلا سَبَبي ونَسَبي وإن رحمي مَوصُولة في الدُّنيا والآخِرة ۔(١)

یعنی ان لوگوں کو کیا پڑ گئی ہے جو کہتے ہیں کہ میرا رشتہ قرابت فائدہ مند نہیں ہے یاد رکھو ہر نسب اور تعلق قیامت کے دن ختم ہو کے رہ جائے گا سوائے میرے نسب اور تعلق کے بے شک میرا رشتہ دنیا وآخرت دونوں میں قائم رہے گا۔

عجیب وقوی استدلال:

حدیث بالا کے ذکر کے بعد امام شامیؒ قرآن کی ایک آیت سے عجیب استشہاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

آخر آپ کی قرابت رحم کیوں نہ فائدہ مند ہوگی حالانکہ قرآن میں ہے۔

﴿ أَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا﴾ [كهف ٨٣]

(١) كشف الاستار للهيثمي: ٣/١١٠ استجلاب ص ٩٠ معجم طبراني: ١/٤٠ العلم الظاهر ص ٤

ان بچوں کے جن والدین کو نیک کہا گیا ہے ان کے اور ان بچوں کے درمیان سات پشتوں کا واسطہ ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

فلا ريب في حفظ زريته صلى الله عليه وسلّم وأهل بيته فيه وإن كثرت الوسائط بينهم وبينه ۔(١)

یعنی جب قرآن مجید دو بچوں کو اس لئے قابل تکریم وترحیم بتلاتا ہے کہ ان کے آباء میں سے سات پشت پہلے کے والدین نیک تھے تو حضور ﷺ کی اولاد اطہار تو ان سے کتنے ہی درجے زیادہ لائق تعظیم وتکریم ٹھہرتی ہے۔ فليفهم۔

امام جعفر صادقؓ کا ارشاد نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ولهذا قال جعفر الصادقؓ فيما اخرجه الحافظ عبدالعزيز بن الأخضر في كتابه معالم العترة النبوية، "احفظوا فينا ما حفظ العبد الصالح في اليتيمين قال وكان أبوهما صالحا" (١)

امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے حقوق کی محافظت دیکھ بھال اس طرح کرو جیسا کہ حضرت خضرؑ نے ان دو یتیم بچوں کے حقوق کی دیکھ بھال کی تھی۔ جن کے والدین نیک تھے۔

غور فکر کا مقام ہے کہ حضرت خضرؑ حضرت موسیٰؑ کی تعلیم کر رہے ہیں ایک مقام پر ایک دیوار کھڑی ہوئی ہے اور اس دیوار کے مالک دو یتیم بچے ہیں اور اس دیوار کے نیچے خزانہ چھپا ہوا ہے جو کہ بقول مفسرین سات پشت پہلے کے والدین کا دفن کیا ہوا ہے اور وہ نیک تھے بس صرف اسی سبب سے اس دیوار کی تعمیر دو اولوالعزم ہستیاں کر رہی ہیں تاکہ ان کا مال محفوظ رہے اور وہ بعد میں فائدہ اٹھائیں۔

(١) رسائل ابن عابدين ص ٤

تو رسالت مآب ﷺ کی اولاد اطہار تو بدرجہ اولیٰ استحقاق رکھتی ہے کہ ان سے محبت وعقیدت رکھی جائے ان کے حقوق کی رعایت ومحافظت غایت درجہ کی جائے اس پر مستزاد یہ کہ حضور ﷺ کی اولاد تقویٰ وعلم وعزیمت میں یگانہ روزگار ہیں۔

یہاں بعض حضرات اپنی بے مقصد وبے لگام تحقیق کی رو میں بہہ کر کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا نسب کسی کو فائدہ نہیں دے سکتا دلائل میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا پیغمبر زادہ ہوتے ہوئے غرق ہونا اور عبداللہ بن ابی ابن سلول کے لیے حضور ﷺ کی قمیص کا مفید نہ ہونا اور حضور ﷺ کی وہ حدیث جس میں اپنی اولاد سے اعمال میں مبادرت کے لیے کہا گیا ہے بیان کرتے ہیں۔

حالانکہ ایمان کی دولت سے محروم کنعان بن نوحؑ کا موازنہ حضور ﷺ کی نیک اولاد جو کہ اولوالعزم اور تقویٰ وطہارت علم وعمل کے مینار ہیں سے کس طرح ہوسکتا ہے ان نام نہاد محققین کے مقابلہ میں بعض لوگ اندھی عقیدت میں حضور ﷺ کی شفاعت ورحم ہر ایک کے لیے ثابت کرتے ہیں یہاں تک کہ کافر اور غیر مومن کے لیے بھی نسب اور شفاعت مفید سمجھتے ہیں حالاں کہ قرآن اس نظریہ کی سختی سے تردید کرتا ہے۔

قول فیصل:

حضرت حکیم الامت شاہ اشرف علی تھانویؒ نے اس پر بڑی خوبصورت اور مدلل بحث کی ہے۔

حضرت امام شامیؒ اور حضرت تھانویؒ کی تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ نسب وتبرک نافع ہے لیکن ایمان وعمل والے کے لیے، بغیر ایمان کے نسب وتعلق وتبرک نافع نہیں ہے جیسے

کنعان بن نوحؑ کے لیے حضرت نوحؑ کا بیٹا ہونا نافع نہ ہوا اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کیلئے حضور ﷺ کی قمیص۔ اور جب ایمان وعمل دونوں ہوں تو نسب بھی تعلق بھی اور تبرک بھی انتہائی مفید ہے جیسا کہ حضور ﷺ کی اولاد اطہار جن کے بارے میں حضور ﷺ کے ارشادات بڑی کثرت سے وارد ہوئے ہیں۔ قرآن پاک بھی اس معتدل نظریہ کی تائید کرتا ہے۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ [طور:۲۱]

ترجمہ:

یعنی جو ایمان والے ہیں اور ان کی اولاد اگر ایمان والی ہے تو ہم ان کو بھی ان کے ساتھ ملحق کردیتے ہیں اگر عمل میں برابر نہ بھی ہوں تو بھی برابر کردیں گے۔

یہی بات حضرت ابن عباسؓ سے بھی منقول ہے۔

ازروئے قرآن وحدیث کل قیامت کے دن حضور ﷺ کے ساتھ آپ کی اگلی اور پچھلی تمام نیک اور مومن اولاد ساتھ ہوں گی اور ان سے محبت کرنے والوں کے لیے شفاعت کا سامان ہوگا اور جنہوں نے انہیں ستایا تحقیق کے نام پر فتوے لگائے وہ کس منہ سے حضور ﷺ کا سامنا کرسکیں گے۔ کیوں کہ ان کے خلاف آپ ﷺ کی اولاد کی طرف سے مدعی خود سرور کائنات ﷺ ہوں گے۔

بزرگوں کو اپنی اولاد کا خیال رہتا ہے:

اسی بحث کے دوران حضرت تھانویؒ ایک واقعہ درج فرماتے ہیں جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بزرگوں کو اپنی اولاد کا کتنا لحاظ رہتا ہے فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی صاحبہ اپنے

گھر پر لڑکیوں کو پڑھاتی تھیں اور کسی سے معاوضہ وغیرہ کچھ نہ لیتی تھیں ایک مرتبہ یہاں ایک سیّد کی لڑکی پڑھنے آئی وہ فرماتی تھیں کہ اسی روز رات کو میں نے حضرت فاطمہؓ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہی ہیں کہ عمدۃ النسآء دیکھو میری بچی کو محبت سے پڑھانا۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ''اسی طرح اور بہت سے بشارتیں اور منامات ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل اللہ کو اپنی اولاد کا خیال رہتا ہے۔

حضور ﷺ کو تو کہیں زیادہ خیال ہے جیسا کہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن حضور ﷺ کو خواب میں حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ دونوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ پریشان حال جسم وچہرہ مبارک غبار آلود ہے اور ہاتھ میں خون سے بھری ہوئی شیشی ہے فرماتے ہیں کہ میں حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا خون جمع کر کے آرہا ہوں۔(۱)

حافظ سخاویؒ نے استجلاب میں کئی واقعات اس قبیل کے ذکر کئے ہیں جن میں یہ بیان ہے کہ آل رسول ﷺ میں کسی کو سکھ پہنچانے پر حضور ﷺ خوش نظر آتے ہیں اور دکھ وتکلیف دینے پر حضور ﷺ ناراض اور دکھی دکھائی دیتے ہیں اور اعراض فرماتے نظر آتے ہیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حضور ﷺ سے رشتہ دامادی کے لیے کوشش:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ام کلثومؓ بنت علی رضی اللہ عنہ نواسی رسول ﷺ سے شادی کا واقعہ اہم اور نہایت سبق آموز ہے جہاں اس میں صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفاء راشدین کے گھریلو تعلقات کا پتہ چلتا ہے اس سے زیادہ رشتہ نبوی کی اہمیت وقعت اور درجہ معلوم ہوتا ہے۔ حافظ سخاویؒ نے استجلاب میں ابن اسحاقؒ نے اپنی سیرۃ میں اور دیگر محدثین نے بھی

(۱) ترمذی مع التحفۃ: ۲۷۵/۱۰

مختلف سندوں سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضور ﷺ کی نواسی سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہؓ کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں حضرت ام کلثومؓ کے بھائیوں حضرات حسنین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ام کلثومؓ کی شادی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کردیں، انہوں نے فرمایا کہ یہ بھی عام عورتوں کی طرح ہیں خود فیصلہ کرلیں، اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر اٹھے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کا دامن تھاما اور فرمایا کہ اے ہمارے بابا آپ کی ناراضگی اور فرقت ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے چنانچہ انہوں نے سیدہ ام کلثومؓ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیاہ دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا یہ تو ابھی چھوٹی بچی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

كلّ سَبَب وَنَسَب منقطع يوم القِيامَة إلا سَببى وَنسَبى وَكل وَلَد فإنّ عصبتهُم لأبيهم ماخلا ولد فاطمة، فإنّى أنا أبُوهُم وعصبتهُم۔(۱)

ترجمہ:

''ہر تعلق اور نسب قیامت کے دن ختم ہوجائے گا سوائے میرے تعلق اور نسب کے اور ہر بچہ ماں کا اُس کا عصبہ اس کے والد کی طرف ہوتا ہے سوائے فاطمہؓ کی اولاد کا کیوں کہ ان کا عصبہ اور باپ میں ہی ہوں۔''

(۱) سیرۃ ابن اسحاق: ص۲۳۲، استجلاب ص۱۲۶

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس لیے میں نے پسند کیا کہ میرے اور حضور ﷺ کے درمیان بھی تعلق ونسبت رشتہ صہری قائم ہو (تاکہ قیامت کے دن یہ رشتہ نجات کا فائدہ دے) اور خوشی سے لوگوں کو کہتے کہ لوگو تم مجھے مبارکباد دو کہ میرا حضور ﷺ سے رشتہ دامادی قائم ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ کی روایت کردہ یہ حدیث آپ کے علاوہ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت مسور بن مخرمہؓ سے بھی مروی ہے۔(۱)

امام شامیؒ کا فیصلہ وفتویٰ:

آخر میں امام شامیؒ اپنے عقیدہ کا اظہار اس والہانہ انداز سے فرماتے ہیں:

بشهادة ما تقدم من النّصوص، الدالة على أن نسبه الشريف نافع لذريته الطاهرة، وأنهم أسعد الأنام في الدنيا والآخرة، لقد أكرم في الدنيا مواليهم حتى حرم أخذ الزكاة عليهم، وما ذلك إلّا لانتسابهم إليهم ولم يفرق بين طائعهم وعاصيهم. فكيف ومع أنهم مكرم لأجلهم، ومتفضل على غيرهم لفضلهم، منتسبون نسبة حقيقة إلى أشرف المخلوقات، وأفضل أهل الأرض والسّموات، الذى أكرمه الله بما لا يبلغ لأقلّه، خلق الكون لأجله وشفعه بما لا يحصىٰ من أهل الكبائر، المصرين عليها فضلاً عن الصغائر، وأسكنهم لأجله فسيح الجنان، وسبل عليهم رداء العفو و الغفران، أفلا يكرمه بانقاد ولده؟ الذين هم بضعة من جسده، ويرفعهم إلى

(۱) مجمع الزوائد: ۱۸۳/۹، معرفة الصحابة لابی نعیم: ۵۶/۱، معجم طبرانی: ۲۸۲/۶، سنن کبریٰ: ۱۰۱/۷، ۱۸۸، الذریة الطاهره: ص ۱۱۴

الدرجة العليا، كما رفعهم على أعيان الأنام فى الدنيا؟ وحاشاه صلى الله تعالى عليه وآله وسلّم أن يشفع بالأباعد ويضيعهم، وينسى قرابتهم له ويقطعهم۔(۱)

عترت نبویؐ صحابہ کرامؓ واکابرین امتؒ کی نظر میں:

یوں تو اس موضوع پر ایک مستقل ضخیم تصنیف وجود میں آسکتی ہے لیکن چند ایک واقعات پر اکتفا کیا جائے گا۔

خلیفہ رسول ﷺ اور آل رسول ﷺ:

خلیفہ رسول ﷺ افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بخاری شریف میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

ارْقُبُوا مُحَمَّداً صَلَّى الله عليه وسلّم في أَهلِ بَيْتِه۔(۲)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ

حضور اکرم ﷺ کے اہل بیتؓ کی رعایت کرو اور احترام واکرام کرو۔ ان کا حضور ﷺ سے رشتہ کے سبب حد درجہ تعظیم وتکریم کرو اور ان کے حقوق کی دیکھ بھال کرتے رہو۔(۳)

یہ خلیفہ رسول ﷺ کی امت کو اہل بیتؓ کے بارے میں وصیت ہے۔

اور بخاری شریف میں ہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

"وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہ لِقَرَابَةِ رَسُولِ الله أحب إلي أن أصل من قرابتي"۔(۴)

اللہ کی قسم میرے نزدیک حضور ﷺ کے قرابت دار اپنے رشتوں سے زیادہ صلہ رحمی کے لائق و مستحق ہیں۔

(۱) مجموعہ رسائل: ص۵ (۲) بخاری مع فتح الباری: ۶۳/۷ (۳) ریاض الصالحین (۴) بخاری شریف: ۱۴۲/۳

شبیہ الرسول ﷺ:

صحیح روایت میں ہے کہ

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت حسنؓ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا میرے باپ کی قسم میں ایسے آدمی کو اٹھائے ہوئے ہوں جو نبی ﷺ کا شبیہ ہے علیؓ کا شبیہ نہیں ہے اور حضرت علیؓ مسکرا رہے تھے۔(۱)

حُسنِ حسنؓ کو دیکھ، حُسینؓ حسیں کو دیکھ　　دونوں میں جلوہ ریز جمال رسول ﷺ ہے

ابوبکرؓ اور اہلِ بیتؓ کی تعظیم:

دار قطنی میں یہ روایت ہے کہ

حضرت حسنؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے آپ اس وقت منبر رسول ﷺ پر تھے انہوں نے آکر کہا میرے باپ (حضور ﷺ) کے منبر سے اتر آئیں آپؓ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے خدا کی قسم یہ جگہ تیرے باپ ہی کی ہے پھر آپؓ نے انہیں پکڑ کر گود میں بٹھا لیا اور رو پڑے۔(۲)

یہ محبت اور تعظیم کی اعلیٰ مثال ہے۔

تکریم اہل بیت حضور ﷺ کی دلداری ہے:

حضرت انسؓ کا ارشاد ہے کہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علیؓ آئے اور سلام کہنے کے بعد کھڑے ہوکر بیٹھنے کے لیے

(۱) بخاری مع فتح الباری ص ۷۷ مسند احمد ص ۸　(۲) صواعق محرقہ بحوالہ دار قطنی ص ۵۹۲

جگہ دیکھنے لگے حضور ﷺ صحابہ کرامؓ کے چہروں کی طرف دیکھنے لگے کہ کون ان کے لیے جگہ بناتا ہے حضرت ابوبکرؓ آپ کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے آپ اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور ان کے لیے جگہ خالی کردی اور فرمایا ابوالحسن یہاں تشریف لایئے وہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان بیٹھ گئے حضور ﷺ کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا۔ اہلِ فضل کی فضیلت صاحب فضل ہی جانتا ہے۔(۱)

اسی طرح کا واقعہ حضرت ابوبکرؓ کا حضرت عباسؓ عم الرسول ﷺ کو جگہ دینے کا بھی آتا ہے۔

سادات کی زیارت بھی عبادت ہے:

ابن عبدالبر مالکیؒ نے لکھا ہے کہ

حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ کے چہرہ انور کو بار بار دیکھا کرتے تھے تو ام المومنین سیدہ عائشہؓ نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے تو فرمایا کہ "میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ علیؓ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔(۲)

اور حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ کبھی حضرت عباسؓ سے سوار حالت میں نہیں ملتے تھے بلکہ سواری سے اترتے اور حضرت عباسؓ کی سواری کا رکاب تھامتے تھے علاوہ ازیں بہت سی روایات آپ کے سادات کے ساتھ خصوصی لگاؤ و محبت اور ان کی دیکھ بھال کے جذبہ کو بیان کرتی ہیں۔

(۱) صواعق محرقہ: ۳۹۵　(۲) المستدرک: ۱۴۲/۳ صواعق محرقہ: ۹۴

فاروق اعظمؓ اور اہل بیتؓ

سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے حضرت عباسؓ کے اسلام لانے پر ان سے فرمایا:

حضور کی خوشی میں خوشی:

"فوَاللّٰه لإسلامك يوم أسلمت كان أحب إلي من إسلام الخطاب (يعني والده) لو أسلم، ---أنّ إسلامك كان أحب إلى رسول الله من إسلام الخطاب"(۱)

ترجمہ:

اللہ کی قسم آپ کا اسلام لانا جب آپ اسلام لائے میرے لیے زیادہ پسندیدہ تھا میرے والد خطاب کے اسلام لانے سے اگر وہ لاتے کیوں کہ آپ کے اسلام سے جو خوشی حضور ﷺ کو ہوئی وہ میرے والد کے اسلام سے نہ ہوتی یعنی چچا کے اسلام سے زیادہ خوشی ہوئی۔

قرب الی اللہ کے لیے قربیٰ رسول ﷺ سے قرابت و تعلق:

ابن عبد البر مالکیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو بارش کے لیے وسیلہ بنا کر فرمایا۔

"اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا کے ذریعے تیرا قرب چاہتے ہیں اور ان کے ذریعے شفاعت طلب کرتے ہیں پس تو اس بارے میں اپنے نبی کا

(۱) الشفاء ص۶۳، مجمع الزوائد ص۲۶۸

ایسے لحاظ فرما جیسے تو نے دو لڑکوں کا ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا تھا"(۱)

ابن قتیبہؒ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا اور بقیہ آبا اور کثرتِ رجال کے ذریعے تیرا قرب طلب کرتے ہیں کیوں کہ تیرا قول برحق ہے۔ ﴿أَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ﴾ اے اللہ تو نے ان دونوں سے ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا تھا اے اللہ اپنے نبی کا آپ ﷺ کے چچا کے معاملہ میں لحاظ فرما، ہم اس کے ذریعے شفاعت طلب کرتے ہوئے تیرے قریب ہوئے ہیں۔(۲)

محدث ابن حجر ھیتمیؒ نے ابن عساکرؒ کی تاریخ دمشق کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہجرت کے سترہویں سال عام الرمادہ کو لوگوں نے بار بار نماز استسقاء پڑھی مگر بارش نہ ہوئی حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"کل میں اس شخص کے ذریعے بارش طلب کروں گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے واسطے سے ہم پر بارش برسا دیں گے۔"

دوسرے دن صبح کو آپ حضرت عباسؓ کے گھر تشریف لے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا انہوں نے دریافت کیا کون ہے آپ نے فرمایا، عمرؓ، انہوں نے کہا کیا کام ہے آپ نے فرمایا باہر تشریف لائیے ہم آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنا چاہتے ہیں انہوں نے کہا تشریف رکھیے۔ اس کے بعد انہوں نے بنی ہاشم کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ پاک ہو کر

(۱) صواعق محرقہ ص۵۹۷ (۲) صواعق محرقہ ص۵۹۷

اچھے کپڑے زیب تن کرلیں۔ جب وہ آئے تو آپ نے خوشبو نکال کر انہیں خوشبو لگائی پھر باہر نکلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے آگے کی طرف تھے اوران کے دائیں بائیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور پیچھے پیچھے بنو ہاشم تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ دوسرے لوگوں کو ہمارے ساتھ نہ ملانا۔ پھر آپ مصلی پر تشریف لائے اور کھڑے ہوکر حمد وثنا کی اور کہا اے اللہ تو نے ہمیں ہمارے مشورہ کے بغیر پیدا کیا اور تو ہماری پیدائش سے پہلے ہمارے اعمال کو جانتا ہے پس تیرے علم نے تجھے ہمارے رزق کے متعلق نہیں روکا اے اللہ جیسے تو نے اس کے شروع میں فضل کیا ہے اس کے آخر میں بھی فضل فرما حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم تھوڑی دیر بھی نہ ٹھہرے تھے کہ خوب بادل برسا اور ہم گھروں کو پانی میں چلتے ہوئے آگئے۔ (۱)

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح کبھی بھی سوار حالت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نہیں ملتے تھے بلکہ سواری سے اترتے اور دوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی سواری کا رکاب تھامتے۔ یہ اس لیے کہ ان کا ادب دراصل حضور ﷺ کا ادب ہے۔

اہل بیتؓ کی عیادت وزیارت عبادت ہے:

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کئی سندوں سے یہ واقعہ آتا ہے کہ انھوں نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ
ہمارے ساتھ چلیے ہم حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) صواعق محرقہ ص۵۹۶

حضرت زبیرؓ سے تھوڑی دیر ہوئی تو فرمایا۔ ”کیا آپ کو علم نہیں کہ بنی ہاشم کی عیادت فرض اوران کی زیارت نفل ہے۔“(۱)

حضور اکرم ﷺ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو کندھوں پر اور گود میں اٹھائے پھرتے تھے اور مسجد میں بھی بر سر منبر ان کو گود میں رکھتے تھے اور ان کی دلداری کرتے، دعائیں فرماتے اور چومتے تھے۔ بالکل اسی طرح حضرات شیخین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، ایک دفعہ سیدنا عمرؓ نے حضرت حسنؓ کو مسجد میں دوران خطبہ گود میں اٹھایا اور فرمایا کہ ہم نے یہ بلندی آپ کے والد (نبی ﷺ) کے ذریعے حاصل کی۔

اہل بیتؓ سب پر مقدم ہیں:

ایک دفعہ حضرت سیدنا عمرؓ گھر پر تشریف فرما تھے آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی تو نہ ملی، اسی اثناء میں حضرت حسنؓ بھی تشریف لائے انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہیں ملے گی یہ سوچ کر واپس ہوئے، حضرت عمرؓ کو ان کے آنے اور واپسی کی اطلاع ہوئی تو بلوانے کے لیے بھیجا، آئے تو حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا آپ کیوں واپس ہوئے انہوں نے فرمایا کہ میں نے سوچا کہ جب ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہیں ملے گی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”ابن عمر رضی اللہ عنہ کا آپ سے کیا موازنہ آپ کو اجازت کی ضرورت ہی نہیں
جب چاہیں چلے آئیں“۔

دلداری حسنینؓ کے لیے ہمہ وقت بے چین:

ایک دفعہ یمن سے کچھ حلے آئے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تقسیم فرمایا ان میں حضرات حسنینؓ کے برابر کا نہ تھا تو آپ اتنے زیادہ افسردہ خاطر ہوئے کہ آبدیدہ ہوگئے، فوراً یمن

(۱) سابق ص ۵۸۹

پیغام بھیجا کہ حضرات حسنینؓ کے برابر کے حلے بنا کر بھیجیں جب حلے بن کر آئے تو خود پہنایا اور چین نصیب ہوا۔ کیا ہے کہنے اس عقیدت و وارفتگی کے۔ عطایا ہدایا اور روزینہ جات میں حضرات حسنینؓ اور دیگر خاندان نبوت کو سب سے زیادہ حصہ عطا فرماتے تھے۔

قرابت رسول ﷺ سے اس طرح پیش آئیں:

حضرت زید بن ثابتؓ کی والدہ کا انتقال ہوا جنازے کی نماز کے بعد واپسی پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اکراماً حضرت زید بن ثابتؓ کے خچر کی لگام پکڑ کے چلنے لگے تو حضرت زیدؓ نے منع فرمایا کہ یہ بے ادبی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں اہل علم کے ساتھ یہی معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس پر حضرت زیدؓ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کھینچا بوسہ دیا اور فرمایا کہ ”قرابت رسول ﷺ سے اس طرح پیش آنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔“(۱)

عمرؒ ثانی اور اہل بیتؓ

حضرت علی زین العابدین رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ فاطمہؒ فرماتی ہیں کہ میں کسی کام سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس حاضر ہوئی اس وقت وہ مدینہ کے امیر تھے تو انہوں نے وہاں موجود تمام لوگوں کو نکال دیا اور فرمایا:

اے علیؓ کی بیٹی خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی خاندان آپ کے خاندان سے زیادہ مجھ کو عزیز و محترم نہیں اور میرے گھر والوں سے بھی آپ کہیں زیادہ عزیز ہو۔(۲)

(۱) الشفاء: ۴۹/۲، الاستجلاب ص ۱۵۰، جامع البیان العلم ص ۱۵۵ (۲) الاستجلاب ص ۱۵۱

اولاد کی راحت سے انہیں بھی راحت ملتی ہے:

حضرت حسن المجتبیٰؓ کے پوتے عبداللہ بن حسن المثنیٰؒ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس نو عمری میں آئے آپ کے بال لمبے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے آپ کو بلند جگہ پر بٹھایا اور ان کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کی قوم نے آپ کی ملامت کی، اس پر آپ نے فرمایا:

”مجھ سے ثقہ آدمی نے بیان کیا ہے اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اسے حضور ﷺ کے منہ سے سن رہا ہوں کہ فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اس کو خوش کرے گا اس سے میں خوش ہوں گا، اور میں جانتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہؓ زندہ ہوتیں تو میں نے ان کے بیٹے سے جو سلوک کیا ہے اس سے وہ خوش ہوتیں۔“(۱)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن حسن بن حسنؒ آپ کے پاس کسی حاجت سے تشریف لائے تو آپ نے انہیں کہا کہ آپ کو جب کوئی ضرورت ہو تو مجھے پیغام بھجوا دیا کریں یا لکھ دیا کریں کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر دیکھے۔(۲)

انہی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ہی اہل بیتؓ پر لعن وطعن کے رواج کو ختم کر دیا اور تمام عمّال کو سختی سے حکم جاری کیا کہ اہل بیتؓ کے حقوق کی بہت پامالی ہو چکی ہے اس کے ازالہ کی کوشش کرو اور ان کے اکرام اور حقوق کی نگہبانی میں کوئی کسر نہ رکھو۔

قرابت رسول ﷺ سے پہنچنے والی تکلیف کو تکلیف ہی نہ جانا:

حضرت امام دارالہجرہ مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے بھی محبت اہل بیتؓ میں دردناک مصائب برداشت کیے ہیں۔ والی مدینہ جعفر بن سلیمان عباسی جو کہ اولاد عباس رضی اللہ عنہ عم الرسول ﷺ میں سے

(۱) صواعق محرقہ ص ۷۸۹ (۲) الاستجلاب ص ۱۵۰، الشفاء: ۴۹/۲

تھے جب انہوں نے حضرت امام صاحب کو زدوکوب کیا اور کوڑے مارے تو آپ نے اسی وقت اس کو معاف کردیا کہ کہیں میری وجہ سے بعد میں قرابت رسول ﷺ میں کسی کو کوئی سزا ہو۔ فرمایا۔

"أعوذ بالله والله مارتفع منها سوط عن جسمي إلا وقد جعلته في حلّ لقرابته من رسول الله صلّى الله عليه وسلّم۔(۱)

اہل بیتؓ کی تکریم عین حضور ﷺ کی تکریم ہے:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ تو محبت خاندانِ نبوت میں ہی شہید ہوگئے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی روایت ہے کہ جب امام صاحبؒ کی ملاقات حضرت امام محمد بن علی الباقرؓ سے ہوئی تو آپ نے تعظیماً فرمایا کہ آپ تشریف رکھیں جیسے آپ کی شان کے لائق ہے پھر ہم بیٹھ سکیں گے پھر فرمایا۔

"واللہ آپ کا احترام ہمارے لیے اس طرح لازم ہے جس طرح آپ کے نانا حضرت محمد ﷺ کا احترام آپ کے صحابہؓ پر لازم تھا اور وہ کرتے تھے۔"

امام اعظمؒ اور اہل بیتؓ:

شیخ الاسلام جوینیؒ فرائد السمطین میں امام صاحبؒ کی مودت اہل بیتؓ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد كان الإمام الأعظم أبوحنيفة رضى الله عنه من المتمسّكين بولاء أهل بيته الطّاهرين، والمتنسّكين بالإنفاق على المستورين منهم والظّاهرين، حتى قيل إنّه بعث إلى المستتر منهم في

(۱) الاستجلاب ص۱۵۲، الشفاء ص ۲۰۱

أيامه اثني عشر ألف درهم دفعة واحدة كرامة له۔ وكان يأمر أصحابه برعاية أحوالهم وتحقيق آمالهم والا قتضاء لآثارهم، والاهتداء بأنوارهم۔(۱)

ترجمہ:

تحقیق امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اہل بیتؓ کے دوستداروں میں سے تھے اور اپنا مال اہل بیتؓ کے خفیہ اور ظاہر ائمہ پر نچھاور کرنے والوں میں سے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے اہل بیتؓ کے ایک بزرگ کو جو کہ حکومت وقت سے چھپے ہوئے تھے کو بارہ ہزار درہم یکمشت بطور اکرام کے پیش خدمت فرمایا۔ امام صاحبؒ اپنے ساتھیوں کو اہل بیتؓ کی رعایت احوال اور ضروریات کی فراہمی اور ان کی اقتداء کا حکم فرماتے تھے۔

امام شافعیؒ اور حب اہل بیتؓ:

امام شافعیؒ پر حب علیؓ واہل بیتؓ کے سبب رفض کا الزام دھرا گیا۔ لیکن حقیقت میں رفض حب سادات کا نام نہیں بلکہ سبِّ صحابہ علامت رفض ہے۔ مزید وضاحت کیلئے امام شافعیؒ کے مکمل اشعار درج کیے جاتے ہیں جس میں انہوں نے لوگوں کے طعنوں کا جواب دیتے ہوئے حقیقت کو واضح کیا ہے۔ فرمایا:

قالوا: أترفّضت؟ قلت: كلّا ‏ ‏ ما الرفض ديني ولا اعتقادي
لكن تولّيت غير شكّ ‏ ‏ خير إمام وخير هادي:
إن كان حبّ الولي رفضاً ‏ ‏ فإنّني أرفض العبادي (۲)

(۱) فرائد السمطین: ۴۲۳/۱ (۲) فرائد السمطین: ۴۲۳/۱

ترجمہ: ''لوگ کہتے ہیں کہ کیا میں رافضی ہوگیا؟ میں نے کہا ہرگز ہرگز رفض میرا دین ہے نہ عقیدہ۔لیکن میں نے بہترین امام اور ہادی (علیؓ) سے بیشک دوستداری کی ہے۔اگر علیؓ کی محبت رفض ہے تو میں سب سے بڑا رافضی ہوں۔''

ایک اور موقعہ پر فرمایا:

يا راكباً قف بالمحصّب من منىٰ — واهتف بقاعد خيفها والناهض
سحراً إذا فاض الحجيج إلى منىٰ — فيضاً كملتطم الفرت الفائض
إني أحبّ بني النبي المصطفىٰ — وأعدّه من واجبات فرائضي
لو كان رفضاً حبّ آل محمّدٍ — فليشهد الثقلان أنّي رافضي!!! (۱)

ترجمہ: ''اے سوار منیٰ کے مقام معصب پر کھڑے ہوکر میدان خیف کے بیٹھنے والوں اور کھڑے لوگوں کو آواز دو جب سحر کو حجاج مزدلفہ سے منیٰ کی طرف وادی کے سیلاب کی طرح امڈتے ہیں کہ میں آل نبی مصطفیٰ ﷺ سے محبت کرتا ہوں اور اس کو واجبات دین میں سمجھتا ہوں اگر محبت اہل بیتؓ کا نام رفض ہے تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں بھی رافضی ہوں۔''

ابیات شریفہ کا خلاصہ یہ ہے کہ پوری دنیا اس بات اور عقیدے سے مطلع ہوجائے کہ میں اولاد نبی ﷺ سے محبت کرتا ہوں اور اس کو اپنے عقیدے کا حصہ اور فرائض دین میں سمجھتا ہوں۔ میرے حب آل محمد ﷺ پر طعنہ دینے والے اگر محبت اہل بیتؓ کو رفض کہتے ہیں تو وہ جان لیں کہ میں بھی رافضی ہوں۔

ایک مرتبہ امام شافعیؒ ایک جگہ مجلس میں تشریف لائے جہاں آل ابی طالب کے بعض اہل علم تھے امام صاحبؒ نے کہا میں ان حضرات کے سامنے کلام نہیں کروں گا یہ لوگ اہل

(۱) تاریخ دمشق ابن عساکر: ۳۴/۳

فضل وکمال ہیں۔ قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے امام شافعیؒ سے کہا کہ آپ کے اندر تشیع کی خوبو ہے آپ آل نبی ﷺ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا! کیا رسول ﷺ نے نہیں فرمایا کہ:

لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين۔(۱)

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ متقی لوگ میرے دوست اور قرابت دار ہیں اور متقی اور نیک رشتہ داروں سے محبت کا حکم ہے۔ میں ایسی صورت میں رسول اللہ ﷺ کے نیک رشتہ داروں سے کیوں نہ محبت کروں پھر اپنے مشہور اشعار کہے۔

بعض تاریخوں میں یہ بھی نقل ہے کہ آپ نے ہارون الرشید کے دور میں اہل بیتؓ کی کسی تحریک میں ان کا ساتھ بھی دیا اور بیعت بھی کی۔ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف 'کتاب الام' میں باغیوں کے بارے میں معاملات کے اسلامی فقہی مسائل آپ نے حضرت علیؓ کی لڑائیوں سے مستنبط کیے ہیں اور حضرت علیؓ کے افعال واقوال کو دلیل بنایا ہے بعض لوگوں نے اسی کو دلیل بنا کر آپ پر شیعیت کا الزام لگایا۔

امام احمد بن حنبلؒ اور اہل بیتؓ:

امام احمد بن حنبلؒ فقہ وحدیث کے جلیل القدر صاحب رسوخ امام تھے اور کسی شرعی حکم کے اظہار میں کسی قسم کی ملامت اور ایذا کو خاطر میں نہیں لاتے تھے آپ کے دور میں مسئلہ

(۱) بیهقی: ۱۸۹/۲، مجمع الزوائد ۸۸/۱

خلق قرآن مشہور ہے جس میں آپ نے حفاظت قرآن کا حق ادا کیا اسی طرح دوسرے اعتقادی مسائل میں آپ کی رائے عین صواب اور موافق کتاب ہے آپ کے دور میں کوئی تحریک سادات کی نہیں اٹھی بلکہ عباسی آپس میں اختلاف کا شکار رہے البتہ ناصبیت کا زور متوکل کے دور میں ہوا تو آپ نے جذبہ احقاق حق وباطل کے تحت فتنہ ناصبیت کی بھرپور تردید فرمائی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اہل بیتؓ کا کماحقہ دفاع کیا۔ ذیل میں آپ کی شان میں لکھی ہوئی کتب مناقب میں سے آپ کے مذہب وعقیدہ کے چند نمونے درج کیے جاتے ہیں۔

علی رضی اللہ عنہ کا دفاع:

ثم نرى أحمد يعترف بخلافة علي رضى الله عنه، ويراها خلافة شرعية، ويصرّح بذلك فيقول: "من لم يثبت الإمامة لعليٍّ، فهو أضل من حمار... سبحان الله! يقيم الحدود، ويأخذ الصدقه، ويقسمها بلا حق وجب له، أعوذ بالله من هذا المقالة، نعم خليفه رضيه أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلّم، وصلوا خلفه، وغزوا معه، وجاهدوا، وحجوا، وكانوا يسمونه أمير المؤمنين راضين بذالك غير منكرين، فنحن له تبع۔(۱)

ہم دیکھتے ہیں کہ امام احمدؒ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کو برحق سمجھتے تھے اور اس کی تصریح بھی فرمائی، فرمایا:

"جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی امامت (خلافت) کو تسلیم نہیں کرتا وہ گدھے سے بھی زیادہ گمراہ واحمق ہیں.....سبحان اللہ آپ رضی اللہ عنہ نے حدود

(۱) مناقب ابن حنبل ص۱۶۱ ، ابن حنبل ص۱۶۹

شرعی قائم کیں اور صدقات واجبہ وصول کیے اور تقسیم کیے بغیر استحقاق کے، میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ایسی باتوں سے کیا ہی خوب خلیفہ ہے کہ ان پر اصحابِ رسول راضی ہیں ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھتے ہیں ان کے ساتھ مل کر جہاد کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کو امیرالمومنین کے لقب سے پکارتے ہیں یہ رضامندی اور صدق دل کے ساتھ تھا اور ہم تو ان کے تابع ہیں۔"

احمد بن حنبلؒ کا ناصبیوں سے علیؓ کا دفاع:

اور امام ابن جوزیؒ کے مناقب احمد کے حوالہ کے ساتھ ابوزہرہؒ اپنی کتاب ابن حنبل میں لکھتے ہیں:

ويستشد فى الدفاع عن على رضى الله عنه عندما يجد أحداً يمسه أو يمس خلافته، و ذالك لأنه فى عهد المتوكل قد كثر الطعن في ذلك الإمام العادل سيف الاسلام، إذ كان المتوكل ناصبيّاً، أى من الذين يناصبون عليّا العداوة، ويطعنون فيه. فكان أحمد يرد أقوالهم، ويذكر خلافة، على ومناقبه رضى الله عنه، فيقول: "إن الخلافة لم تزين عليّاً، بل على زينها" ويقول: "على بن أبى طالب من أهل البيت، لايقاس بهم أحد" و يقول: "مالأحدٍ من الصحابة من الفضائل بالأسانيد الصّحاح مثل ما لعلي رضى الله عنه"۔(۱)

(۱) مناقب ابن حنبل ص۱۶۳، ابن حنبل ص۱۷۰

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دفاع بڑے شد ومد سے کرتے تھے جب کہ کوئی آپ کی شان میں طبع آزمائی کرتا کیونکہ وہ زمانہ متوکل عباسی کا تھا اور اس دور میں حضرت علیؓ پر شدید طعن و تشنیع کی جاتی تھی کیونکہ متوکل بھی ناصبی تھا جو حضرت علیؓ کی دشمنی کا علمبردار تھا اور آپ پر طعن کرتا تھا تو امام احمدؒ ان کی باتوں کا جواب دیتے اور آپؓ کے فضائل مناقب آپ کی خلافت کی حقانیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ''بے شک خلافت نے علیؓ کو زینت نہیں بخشی بلکہ علیؓ نے خلافت کو زینت بخشی''، اور فرماتے ''علی بن ابی طالب اہل بیتؓ میں سے ہیں ان پر کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا'' اور فرماتے ''کسی بھی صحابیؓ کے بارے صحیح اسانید کے ساتھ اتنے فضائل منقول نہیں جتنے کہ سیدنا علیؓ کے بارے میں ہیں''۔

اتباع اہل بیتؓ کی تصویب اور عادلانہ دفاع

الناس علی دین ملوکھم کے مصداق لوگ ہر اس علمی شخصیت پر ناحق طعن کرتے تھے جن کی مذہبی سوچ شاہوں کے مذہب سے موافقت نہیں رکھتی تھی۔ چنانچہ امام شافعیؒ کی رائے ویسی تھی جو کہ اکابر ائمہ اہل سنت کی تھی اور ضرورت اور غیرت دینی کی وجہ سے حضرت علیؓ کا دفاع کرتے اور ان کے فضائل و مناقب علی الاعلان بیان فرماتے تھے تو ناصبی ذہن رکھنے والے لوگ اور خاندانی رقابت رکھنے والے امراء آپ پر تشیع کا ناحق الزام دھرتے تھے اور آپ سے ان الزامات کے جواب میں اشعار بھی مشہور ہیں جن کو ہم نے درج کردیا ہے الزامات کے اس تشنیعی سیلاب سے بڑے بڑے اہل علم متاثر ہوئے۔ امام آبریؒ کی مناقب شافعی میں یہ واقعہ درج ہے:

قيل لأحمد بن حنبل إن يحيى بن معين ينسب الشافعي إلى الشيعة، فقال أحمد ليحيى بن معين: كيف عرفت ذلك؟ فقال يحيى: نظرت في تصنيفه في قتال أهل البغي، فرأيته قد احتج من أوله إلى آخره بعلى ابن أبى طالب، فقال أحمد: يا عجبًا لك، فيمن كان يحتج الشافعي في قتال أهل البغي، فإن أول من ابتلى من هذه الأمة بقتال أهل البغي هو علي ابن أبى طالب فخجل ابن معين ۔(١)

''امام احمد بن حنبلؒ سے کہا گیا کہ یحییٰ بن معینؒ امام شافعیؒ کو تشیع کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ امام احمدؒ نے یحییٰ بن معینؒ سے پوچھا کہ تم یہ کس طرح سمجھے؟ یحییٰ بن معین نے جواب دیا کہ میں نے امام شافعیؒ کی تصنیف (کتاب الام) میں باغیوں سے قتال وجنگ کے مسائل دیکھے تو میں نے آپ کو شروع سے آخر تک حضرت علیؓ سے استدلال واحتجاج کرتے پایا۔ اس پر امام احمدؒ نے فرمایا کہ تم پر تعجب ہے امام شافعیؒ ان سے استدلال نہ کرتے تو کس سے کرتے ان مسائل میں۔ کیونکہ اس امت میں سب سے پہلے باغیوں سے جنگ کرنے سے صرف علی کرم اللہ وجہہ کو سابقہ پڑا ہے۔ اس پر ابن معین شرمندہ ہوا۔''

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو صرف اسی لیے بدنام کرنے کی کوشش کی گئی کہ وہ ایک محبّ اہل بیتؒ کو قریب رکھتے تھے۔ اور ان کو ثقہ کہتے تھے ان کا یہ معمول تھا کہ ان کی مجلس میں جب بھی کوئی قریشی آتا تو ان کو مقدم فرماتے تھے۔ امام احمدؒ جب جیل میں تھے تو امام ابو حنیفہؒ

(١) ابن حنبل ص ١٢٠، الشافعی ص ١٤٥

کو حب اہل بیتؓ کے جرم میں پہنچنے والی اذیتوں اور شہادت کو یاد کر کے روتے تھے اور معتصم
کو جس نے آپ کو سزا دی تھی اس کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے اس کی
مغفرت کے لیے دعا کرتے تھے، امام نسائیؒ کو دمشق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرنے
پر اتنا زدوکوب کیا گیا خدشہ ہوا کہ جان ہی نہ چلی جائے۔ آپ پر بھی تشیع کا الزام ہے۔

محدثین کرام کے ہاں اہل بیتؓ کا مقام:

محدثین کرامؒ کے ہاں ائمہ اہل بیتؓ سے سماع حدیث وروایتِ حدیث بہت ہی
متبرک اور باعث فخر ہے۔ چنانچہ محدثین کے ہاں حدیثِ مسلسل کی وہ سند جس کے تمام
راوی یا اکثر راوی اگر سادات کرام ہوں تو ایسی سند کو سلسلہ ذہب قرار دیتے ہیں۔ یہ ان سادات
کے تقوی تدیّن اور حضور ﷺ سے نسبت کے باعث محدثین کی ان سے عقیدت کا اظہار ہے۔
نمونہ کے لیے ایک سند کا تذکرہ تبرکاً کیا جاتا ہے۔ محدث ابن حجر ہیتمیؒ نے 'صواعق
محرقہ' میں امام مناویؒ نے 'شرح جامع الکبیر' میں، حضرت مدنیؒ نے 'مکتوبات شیخ الاسلام' میں،
حضرت شیخ الحدیث سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ نے 'شوق حدیث' میں، مولانا
ابوالکلام آزادؒ نے 'تذکرہ' میں اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں واقعہ درج کیا ہے۔

حضرت امام علی رضاؒ سے محدثین کی سماع حدیث:

امام حاکمؒ تاریخ نیشاپور میں لکھتے ہیں کہ
''حضرت امام علی الرضا بن موسیٰ الکاظمؒ جب نیشاپور تشریف لائے تو
لوگوں کے حد درجہ اژدھام سے نیشاپور کی عجیب صورت حال تھی بیک
وقت ہزاروں آدمیوں کے ہجوم و مرور سے تمام شہر گرد و غبار میں چھپ
گیا تھا راستوں میں راہ گیر ایک دوسرے کو سوجھائی نہیں دیتے تھے۔

بیس ہزار آدمیوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے اپنے آباء
کرام کی سند سے حدیث کی روایت کی التجاء کی تا کہ اہل بیت کرامؓ کے
عالی سلسلہ اسناد سے مشرف و مفتخر ہوں، ان بیس ہزار آدمیوں میں دو عظیم
المرتبت محدثین امام ابوزرعہؒ اور محمد ابن اسلم طوسیؒ بھی تھے ان کی التجا پر آپ
نے خچر کو روکا اور اپنے نوجوان خدام کو سائبان ہٹانے کا حکم دیا اور مخلوقات
نے آپ کے روئے مبارک کی دید سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا آپ کے
گیسوؤں کی دولٹیں آپ کے کندھوں تک لٹکی ہوئی تھیں اور لوگوں کی
حالت یہ تھی کہ کچھ چلا رہے تھے اور کچھ گریہ کناں تھے۔ علماء محدثین چلا
چلا کر کہہ رہے تھے کہ خاموش ہو جاؤ لوگ خاموش ہوئے تو امام ابوزرعہؒ
اور امام محمد بن اسلمؒ نے املاء حدیث کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے
ارشاد فرمایا:

سلسلہ ذہب:

حدثني أبي سيدنا الإمام موسى الكاظم، عن أبيه سيدنا الإمام
جعفر الصّادق عن أبيه سيدنا الإمام محمّد الباقر، عن أبيه
سيّدنا الإمام علي زين العابدين، عن أبيه سيدنا الإمام أبي
عبدالله الحسين ريحان رسول الثقلين عن أبيه سيدنا
أمير المؤمنين علي ابن أبي طالب رضي الله عنهم قال: حدثني
حبيبي وقرّة عيني رسول الله ﷺ قال حدثني جبرائيل عليه السلام
قال: قال رب العزة ذوالجلال والإكرام - لا إله إلا الله حصني، فمن
قالها دخل حصني، ومن دخل حصني آمن عذابي. (الحديث)

اس کے بعد پردہ گرایا اور چل پڑے اصحاب قلم و دوات کے شمار کے مطابق حدیث لکھنے والوں کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ تھی۔(۱)

اوپر گزری سند اور عربی عبارت حدیث استاد مکرم حضرت ذہبی وقت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ کے ثبت سے نقل کی گئی ہے جس کی سند با اجازت آپ تک پہنچی ہے اور آپ نے اس حقیر کو بھی تقریراً اور تحریراً اجازت روایت و اجازت حدیث عطا فرمائی تھی۔

فللہ الحمد والمنۃ علی هذہ النعمہ

نام بھی باعث برکت وشفاء ہے:

امام مناویؒ، محدث ابن حجرؒ اور دیگر محدثین کرام نے بھی امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ نے مذکورہ بالا سند کے بارے میں فرمایا ہے کہ

”اگر کوئی صرف اس سند ہی کو پڑھے اور مجنون پر پھونک دے تو اس کا جنون جاتا رہے۔“

حضرات حسنینؓ اور محبین حسنینؓ کیلئے حضور ﷺ کی دعائیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ

”حضور ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے لیے یہ دعا فرمائی اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے حقیقت میں مجھ سے محبت کی۔(۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ منقول ہیں:

”اے اللہ یہ میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں میں ان دونوں

(۱) مجمع ۹/۱۸۰، بخاری: ۷/۷۱ مسند احمد: ۵/۲۰۵ (۲) مسند احمد: ۲/۲۸۸

سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما جو ان سے بغض رکھے ان سے تو بغض رکھ۔“(۱)

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے اور طبرانی میں حضرت سعید بن زیدؓ سے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے یہ دعا فرمائی:

”اے اللہ مجھے حسن رضی اللہ عنہ سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما۔“(۲)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھا رکھا ہے اور یہ دعا فرما رہے ہیں اے اللہ مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت فرما۔(۳)

وہ لوگ کہ جنہیں حضور ﷺ کی سچی محبت میسر ہے زہے نصیب اور جو لوگ محبتِ رسول ﷺ کی اور اطاعتِ رسول کا دعوی رکھتے ہیں۔ وہ جستجو کر کے دیکھیں کہ حضور ﷺ کو کن سے محبت ہے اور کتنی ہے اور کن سے کیوں محبت رکھتے ہیں، اور جب معلوم ہو جائے تو ان تمام سے ویسی محبت پیدا کی جائے جیسی حضور ﷺ کو محبت تھی وگرنہ ان کا حضور ﷺ سے دعوائے محبت فضول ہے۔

رشتوں کی پاسداری ہر مومن کی ذمہ داری:

دین فطرت کی حیات آفریں تعلیمات میں سے ایک اہم معاشرتی و عمرانی تعلیم و اصول یہ بھی ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت اپنے اقرباء رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے ان سے محبت رکھے دکھ درد میں شریک ہوں اور جو کمزور و نادار ہوں تو خرچ کرتے

(۱) بخاری: ۷/۷۶، مسلم: ۲/۱۷۵ (۲) بخاری: ۷/۷۶، مسلم: ۲/۱۷۵ (۳) ایضاً

وقت سب سے زیادہ انہی کو مستحق قرار دیا جائے قرآنی الفاظ میں:

﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ﴾ [الإسراء: ٢٥]

اور رشتہ داروں کو ان کا حق دیا کرو

جو کوئی اپنے رشتہ داروں سے خیر خواہی کرتا ہے محبت سے پیش آتا ہے اور دکھ درد بانٹتا ہے ایسے لوگ پورے خاندان میں ہردلعزیز ہوتے ہیں اور جس معاشرے میں تعلقات کی اہمیت موجود ہو ایک دوسرے سے صلہ رحمی کرنے والے ہوں خاندان کے درمیان محبتیں ہوں ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹنے والے ہوں وہ معاشرہ امن واماں کا گہوارہ اور اخوت و بھائی چارگی کا آنگن ہوتا ہے اور ایسا معاشرہ قابل رشک سمجھا جاتا ہے۔

آپ اس بنیادی معاشرتی پہلو کی اہمیت کو ذہن میں بٹھا کر یہ سوچیں کہ میرے اور آپ کے رشتہ دار سے صلہ رحمی کا اتنا اہتمام ہے تو محسن انسانیت رحمت اللعالمین سرکار دوعالم ﷺ کے رشتوں کا تقدس ہمارے رشتوں سے کہیں بلند ہیں، اس لیے کہ دین فطرت کی تعلیم ہے کہ

"مومنوں کے لئے حضور ﷺ کی ذات ان کے جان و مال اور اولاد سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔"

اور یہ مسلمہ اور فطری بات ہے کہ انسان کو جس سے بھی محبت و عشق ہوتا ہے بالکل اسی طرح محبوب کے متعلقین سے بھی محبت ہوتی ہے یہاں تک کہ محبوب کے درو دیوار سے جیسا کہ حضرت امام مالکؒ نے دیارِ نبی ﷺ سے کبھی بھی دور ہونا پسند نہ کیا۔

یہ بات غیر منطقی ہے کہ حضور ﷺ سے محبت کا دعویٰ رکھے لیکن آلِ رسول ﷺ سے متعلق ذہن میں فتور ہو یا یہ کہ حضور ﷺ سے دعویٰ محبت ہو اور حضور ﷺ کے محبین و عاشقین صحابہؓ کے بارے میں دل تنگ ہو۔ اللہ ہمیں ان دونوں انتہاؤں سے بچائے۔

غیروں کی عیاری اپنوں کی سادگی یا بے رُخی:

حضور اکرم ﷺ نے اپنے اہل بیت کرامؓ کے بارے میں پیش گوئی فرمائی تھی کہ میرے اہل بیتؓ کو میرے بعد سخت مصیبتیں پیش آئیں گی، تاریخ اسلام اس پیش گوئی کی صداقت سے بھری پڑی ہے۔ آج کے دور میں اہل بیتؓ کچھ زیادہ ہی مظلوم ہوگئے ہیں وہ اس طرح کہ جو اہل حق سمجھے جاتے ہیں ان کی زبانیں، ان کے قلم اہل بیتؓ کے ذکر سے ناآشنا، ان کے جلسے مجالس میں حضرات سادات اھل بیتؓ کا تذکرہ ڈھونڈنے سے نہیں ملتا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ خوف ہے کہ کہیں ہم پر رافضیت کا طعنہ نہ پڑ جائے۔ یہ تقریباً طے کرلیا گیا ہے کہ اھل سنت کے ہاں تو صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہی ذکر خیر ہوگا۔ اھل بیت کا ذکر تو نہیں کرسکتے بڑے بڑے لوگ ان کے فضائل سنانے سے جھجکتے ہیں۔

ناجائز قبضوں کا دور گزر رہا ہے۔ سادات کے ناموں اور عقیدت پر بھی غیروں کا قبضہ ہوگیا اور روحانی وارث ایسے نالائق ہوگئے ہیں کہ قبضہ چھڑانا تو دور کی بات ہے اپنا کہنا بھی ان سے مشکل ہورہا ہے۔ یہ صورت حال کتنی کربناک ہے۔ سادات کرام کے فضائل وتعلیماتِ مبارکہ کو لوگوں نے جھوٹے اور سیاسی مقاصد کے تحت اندھی عقیدت کے دبیز پردوں میں چھپادیا ہے۔ ہمیں اپنی غیر متوازن روش ترک کرکے ان کی سچی تعلیمات، کردار اور فضائل کو بیان کرنا ہوگا تمام طبقات اہلِ علم اہلِ قلم اور صاحبان مسند کے ذمہ یہ کام ہے۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف شہید اہل بیتؓ

نام ونسب:

آپ کا نام نامی اسمِ گرامی نعمان ہے اور والد ماجد کا نام نامی اسمِ گرامی ثابت ہے۔
انہی سعادت مند حضرت ثابت والد امام اعظمؒ کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے برکت کی دعا فرمائی، جب یہ اپنے والد کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام صاحب کا لقب جو مشہور ہوا وہ امامِ اعظم ہے یہ لقب آپ کو صرف احناف کی طرف سے ہی نہیں بلکہ تمام مسالک والے ائمہ اور سوانح نگاروں نے بھی کہا اور لکھا ہے اور ''سراج الامۃ'' کے لقب سے بھی مشہور ہوئے۔

بعض سوانح نگاروں نے امام اعظمؒ کو بنی تیم کا مولیٰ لکھا ہے لیکن صحیح اور تحقیقی بات یہ ہے کہ آپ اور آپ کے آباؤ اجداد آزاد تھے کبھی کسی کے غلام نہیں رہے۔ مشہور محدث محقق ناقد امام شیخ عبدالفتاحؒ لکھتے ہیں کہ امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ الکبیر میں لکھا ہے جس کا نام 'عقد الجمان فی تاریخ اہل الزمان' ہے۔ امام اعظمؒ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد نے فرمایا:

وقال إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة نحن من أبناء فارس الأحرار، والله ماوقع علينا رق قط۔(١)

اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ فرماتے ہیں کہ ہم نسلاً فارسی اور آزاد ہیں، اللہ کی قسم ہم پر کبھی غلامی کا دور نہیں آیا۔

(١) ذیل الانتقاء ص١٨٩

اور امام صیمریؒ نے بھی باقاعدہ سند کے ساتھ اسی بات کو نقل کیا ہے۔
حضرت امام اعظمؒ کے دادا زوطی کابل کے رہنے والے تھے۔ مسلمان ہوئے اور حضرت علیؓ سے شرف ملاقات حاصل کی اور کوفہ میں جو کہ اسلام کا دارالخلافہ ہونے کے علاوہ بڑے بڑے اکابر اور اہلِ علم صحابہؓ وکبار تابعین کا مسکن وموطن تھا آکر رہائش پذیر ہوئے۔
تاہم بعض سوانح نگاروں نے حضرت امام صاحبؒ کو مولی لکھا ہے تو مولی ہونا کوئی نقص کی علامت نہیں کہ بڑے بڑے اہل آئمہ اور حضور ﷺ کے قریبی لوگ بھی غلام تھے۔

تاریخ ولادت:

٨٠ھ میں کوفہ میں حضرت ثابتؒ کے ہاں حضور ﷺ کی بشارت پر مبنی حدیثِ ثریا کا سچا مصداق اور حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کی دعاؤں کی برکت وثمرہ امام اعظمؒ کی صورت میں متولد ہوئے۔ حضرت امام اعظمؒ خلقتاً وفطرتاً سعید واقع ہوئے تھے۔ بچپن ہی سے علم کی طرف راغب ہوئے اور اپنے والد محترم کے ساتھ حج ادا فرمائے اور صحابہ کرامؓ جن میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک خصوصی طور پر مذکور ہیں زیارت وروایت کی۔ شروع میں ریشمی کپڑوں کی تجارت ہی کا مشغلہ تھا لیکن حضرت امام شعبیؒ کی نصیحت اور فطری نیک بختی سے مکمل طور پر علم کی طرف متوجہ ہوئے اور مسند ارشاد اصلاح کو خوب زینت بخشی اور اسی میں عمر گزار دی۔

امام صاحبؒ کو خراج عقیدت پیش کرنے والے ائمہ کرام:

امام اعظمؒ کے مناقب، تعریف اور توثیق میں ائمہ حدیث، ائمہ فقہ اور ائمہ فنِ رجال کے اتنے اقوال ہیں کہ احصاء ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہے۔ اس سے اندازہ لگا سکتے

ہیں کہ مذاہب اربعہ کے بڑے بڑے علماء اور فن رجال کے ماہر آئمہ مؤرخین اور سوانح نگاروں نے کتنی ہی مستقل ضخیم تصانیف امام اعظمؒ کے مناقب میں لکھی ہیں۔ امام ذہبیؒ، امام ابن عبدالبر، ابن حجرؒ اور ان کی طرح دیگر ائمہؒ کی ایک طویل فہرست ہے۔ برکت کی نیت سے ان چند عظیم ہستیوں کے مبارک ناموں کو تحریر کیا جاتا ہے جنہوں نے امام اعظمؒ کے لیے اپنے اپنے الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

(۱) امام ابو جعفر بن علی بن حسین بن علیؓ (استاذ)

(۲) یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ (ہم عصر)

(۳) امام دار الہجرۃ مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ (استاذ و ہم عصر)

(۴) امام ابو موسیٰ جعفر بن علی بن حسین بن علیؓ (استاذ و ہم عصر)

(۵) امام حماد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ (استاذ)

(۶) امام محمد بن ادریس الشافعی المطلبی رحمۃ اللہ علیہ (شاگردوں کے شاگرد)

(۷) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (استاذ امام بخاریؒ) (شاگردوں کے شاگردوں کے شاگرد)

(۸) امام مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ (شاگرد)

(۹) امام ایوب السختیانیؒ (شاگرد)

(۱۰) سلیمان بن مہران الاعمش رحمۃ اللہ علیہ (استاذ)

(۱۱) امام شعبہ بن الحجاج البصریؒ (شاگرد)

(۱۲) امام سفیان الثوری الکوفیؒ (شاگرد)

(۱۳) امام سفیان بن عیینۃ الکوفی المکیؒ (شاگرد)

(۱۴) امام مغیرہ بن المقسم الضبیؒ (شاگرد)

(۱۵) امام سعید بن عروبہ البصریؒ (شاگرد)

(۱۶) امام حماد بن زید البصریؒ (شاگرد)

(۱۷) امام قاضی شریک النخعیؒ (شاگرد)

(۱۸) امام قاضی عبداللہ بن شبرمہ الکوفیؒ (شاگرد)

(۱۹) امام یحیی بن سعید القطان البصریؒ (شاگرد)

(۲۰) امام عبداللہ بن المبارک المروزی الکوفیؒ (شاگرد خاص)

(۲۱) الامام قاسم بن معن الکوفیؒ (شاگرد)

(۲۲) الامام وکیع بن الجراح الکوفیؒ (شاگرد)

ان کبار ائمہ کے علاوہ بھی بہت سے کبار ائمہ، فقہاء، محدثین اور اصحاب الرجال ہیں۔ امام الحافظ ابن عبد البر الاندلسیؒ نے اپنی مشہور کتاب 'الانتقاء' میں ۶۸ بڑے ائمہ اور کبار مشائخ کے کلماتِ عقیدت ان کے ناموں کے ساتھ ذکر کیے ہیں جن میں بہت سے آپ کے اساتذہ ہیں اور بہت سے ہم عصر ہیں اور بہت سے مشائخ آپ کے شاگرد ہیں۔ جن کا ذکر ہوا وہ آئمہ متقدمین میں سے ہیں اور متاخرین کو بھی شامل کریں تو ان کے ناموں اور تاثرات پر ضخیم تصنیفات وجود میں آسکتی ہیں۔

خاندانِ نبوت سے تعلقات

تعلقات کی ابتداء:

امام اعظمؒ کے جد امجد نعمان بن مرزبان الزوطی کابل کے اعیان واشراف میں سے بڑے صاحبِ فہم وفراست واقع ہوئے تھے۔ سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت

ہی میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور کوفہ منتقل ہوئے۔حضرت امام صاحبؒ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حمادؒ فرماتے ہیں۔

حضرت امام اعظمؒ میرے دادا ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے ان کے والد حضرت ثابت کو حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ کے پاس لے جایا گیا۔حضرت امیر المومنین نے ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی ۔ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اس نے ہمارے حق میں حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دعا کو شرف قبولیت عطا کیا ہے۔(۱)

امام حافظ قاضی ابی عبداللہ الصمیریؒ نے اپنی تصنیف 'اخبار ابی حنیفہ واصحابہ' میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔فرماتے ہیں:

أنا إسماعيل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان ولد جدي في سنة ثمانين، وذهب ثابت إلى علي ابن أبى طالب وهو صغير فدعا له بالبركة فيه، وفي ذريته، ونحن نرجوا من الله أن يكون قد استجاب الله ذلك لعلي ابن أبى طالب رضى الله عنه فينا۔ قال النعمان بن المرزبان أبوثابت هو الذى أهدى لعلى ابن أبى طالب الفالوذج فى يوم نيروز فقال: نوروزونا كل يوم، وقيل: كان ذلك فى المهرجان فقال : مهرجونا كل يوم ۔(۲)

ترجمہ:

حضرت امام اعظمؒ کے پوتے اسماعیل اپنے دادا سے ان کے دادا اور والد ثابت کے بارے میں روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ ۸۰ ہجری میں پیدا

(۱) تاریخ بغداد :۱۳/ ۳٦۰ (۲)مناقب ابی حنیفہؒ للموفق ص ۳٤۲ ، أخبار أبی حنیفہؒ للصیمری ص ۲، مناقب الکردری ص۷٤، کذا فی التبیض والخیرات۔

ہوئے اور ان کے والد ثابت کو حضرت علیؓ کے پاس لے جایا گیا جب آپ چھوٹے تھے تو ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اور ان کی ذریت کے لیے برکت کی دعا کی'' فرماتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ دعا ہمارے حق میں ضرور قبول ہوئی اور نعمان نے حضرت علیؓ کو نیروز کے دن فالودہ کا ہدیہ پیش کیا۔حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہمارا ہر دن ہی نیروز ہوتا ہے۔بعض نے کہا مہرجان کے دن فالودہ پیش کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہمارا ہر دن مہرجان ہوتا ہے۔

گویا یہیں سے ہی اس سعید خاندان کی خاندانِ نبوت سے عقیدت اور خاندانی تعلقات کا بابرکت اور مستحکم آغاز ہوا پھر وقت کے ساتھ ساتھ یہ تعلقات مضبوط سے مضبوط تر ہوتے گئے اور روحانی، علمی اور سیاسی قربتوں میں اضافہ اور مضبوطی پیدا کرتے گئے۔

خاندان نبوت سے کسب علوم:

خطیب بغدادیؒ تاریخ بغداد میں اور امام صیمریؒ اخبار ابی حنیفہ میں رقم طراز ہیں کہ ایک دفعہ عباسی خلیفہ منصور نے امام اعظمؒ سے سوال کیا کہ آپ نے علم کن سے حاصل کیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تلامذہ سے اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے اور شاگردان علی رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے اور حضرت امام اعظمؒ قضایا میں عموماً حضرت علی المرتضیٰؓ کے قضایا پر عمل کرتے تھے۔(۱)

(۱) اخبار ابی حنیفہ للصیمری ص۵۹

آخر کیوں نہ ہو کہ زبان نبوت سے سیدنا علی المرتضیٰ کے لیے اقضٰی اور باب العلم کا عظیم المرتبت لقب نصیب ہوا۔

امام صاحبؒ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایات:

چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مجموعہ احادیث 'جامع المسانید' للخوارزمی میں آپ کی سیدنا علی المرتضیٰؓ سے مروی مرفوع وموقوف روایات کی تعداد کم وبیش ۵۸ ہیں اور امام محمد بن الحسنؒ کی کتاب الآثار میں آپ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ۲۶ روایات موجود ہیں۔ بعض سوانح نگاروں نے بزبان سیدنا علی المرتضیٰؓ حضرت امام اعظمؒ کی بشارت بھی نقل کی۔

مشاجرات میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مجتہدِ مصیب

امام اعظمؒ کی رائے میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جو لڑائیاں لڑی تھیں۔ ان میں حق وصواب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جانب تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مخالفین کی کوئی تاویل ان کی نگاہ میں قابل تسلیم نہ تھی۔ جیسا کہ ان کو برا بھلا کہنے کیلئے کوئی جواز نہ تھا۔
چنانچہ امام الموفق المکیؒ اپنی کتاب مناقب ابی حنیفہؒ میں امام صاحبؒ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

قال ما قاتل أحدٌ علياً إلا وعليٌّ أولى بالحق منه، ولولا ما سار عليٌّ فيهم ماعلم أحد كيف السيرة في المسلمين. (۱)

ترجمہ:

فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جس کسی نے لڑائی کی ہے حق علیؓ کی طرف رہا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ روبہ عمل نہ لاتے تو لوگوں کو ایسے مسائل کا حل

(۱) مناقب للموفق ص ۳۴۲

ہی نہ ملتا ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا۔

لاشكّ أنّ أمير المؤمنين علياً إنما قاتل طلحة والزبير بعد أن بايعاه وخالفاه۔ (۱)

بلا شبہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس وقت ان دونوں سے لڑائی لڑی تھی جب کہ انہوں نے بیعت کے بعد ان کی مخالفت کی۔
ایک اور موقع پر آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ یوم جمل کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ تو فرمایا:

فقال سار عليٌّ فيه بالعدل وهو أعلم المسلمين بالسنة في قتال أهل البغي۔ (۲)

حضرت علیؓ کا رویہ اس میں مبنی بر انصاف تھا وہ سب مسلمانوں سے زیادہ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ اہل بغی سے حرب و پیکار کا اسلامی نظریہ کیا ہے۔
اور اہل السنہ والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ یہی ہے جیسا کہ آئمہ نے بیان بھی کیا ہے کہ مشاجرات میں صواب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف تھا لیکن ان کے مخالفین کے بارے میں انگشت نمائی بھی ناجائز ہے کہ ان کی نیت اخلاص پر مبنی تھی لیکن اجتہاد میں صواب سیدنا علی المرتضیٰؓ کی طرف رہا۔
حضرت امام اعظمؒ جب سیدنا علی المرتضیٰؓ کے ساتھ ہونے والی لڑائیوں میں اتنا صاف اور قطعی نکتہ نظر رکھتے اور اس کا برملا اظہار کرتے تھے تو بعد کے جابرہ حکمرانوں جن کے دور کا خود مشاہدہ کیا ان کی غلطیوں پر نکیر واصلاح سے کب چوکتے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا یہ جذبہ ہی ان کے اور وقت کے جابر حکمرانوں میں کھچاؤ اور کشمکش کا بنیادی اور اہم سبب تھا۔

(۱) مناقب للموفق: ص۴۳۴ (۲) مناقب مکی: ص۳۴۴

سیدنا علی المرتضیٰؓ کا درجہ فضیلت

خلفاء راشدینؓ کے درجات فضیلت کے بارے میں آپ کی رائے امام کردریؒ نقل کرتے ہیں۔

إنه كان يفضل الشيخين .....ثم اختلفوا فقال أقلهم وهي رواية عن الإمام علي ثم عثمان وقال أكثرهم عثمان ثم علي وهو الأصح في مذهب الإمام ثم العشرة المبشرة ثم أهل بدر۔(۱)

آپ شیخین (ابوبکرؓ وعمرؓ) کو فضیلت دیتے تھے۔ پھر اختلاف ہوا کہ حضرت عثمانؓ و علیؓ میں کون افضل ہیں تو قلیل لوگوں نے حضرت علیؓ کو فضیلت دی اور امام صاحبؒ سے بھی یہ روایت نقل ہے لیکن اکثر سیدنا عثمان غنیؓ کو فضیلت دیتے ہیں اور امام اعظمؒ کا صحیح مسلک ہے پھر عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر۔

اتباع علی کرم اللہ وجہہ

جیسا کہ گزر چکا کہ امام صاحبؒ کے ہاں قضایا علی کرم اللہ وجہہ کا کتنا مقام تھا آپ اکثر اجتہادی احکام و مسائل میں سیدنا علیؓ کی روایت اور رائے کو ترجیح دیتے تھے بطور مثال دو روائتیں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) مناقب ابی حنیفةؒ کردری ص ۱۰۰

(۱) ''امام اعظمؒ عید کے بعد نوافل ادا نہیں کرتے تھے لیکن ایک دن آپ نے چار نوافل ادا کیے پوچھا گیا تو فرمایا کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت پہنچی ہے کہ آپ عید کے بعد چار نوافل ادا کیا کرتے تھے اس لیے میں بھی کرتا ہوں۔''

(۲) ایک اور روایت ہے کہ ''حضرت وکیع بن الجراحؒ نقل کرتے ہیں کہ امام اعظمؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ نے فرمایا چار ہزار اور اس سے کچھ کم نفقہ ہے۔ اس ارشاد گرامی کی وجہ سے چالیس سال سے چار ہزار درہم سے زائد کا مالک نہیں ہوا ہوں۔ اگر محتاجی کا ڈر نہ ہوتا تو میں اپنے پاس ایک درہم بھی نہ رکھتا۔(۱)

معلوم ہونا چاہیے کہ امام اعظمؒ شروع زندگی سے ہی سیدنا علی المرتضیٰؓ کی اتباع ہر شعبہ زندگی میں کرتے رہے اور باب العلم کے علمی دربانی بڑے چاؤ اور عقیدت سے پوری زندگی کرتے رہے۔ اگر نقل کیا جائے تو حضرت علیؓ سے منقول روایات امام صاحبؒ کے اتنی ہیں کہ اگر کتابوں میں بکھری ہوئی روایات کو جمع کیا جاوے تو ایک ضخیم کتاب وجود میں آئے۔

سیدنا علی المرتضیٰؓ کا دفاع

بنوامیہ کے دور حکومت میں سادات علویہ پر قافیہ زمین باوجود اپنی وسعتوں کے بہت تنگ تھی سرعام بُرا بھلا کہا جاتا اور سرعام منبروں سے بھی سبّ وشتم ہوتا تھا۔ حضرت عمر بن

(۱) مناقب کردری

عبدالعزیزؒ نے اس کو بند کردیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد انہی کے دور خلافت میں آل رسول ﷺ کوسکون وامن نصیب ہوا لیکن ان کے بعد پھر وہی حالت بلکہ اس سے بھی بدتر حالت ہوگئی۔ یہاں تک مجالس ومحافل وخطبات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اوران کے اولاد اطہار کا نام لینا بھی جرم اور بغاوت متصور ہوتا تھا۔ بڑے ائمہ محدثین آپ کا یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام نہ لیتے بلکہ قال الشیخ کہہ کر پکارتے اور روایت بیان کرتے، حضرت راس الصّالحین حسن بصریؒ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بھی جب علیؓ کا نام لینا ہوتا تو ابوزینب کہہ کر روایت نقل کرتے، امام کردریؒ نقل کرتے ہیں۔

وكـان بـنو أميّة لا يذكر عند هم عليّ وكل من ذكره عندهم عـاقبـوه وكانت العلامة فيه أن يقولوا "قال الشيخ" كذا وكان الحسن البصرى إذ ذكره قال أبو زينب كذا۔[1]

بنوامیّہ کے دورحکومت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بھی نہیں لیا جاتا تھا جوبھی ان کا نام لیتا اس کوتکلیف پہنچائی جاتی اور اہل علم ان کا نام لینے کے بجائے بطور علامت الشیخ کہہ کر نام لیتے تھے اور حضرت حسن بصریؒ آپ کو ابوزینب کہہ کرنام لیتے تھے۔

ایسے دہشت زدہ ماحول میں حکمرانوں کے دربار میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا نام لینا اوران کی تعریف وتائید کرنا سیدنا امام اعظمؒ ہی کا خاصہ ہے۔

امام کردریؒ مناقب میں واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

قـال كـا ن بنو أميّه يطلبون الفقهاء للإفتاء فدعانى واحد منهم ... فـقـال يا نـعـمـان مـاتـقـول أنت فاسترجعت وقلت هذا

(۱) مناقب کردری: ص ۱۹۰

أول مـادعيـت كيف لا أقـول ما ادين به وقولى فيها قول عليٌّ رضـي الـله عنه وبنو اميّة لا يذكُر عندهم على ولا يفتون برأيه فـقـلـت۔۔۔ قـال مـن قال هذا قلت على ابن أبى طالب۔۔۔ ذكـر مـحمد بن مقاتل إنه ابن هبيرة زادفيه وقال بإيّ القولين تـأخـذ أنـت قال قلت عمرؓ عندى أفضل من علي لكن براى عليؓ آخذ۔[1]

امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے کہ بنوامیّہ کے حکمران وعمّال فقہاء کوفتویٰ کے لیے بلاتے چنانچہ مجھے بھی بلایا .....اور مجھے کہا اے نعمان آپ کا اس بارے کیا رائے ہے۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں میں نے انا للہ پڑھا کیوں کہ میری رائے ان کی رائے کے خلاف تھی اور اس مسئلہ میں میں حضرت علیؓ کے رائے سے متفق تھا اور بنوامیّہ کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کیا جاتا تھا اور نہ ان کے مذہب کے موافق فتویٰ دیا جاتا تھا، تو میں نے جب فتوی دیا تو پوچھا کہ یہ کس کا قول ورائے ہے تو میں نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے۔۔۔ اور محمد بن مقاتل کہتے ہیں کہ وہ بنوامیّہ کا گورنر ابن ہبیرہ تھا اور یہ بھی کہا کہ ابن ہبیرہ نے حضرت امام اعظمؒ سے سوال کیا کہ اس مسئلہ میں (طلاق وعدت کا مسئلہ تھا) آپ کس رائے کو لیتے ہیں تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں لیکن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کو پسند کرتا ہوں اور لیتا ہوں۔

(۱) مناقب کردری ص ۱۰۹

اہل سنت مسلکِ اعتدال:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

''پس حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی محبت میں افراط وتفریط کے درمیان جن کو رافضیوں اور خارجیوں نے اختیار کیا ہے۔ اہل سنت والجماعت متوسط ہیں اور شک نہیں کہ حق وسط میں ہے اور افراط وتفریط دونوں مذموم ہیں۔''

مثیلِ عیسیٰ علیہ السلام:

حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر المومنینؓ سے روایت کی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے علی تجھ میں عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے جن کو یہودیوں نے یہاں تک دشمن سمجھا کہ ان کی ماں پر بہتان لگایا اور نصاریٰ نے اس قدر دوست رکھا اور ان کو اس مرتبہ تک لے گئے جس کے وہ لائق نہیں تھے یعنی ابن اللہ قرار دیا۔ پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو شخص میرے حق میں ہلاک ہوں گے۔ ایک وہ جو میری محبت میں افراط کرے گا اور جو کچھ مجھ میں نہیں میرے لیے ثابت کرے گا اور دوسرا وہ شخص جو میرے ساتھ دشمنی کرے گا اور عداوت میں مجھ پر بہتان لگائے گا پس خارجیوں کا حال یہودیوں کے حال کے موافق ہے اور رافضیوں کا حال نصاریٰ کے حال کے موافق کہ دونوں وسط حق سے برطرف جا پڑے ہیں۔ وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہل سنت والجماعت کو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے محبین میں سے نہیں جانتا

حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی محبت رفض نہیں ہے امام شافعی مطلبیؒ فرماتے ہیں:

لَوْ کَانَ رِفْضاً حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ

فَلْیَشْھَدِ الثَّقَلَانِ اَنّی رَافِضٍ

''اگر آل محمد ﷺ سے محبت رفض ہے تو انس وجن گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام کی صورت پیش آکر رہی۔ جیسا کہ زبان رسالت ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ یہی افراط وتفریط والی صورتحال آپ رضی اللہ عنہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد اطہار کے بارے میں بھی پیش آتی رہی۔ چنانچہ ان افراط وتفریط کے شکار لوگوں کی فکری فتنہ بازیوں اور چیرہ دستیوں نے اہل بیتؓ اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللّٰہ علیہم أجمعین کو دو انتہاؤں کے طور پر پیش کیا۔ حالانکہ قرآنِ مقدّس، زبانِ رسالتؐ، ارشاداتِ صحابہؓ اور کردارِ صحابہؓ اور خود اکابر اہلِ بیتؓ کے ارشادات ان کے ان مزعومہ، باطل خیالات کی صراحۃً نفی کرتے ہوئے ان کو آپس میں محبّ ومحبوب، امام ومقتدی، امیر ومشیر اور انتہائی قریبی رشتہ دار بتلاتے ہیں۔

آنے والی سطور میں بیان کیا جائے گا کہ سوادِ اعظم اہل سنت کے عقیدے کے مطابق صحابہؓ واہلِ بیتؓ یکجان ودو قالب ہیں۔ حضور ﷺ کی جانثار جماعت ان دونوں سے مکمل ہوتی ہے ان کے درمیان ہی مضبوط تعلقات قائم رہے اور ان کے دل ایک دوسرے کی محبت وعقیدت سے معمور رہتے تھے جن کے شواہد لاتعداد ہیں بالخصوص اہلِ بیتؓ کا وہ مقام جو اہلِ سنت کے ہاں ہے۔ چند نمونے پیش کیے جائیں گے۔ اس مبنی برحق معتدل عقیدے کی خاطر جابرۂ وقت کے ہاتھوں شہید ہونے والے اولوالعزم شخصیت استقامت کے پہاڑ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ شہید اہلِ بیتؓ کو پیش آمدہ مصائب اور ان کے اسباب کی نشاندہی کی جائے گی تاکہ لوگوں کو اعلائے کلمۃ الحق کی قدر وقیمت معلوم ہوسکے اور ان کے اندر بھی وہ جذبہ بیدار ہو جائے جس جذبے سے امام اعظمؒ کے لیے بنو امیّہ اور بنو عباس کے جابر حکمرانوں کے کوڑے پھول اور زہر ہلاہل قند شیریں محسوس ہوتا تھا۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

تحقیق آل واہل:

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں حضور ﷺ کے گھرانے اور اولاد کے لیے پانچ الفاظ، آل، اہلِ بیتؓ، ذوی القربی، عترۃ، ذرّیۃ خصوصیت سے استعمال ہوئے، ان میں سے آل اور اہل بکثرت استعمال ہوئے ہیں۔ محققین لغت کے نزدیک آل بھی اہل سے منقلب ہو کر بنا ہے اور بعض آل کی اصل کو اُوّل قرار دیتے ہیں لفظِ آل شرافت کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے اور معرفہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور اہل نکرہ کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ اپنی معرکتہ الآرا تصنیف ''معارف الحدیث'' میں ''درود شریف میں لفظ آل کا مطلب'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

> اس درود شریف (درود ابراہیمی) میں ''آل'' کا لفظ چار دفعہ آیا ہے۔ ہم نے اس کا ترجمہ گھرانے والوں کا کیا ہے عربی زبان اور خاص کر قرآن وحدیث کے استعمالات میں کسی شخص کی ''آل'' ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ان لوگوں کے ساتھ خصوصی تعلق رکھتے ہوں۔ خواہ یہ تعلق نسب اور رشتہ کا ہو جیسے ان کے بیوی بچے یا رفاقت اور عقیدت ومحبت اور اتباع کا جیسے کہ اس کے مشن کے خاص ساتھی اور محبین، متبعین اس لیے نفس لغت کے لحاظ سے یہاں آل کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگلے ہی نمبر پر اسی مضمون کی حضرت ابو حمید الساعدیؓ کی جو حدیث درج کی جارہی ہے اس میں درود شریف کے جو الفاظ ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ''آل'' سے ''گھرانے والے'' مراد ہیں یعنی آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی نسل واولاد، اور جس طرح ان کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خصوصی قرابت وجزئیت اور زندگی میں شرکت کا خاص شرف حاصل ہے (جو دوسرے حضرات کو حاصل نہیں ہے اگرچہ وہ درجہ میں ان سے افضل ہوں)

> اسی طرح یہ بھی ان کا ایک مخصوص شرف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان پر بھی درود وسلام بھیجا جاتا ہے۔ اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ ازواج مطہرات وغیرہ جو لفظ ''آل'' کے مصداق ہیں، امت میں سب سے افضل ہوں۔ عنداللہ افضلیت کا مدار ایمان اور ایمان والے اعمال اور ایمانی کیفیت پر ہے جس کا جامع عنوان تقویٰ ہے، ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ [الفتح: ٤٩] اس کو بالکل یوں سمجھنا چاہیے کہ ہماری اس دنیا میں بھی جب کوئی مخلص محبّ اپنے کسی محبوب بزرگ کی خدمت میں کوئی خاص مرغوب تحفہ اور سوغات پیش کرتا ہے تو اس کے پیش نظر خود وہ بزرگ اور ان کے ذاتی تعلق کے بنا پر ان کے گھر والے ہوتے ہیں اور اس مخلص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ یہ تحفہ ان بزرگ کے ساتھ ان کے گھر والے یعنی اہل وعیال بھی استعمال کریں۔ کسی کے ساتھ تعلق وصحبت کا دراصل یہ فطری تقاضا ہے۔ درود شریف بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک تحفہ اور سوغات ہے۔ اس میں آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ آپ کے خاص متعلقین یعنی اہل وعیال کو بھی شریک کرنا بلاشبہ آپ ﷺ کی محبت کا تقاضا ہے اور اس سے آپ ﷺ کے قلب مبارک کا بہت زیادہ خوش ہونا بھی ایک فطری بات ہے۔ اس کی بنیاد پر افضلیت اور مفضولیت کی کلامی بحث کرنا کوئی خوش ذوقی کی بات نہیں ہے۔ بہر حال اس عاجز کے نزدیک راجح یہی ہے کہ درود شریف میں آل محمد ﷺ سے آپ کے گھر والے یعنی ازواج مطہرات اور ذریت مراد ہے اور اسی طرح سے آل ابراہیم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر والے! قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ

﴿رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ اِنَّهٗ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ﴾[هود:٧٣] بلاشبہ آلِ ابراہیم علیہ السلام وہی ہیں جن کو اس آیت میں اہل البیت فرمایا گیا ہے۔(١)

آل واہل کے مصداق:

محققین میں آل واہل سے مراد و مصداق میں علمی اختلاف ہوا ہے لیکن جمہور محققین و محدثین وفقہا کے نزدیک حضور ﷺ کے آل اور اہل میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اوران کی اولاد کا شامل ہونا متفق علیہ ہے۔

حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی خاں بازی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

بعد اللتيا والتى قد اتفق جمهور العلماء من السلف والخلف على دخول أولاد الفاطمة رضي الله عنها وأولاد أولادها وان سفلو في ذرية النبى وابنائه ولا عبرة بما حكى من انكار بعض بنى اميّة وولاتهم عن ذلك و جمهور العلماء يتمسّكون فى ذالك بكتاب الله وسنة رسول الله ﷺ بأقوال السلف في هذا الموضوع۔(٢)

یعنی تحقیق وتفحص کے بعد جمہور علماء قدیم وجدید سب اس پر متفق ہیں کہ حضرت فاطمہؓ اوران کی اولاد اوران کی اولادوں کی اولادیں جتنی بھی نسل پھیل جائے وہ سب حضور ﷺ کی ذریّت اور اولاد میں سے ہیں اور اس باب میں بعض بنوامیہ اوران کے حکمرانوں کی رائے اور خیالات کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور جمہور کیلئے قرآن وسنت میں ہزاروں دلائل دستیاب ہیں۔

(١) معارف الحديث: ٢٧٤/٧ (٢) النهج السهل: ص ٢٣٠

مسند احمد میں ام المومنین طیبہ طاہرہ سیدہ عائشہؓ کی روایت موجود ہے فرماتی ہیں:

أقبلَتْ فاطمةُ تَمشِي كانت مشيتها من مشيةِ رسول الله ﷺ فقال مرحبا يا ابنتى ثم أجلسها عن يمينه أو عن شماله. ثم إنه أسر إليها حديثاً فبكتْ فقلت لها استخصّكِ رسول الله ﷺ حديثه ثم تبكين ثم إنه أسر إليها حديثا فضحكت فقلت ما رأيت كاليوم فرحاً أقرب من حزن فسألتها عما قال فقالت ما كنت لأ فشي سرّ رسول الله ﷺ حتى اذا قبض النبى ﷺ سألتها فقالت إنه أسرا إلي، فقال إن جبرائيل عليه السلام كان يعارضني بالقرآن في كل عام مرة وإنه عارضنى به العام مرتين ولا أراه إلا قد حضر أجلي وإنك أوّل أهل بيتي لحوقا بي ونعم السلف أنا لك فبكيت لذلك ثم قال ألا ترضين أن تكوني سيدة نساء هذه الأمة أو نساء المؤمنين قالت فضحكت لذالك۔(١)

ترمذی میں حضرت امّ سلمہ امّ المومنین رضی اللہ عنہا سے بھی یہ روایت مروی ہے اور مستدرک حاکم میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان روایات میں جو باتیں واضح ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:

(١) حضرت فاطمہؓ کا اندازِ تکلم اور چلنا بالکل حضور ﷺ کی طرح تھا۔

(٢) حضور اکرم ﷺ کو حضرت فاطمہؓ سے نہایت قلبی تعلق تھا اس لیے کھڑے ہو کر اور والہانہ انداز والفاظ سے استقبال کرتے تھے۔

(١) مسند احمد: ٢٨٢/٦

(۳) اپنی وفات کے بارے میں اس اہم راز کو صرف آپ پر ظاہر فرمایا۔

(۴) اور آپ کو اپنے اہل بیتؓ میں سے فرمایا اور سب سے پہلے آپ سے آ ملنے کی اطلاع دی اور جہاں بھر کی عورتوں کی سردار فرمایا۔

اولاد علیؓ اولاد رسول ﷺ ہے:

جب آیت مباہلہ ﴿تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَاءَ نَا وَاَبۡنَاءَ كُمۡ﴾ [آل عمران ٦١] نازل ہوئی تو حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ اور ان کے دونوں بیٹوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ وحضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ساتھ لیکر مباہلہ کو نکلے۔ بخاری شریف میں مروی حدیث شریف جس میں حضور ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تھا ''إِنَّ ابۡنِي هٰذَا سَيِّدٌ'' اس میں آنحضرت ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا فرمایا۔

معجم طبرانی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ

''كُلُّ بَنِي أُنْثَى فَإِنَّ عُصْبَتَهُمْ لِأَبِيهِمْ مَاخَلَا وَلَدَ فَاطِمَةَ فَإِنِّي أَنَا عَصَبَتَهُمْ وَأَنَا أَبُوهُمْ۔'' (۱)

حدیث مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ نے خود کو حضرت فاطمہؓ کی اولاد کا عصبہ اور باپ کہا ہے۔

کتب حدیث میں آنحضرت ﷺ سے یہ ارشاد منقول ہے جو آپ نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ''أَوۡلَادُنَا أَكۡبَادُنَا'' ہماری یہ اولاد ہمارے دل کے ٹکڑے ہیں۔

خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب جنگ صفین میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ جنگ میں فطری بہادری کے سبب بڑھ بڑھ جاتے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں سے فرماتے کہ اس لڑکے کو روکو کہیں یہ شہید ہوگیا تو حضور ﷺ کی نسل ہی منقطع ہوجائے گی۔

(۱) معجم الطبرانی: ۳/٤٤

امام یعمرؒ کی جرات اور قوت استدلال:

امام الکلام فخر الدین رازیؒ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں یہ عبرت آموز واقعہ لکھا ہے:

''امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ میں حجاج بن یوسف کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ مشہور تابعی فقیہ وامام ابوجعفر یحییٰ بن یعمرؒ خراسانی کو بیڑیوں میں پابجولان لایا گیا۔ حجاج نے امام صاحب سے کہا کہ کیا تو سمجھتا ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ حضور ﷺ کی اولاد میں سے ہیں تو امام نے فرمایا ہاں۔ حجاج نے پھر کہا کہ تو کتاب اللہ سے اپنے دعوی پر واضح دلیل پیش کر ورنہ تمہارے ایک ایک عضو کو کاٹا جائے گا تو امام نے فرمایا کہ میں کتاب اللہ سے واضح اور بین دلیل دوں گا اے حجاج۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ میں ان کی جرأت پر حیران ہوا جب انہوں نے حجاج کو اے حجاج کہہ کر مخاطب کیا۔ حجاج نے کہا لیکن آپ یہ آیت ﴿تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَاءَ نَا﴾ پیش نہ کریں۔ حضرت امام نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے کتاب اللہ سے اس سے بھی واضح دلیل لاؤں گا اور وہ یہ آیات ہیں۔ ﴿وَنُوحًا هَدَيۡنَا مِنۡ قَبۡلُ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيۡمَانَ وَ.... وَزَكَرِيَّا وَيَحۡيٰى وَعِيسٰى﴾ [الأنعام: ۸٦-۸۷]

''پس عیسیٰ کے والد کون ہیں جب کہ اللہ نے ان کو حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے قرار دیا۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے اس جواب پر حجاج شرمندگی سے پسینے میں شرابور ہوگیا پھر سر اٹھایا اور کہا کہ ایسا لگتا ہے گویا میں نے یہ آیت کبھی نہیں پڑھی پھر حکم دیا کہ ان کی بیڑیاں کھول دیں۔ (۱)

(۱) تفسیر رازی: ۳/۲۸٤

مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیرؒ بھی حجاج اور بنوامیہ کے مظالم کا شکار ہو کر شہید ہوئے سبب یہی تھا کہ ان کی عقیدتیں آل رسول ﷺ کے ساتھ تھیں جیسا کہ آیت مُوَدَّۃُ الْقُرْبٰی کی تفسیر میں ان کے طبعی میلان کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت سیدنا موسیٰ کاظمؒ کی حاضر جوابی وقوت استدلال:

محدث ابن حجر ہیتمیؒ مکی صواعق محرقہ میں رقم طراز ہیں کہ:

ہارون الرشید نے حضرت امام موسیٰ کاظمؒ سے پوچھا کہ آپ کس طرح خود کو حضور ﷺ کی اولاد کہتے ہیں جبکہ تم علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہو تو حضرت موسیٰ کاظمؒ نے بھی ہارون الرشید کے سامنے یہ آیت ''ونوحا ھدینا سے إلی عیسیٰ تک'' تلاوت کی کہ جب قرآن کے مطابق حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے حضرت نوحؑ کے بیٹے ہو سکتے ہیں تو اولاد فاطمہؓ کیوں حضور ﷺ کی اولاد نہیں ہو سکتی۔(۱)

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی اولاد ہیں۔

خطیب بغدادیؒ نے یہ واقعہ اپنی تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے:

کہ ہارون الرشید حج کے لیے گیا اور حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس پر سلام کیلئے حاضر ہوا اور اس کے ساتھ اشراف قریش اور مختلف سرداران قبائل بھی تھے حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ بھی تھے، ہارون الرشید نے بارگاہ رسالت میں سلام پیش کرتے ہوئے کہا' السلام علیك یا رسول اللہ ابن عمّی۔ دوسروں کے سامنے فخر کے لیے حضور ﷺ کو چچازاد کہا تو

(۱) صواعق محرقہ :ص۴۷۶

حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے سلام پیش کرتے ہوئے فرمایا السلام علیکم یا أبت تجھ پر سلام ہو اے میرے ابا جان! ہارون الرشید کا چہرہ یہ سن کر فق ہو گیا اور کہا یہ ہے فخر کی بات اے ابوالحسن آپ نے سچ کہا۔(۱)

آل وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے:

امام شامیؒ ردالمحتار میں وعلی الہ وصحبہ کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

اختلف في المراد بالآل في مثل هذا الموضع فالأكثرون على أنهم قرابة النبى الذين حرمت عليهم الصدقة على الإختلاف فيهم۔(۲)

حضرت امام یزید بن حیان تابعیؒ سے حضرت زید بن ارقمؓ والی روایت میں ہے کہ ''حضرت زیدؓ سے روایت حدیث کے بعد سوال کیا گیا کہ اہل بیتؓ سے مراد کون ہیں کیا امہات المؤمنین اہل بیتؓ میں ہیں۔ حضرت حصینؒ (سائل) کے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ ازواج مطہرات بھی اہل بیتؓ میں سے ہیں اور اہل بیتؓ سے مراد وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے پھر سوال کیا گیا کہ کن پر صدقہ حرام ہے تو فرمایا کہ اولاد علی رضی اللہ عنہ اولاد عقیل رضی اللہ عنہ اولاد جعفر رضی اللہ عنہ اولاد عباس رضی اللہ عنہ''۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد پاک جو آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا صدقہ کی ایک کھجور کو منہ میں ڈالنے پر انگلی ڈال کر کھجور کو نکالا اور فرمایا کہ

إنا آل محمّد لا تحلّ لنا الصدقة

ہم آل محمد کے لیے صدقہ حرام ہے

(۱) تاریخ بغداد :۱ (۲) درالمختار :۲/۱

اس حدیث سے جہاں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا آل رسول ﷺ ہونا بیان ہوا وہاں ان پر صدقہ حرام ہونا بھی واضح ہوا لہذا حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے آل رسول ﷺ میں سے ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی۔

حضرت زیدؓ والی حدیث ودیگر احادیث کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے نزدیک صدقہ صرف بنی ہاشم پر حرام ہے۔

امام شامیؒ فرماتے ہیں:

یہ حکم صرف ان کے اعزاز اور تکریم کے لیے ہے۔ اور اس اعزاز میں اہل بیتؓ اور بنو ہاشم کے نیک اور غیر نیک سب شامل ہیں صدقہ لوگوں کے مال کا میل ہوتا ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے اسے اوساخ اموال الناس قرار دیا یہ خاندان نبوت کی کرامت کے لیے حرام کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ سادات عموماً نیک باطن ہوتے ہیں تزکیہ واحسان کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہوتے ہیں کیونکہ بزبان قرآن ان کی اللہ نے تطہیر ظاہری وباطنی فرمائی ہے۔

قیامت اور قربت نبوی ﷺ:

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:

اہل بیت کرامؓ کو حضور ﷺ کے ساتھ پانچ چیزوں میں ساتھ ساتھ اور برابر رکھا ہے (۱) محبت (۲) صدقہ لینے کی حرمت (۳) تطہیر، ظاہری باطنی ومعنوی پاکیزگی (۴) سلام (۵) درود میں۔

گویا کہ درود شریف میں جب حضور ﷺ کا نام مبارک لیا جائے گا تو حضور ﷺ کے ساتھ آپؐ کی اولاد اور اہل بیتؓ بھی مذکور ہوں گے، درود شریف کے جتنے الفاظ اور صیغے

کتابوں میں محدثین نے جمع کیے ہیں ان سب میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ کی آل کا ذکر خیر ہوتا ہے اور محبت وعقیدت سے دل نہال ہو جاتے ہیں۔ اسی سے ان کی سعادت مندی اور رفعت شان کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ

"أَولى النَّاس بِي (يَوْمَ الْقِيَامَةِ) أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً"۔(۱)

قیامت کے دن میرے سب سے قریب وہ ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھے گا۔ گویا کہ قیامت میں حضور ﷺ کی قربت کے لیے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر درود بھیجنا ہوگا۔ ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ جو میرے اہل بیتؓ کے لیے تکلیف برداشت کرے گا قیامت کے دن میں اس کا کفیل اور وکیل ہوں گا۔

مقبول نماز کونسی ہے:

دار قطنی اور بیہقی میں حضرت مسعود الانصاریؓ کی یہ حدیث درج ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

مَن صلّى صلاةً لم يصلّ فيها عليّ وعلى أهل بيتي لم تقبل منه۔(۲)

”جس نے بھی کوئی نماز پڑھی لیکن نماز میں مجھ پر اور میرے اہل بیتؓ پر درود نہیں بھیجا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔“

حضرت جابرؓ، حضرت عبد اللہؓ اور دار قطنیؒ کے مطابق امام محمد بن علی الباقرؒ تینوں کا موقوف ارشاد ہے کہ ”جو کوئی نماز میں حضور ﷺ اور ان کی آل پر درود نہیں پڑھتا اس کی نماز ہی نہیں ہوتی“، کسی عرب شاعر نے کیا خوب کہا ہے بعض نے اس شعر کی نسبت

(۱) صحیح ابن خیان:۳/۱۹۲ (۲) دار قطنی: ۱/۳۰۰، بیهقی: ۲/۵۳۰

حضرت امام شافعیؒ کی طرف کی ہے۔

یا أهل بیت رسول اللّٰه حبّکم — فرض من اللّٰه فی القرآن أنزله
کفاکم من عظیم القدر أنکم — من لم یصل علیکم لا صلاة له

ترجمہ:

اے اہل بیت ؓ رسول ﷺ آپ حضرات کی محبت اللہ کی طرف سے قرآن کریم میں فرض کی گئی ہے۔آپ کی قدر ومنزلت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جو آپ حضرات پر درود نہ پڑھے،اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

درود کیسے پڑھیں:

درود شریف کے صیغے بھی رسالت مآب ﷺ نے خود سکھائے ہیں۔حضرت کعب بن عجرہ ؓ نے اپنے شاگرد حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ سے کہا کہ میں آپ کو ایک ہدیہ نہ دوں جو میں نے حضور ﷺ سے سنا۔پھر درود شریف کا صیغہ بتلایا جو آپ کو خود حضور اکرم ﷺ نے سکھلایا تھا۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے صحیحین میں حضرت ابوحمید الساعدیؒ سے یہ روایت نقل کی ہے جس میں فرماتے ہیں:

ہم نے رسول ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول ﷺ ہم آپ پر کس طرح درود پڑھیں پس حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

قُولُوا اللّٰهُمّ صلّ علی محمّدٍ وأزواجه وذرّيّته كما صلّيتَ علی آل إبراهيم وبارك علی محمّدٍ و أزواجه وذرّيّته كما باركتَ علی إبراهيم إنكَ حميدٌ مجيدٌ۔(۱)

(۱) صحیح البخاری :۱۶۳/۴، باب علی غیر النبی: مسلم:۳۰۶/۱

اسی طرح سنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرۃ ؓ کی روایت ہے کہ

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مَن سَرّه أن يَكتَال بالمِكيَالِ الأوفى، إذَا صَلّى علينا أهلَ البيتِ، فليَقل: "اللّٰهُمّ صلّ على مُحمّدٍ النّبيّ و أزوَاجِه أُمّهَاتِ المُؤمِنِينَ، وذُرّيّته و أهلِ بيته، كما صلّيتَ علَى آل إبراهيم إنكَ حَميدٌ مجيدٌ۔(۱)

ترجمہ:

جو کوئی چاہے کہ اس کے اعمال کا وزن پورا پورا کیا جائے تو ہم پر اس طرح درود پڑھے ''اے اللہ درود بھیج نبی محمد ﷺ پر اور ان کی گھر والیوں پر جو کہ مومنین کی مائیں ہیں اور ان کی اولاد اور اہل بیت ؓ پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیمؑ کی آل پر بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔

حاجات کے لیے اکسیر:

امام دیلمیؒ نے مسند الفردوس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور امام ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں امام جعفر صادق ؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

مَن صلّى على محمّد صلى الله وسلّم وعلى أهل بيته مائة مرة قضى الله له مائة حاجة۔(۲)

ترجمہ:

جو کوئی حضور اکرم ﷺ اور ان کی اہل بیتؓ پر ایک سو مرتبہ درود پڑھے گا۔ اللہ اس کی سو حاجات پوری کریں گے۔

(۱) السنن لابی داؤد: ۶۰۱/۱ (۲) مسند الفردوس: ۶۱/۴ سیر اعلام النبلاء: ۱۶۱/۶

اسی مفہوم کی حدیث سنن بیہقی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔

اہل سنت کے ہاں درود شریف کا جو اہتمام ہے اور نمازوں کے علاوہ الحمد اللہ ہزاروں لاکھوں کی تسبیحات درود پڑھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ درود کے بغیر دعا و نماز قبول نہیں ہوتی ان کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کے دلوں میں اہل بیتؓ کی محبت نہیں ہے یہ تو بالکل ماورائے عقل بات ہے۔

﴿سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾[النور: ١٦]

لحاظ رشتہ:

ارشاد خداوندی ہے کہ

﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾[الشوریٰ ٢٣]

حبر الامۃ ترجمان القرآن حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اس آیت میں کونسی قرابت مراد ہے۔ مجلس میں شہید اہل بیتؓ حضرت سعید بن جبیرؓ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا کہ اس آیت سے آل محمد ﷺ کی قرابت مراد ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آپ نے جلدی کی حضور اکرم ﷺ کو تمام قریش سے قرابت تھی۔(١)

یہاں پر کم فہم آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ دونوں حضرات کی تفسیر میں کوئی فرق نہیں ہے اس لیے کہ جب پورے قریش کی قرابت کا لحاظ مراد ہے تو جو حضور ﷺ کے بہت ہی قریبی ہیں مثلا آپ ﷺ کی اولاد و نواسے وہ بدرجہ اولی مراد ہیں اور جو اہل ایمان ہیں وہ اس سے بھی زیادہ لحاظ قرابت کے حقدار ہیں۔ جیسا کہ خود حضور اکرم ﷺ سے اس آیت کی تشریح میں ارشاد پاک منقول ہے کہ "إلا أن تصلّوا قرابتي منكم"

(١) صحیح ابن حبان: ١٤/١٠٧

میری قرابت کا لحاظ کرو (قرابت جتنی زیادہ ہوگی اسی حساب سے لحاظ رکھا جانا چاہیے) حافظ سخاویؒ نے استجلاب میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے بھی حضرت سعید بن جبیرؒ کے موافق روایت ملتی ہے۔

تفسیر مَوَدَّةُ الْقُرْبٰى:

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ آیت مودۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ امام بغویؒ نے امام شعبیؒ کی روایت سے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ تم میری قرابت کا لحاظ کرو مجھ سے (حسب تقاضا قرابت) مودّت کرو اور میرے رشتہ قرابت کو جوڑے رکھو۔ امام مجاہدؒ، عکرمہؒ، مقاتلؒ، سدیؒ، اور ضحاکؒ نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے۔

امام بغویؒ مودۃ القربیٰ کی آیت کی کلی منسوخی سے موافق قول کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"یہ قول ناپسندیدہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے محبت اور ہر دکھ کو حضور ﷺ سے دور کرنا اور آپ ﷺ کے اقارب سے محبت کرنا دینی فرائض میں سے ہے۔"

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنا عقیدہ (جو کہ تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے) بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں اس میں شک نہیں کہ رسول ﷺ سے اور آپ ﷺ کے اقارب سے محبت تو فرض محکم ہے جو منسوخ نہیں ہوسکتی۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ رسول ﷺ کے لیے اجرت طلبی کا حکم منسوخ کردیا گیا ہو۔"

آگے فرماتے ہیں کہ:

"مودّت کو تبلیغ کا اجر قرار دینا حقیقی نہیں مجازی ہے اجرت جیسی شکل ہونے کی وجہ سے مودّت کو اجر کہا گیا ہے کیونکہ حقیقی اجرت تو وہ ہوتی ہے جو اجرت کے طلبگار کے لیے مفید ہو اور وہ خود اس سے فائدہ اندوز ہوسکے۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت سے اس کو کمال ایمان کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی لیے ہمارے نزدیک آیت مذکورہ میں مودة القربیٰ کی یہی تفسیر زیادہ صحیح ہے کہ میں تم سے بس یہ چاہتا ہوں کہ میرے اقرباء میرے اہل بیت اور میری اولاد سے محبت کرو"۔

سلاسل تصوف کا سرخیل و سرچشمہ اہل بیتؓ ہیں:

حضرت پانی پتیؒ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ تو آخری نبی تھے آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہ تھا آپ کے بعد فرض تبلیغ کو ادا کرنیوالے علماء امت ہی ہیں علماء ظاہر ہوں یا علماء باطن (فقہاء محدثین، ائمہ تصوف) اللہ نے اپنے نبی کو اسی لیے حکم دیا ہے کہ آپ امت کو اپنے اہل بیتؓ سے محبت رکھنے کی تبلیغ کریں کیونکہ امام المسلمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ائمہ اہل بیتؓ جو آپ ﷺ کی نسل میں سے ہوئے کمالات ولایت کے قطب تھے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر (میں داخل ہونے) کا دروازہ ہیں۔ طبرانی اور بزاز نے حضرت جابرؓ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس روایت کی تائیدی شواہد وہ حدیثیں بھی ہیں جن کے راوی حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ

ہیں حاکم نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ یہی باعث ہے کہ اکثر مشائخ کے سلسلے ائمہ اہل بیتؓ تک پہنچتے ہیں۔ سادات کرام میں بہت کثرت سے اولیاء ہوئے ہیں جیسے غوث الثقلین محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی وحسینیؒ، شیخ بہاؤالدین نقشبندؒ، سید مودود چشتیؒ اور سید ابوالحسن شاذلیؒ (حضرت سید معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت شاہ ھمدانؒ، حضرت سید خواجہ گیسودرازؒ، سید محمد احمد بدایونی دہلوی المعروف سلطان اولیاءؒ، سید نصیر الدین محمود بن یحییٰ اودھی المعروف چراغ دھلیؒ، سید اشرف بن ابراہیم جہانگیر سمنانیؒ، سید آدم بنوریؒ، سید احمد شہیدؒ، سید احمد شریف السنوسیؒ از مولف) وغیرہ یہی مراد ہے حدیث مبارک: "**إني تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتي**" کی۔

اکثر علماء تفسیر نے لکھا ہے کہ "إلا المودّة في القربى" میں استثناء منقطع ہے اور (الا کا معنی لیکن ہے) اجر اپنے حقیقی معنی پر ہے مطلب یہ ہے کہ میں تم سے کسی معاوضہ کا بالکل طلب گار نہیں ہوں لیکن میری قرابت جو تم سے ہے اس کی طرف متوجہ کراتا ہوں اور مودت قرابت چاہتا ہوں حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت کردہ حدیث:

"**أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي**"

میں اسی مطلب کا اظہار کیا گیا ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اور اپنے اہل بیتؓ کی محبت رکھنے کا حکم امت کو دیا ہے تاکہ امت کو فائدہ پہنچے اس کی تائید آئندہ آیت سے ہورہی ہے:

﴿وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيْهَا حُسْنًا﴾[الشوریٰ ۲۳]

اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں اور خوبی بڑھا دیں گے۔

حسنہ سے مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے آل اور نائبوں کی محبت ہے ورنہ سابقہ عبارت اور اس جملہ میں کوئی ربط نہ ہوگا۔ البتہ لفظ حسنہ عام ہے ہر نیکی کو شامل ہے۔ اللہ حسنہ میں اور خوبی بڑھا دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آل رسول یعنی مشائخ طریقت سے محبت کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت بڑھ جاتی ہے اور محبت رسول ﷺ کی ترقی سے محبت خدا میں مزید اضافہ ہوتا ہے اسی لئے مشائخ صوفیہ کہتے ہیں کہ صوفی کو پہلے فنا فی الشیخ کا درجہ حاصل ہوتا ہے پھر فنا فی الرسول کا اور آخر میں فنا فی اللہ کا۔ فنا سے مراد ایسی شدت محبت کہ محبوب کی یاد کے وقت نہ اپنا پتہ رہے نہ کسی دوسرے کا سوائے محبوب کے ہر نشان مٹ جائے۔''(۱)

احسان کا بدلہ:

آیت مودّت مکہ میں نازل ہوئی اس کے اولین مخاطب مشرکین تھے جو کہ حضور ﷺ کی دعوت پر کان نہ دھرتے تھے پھر بھی حضور ﷺ کے احسان تبلیغ اسلام پر ان سے قرابت کی لحاظ داری کا مطالبہ ہے تو وہ لوگ جو کہ امت ایجابی ہیں اور جنہوں نے حضور سرور کائنات ﷺ کی وساطت سے اسلام اور ایمان جیسی نعمت عظمیٰ سے دامن بھر لیے ان کے لیے تو بدرجہ اولی قرابت کا لحاظ چاہیے۔ ﴿هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾[الرحمٰن:۶۰]

(۱) تفسیر مظہری: ۲۱۷/۱۰

اہل بیت عظامؓ، اہل سنت والجماعت کا نکتہ نظر:

اہل سنت والجماعت کے عقائد میں یہ بنیادی نظریہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیتؓ دونوں پر اس طرح ایمان رکھنا ضروری ہے کہ صحابہ کرامؓ حضور ﷺ کی صحبت کی وجہ سے اگلی پچھلی امتوں میں افضل ترین اور اللہ کے پسندیدہ ترین لوگ ہیں۔ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے گھر والے اور اولاد ہونے کے ناطے ہمیں اپنے نفس اور اپنی اولاد سے زیادہ محبوب ہیں اور ان سے محبت وعقیدت سلیمہ کو جزو ایمان تصور کرتے ہیں۔ شارح فقہ الاکبر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فقہ الاکبر (امام اعظمؒ کی عقائد کے متعلق تصنیف ہے) کی شرح میں اہل سنت کا موقف تحریر کرتے ہیں۔

"وكان السلف... جعلوا من علامت السنة والجماعة تفضيل الشيخين ومحبة الحسنين"(۱)

اکابرین امت کے ہاں اہل سنت والجماعت کی علامات میں سے حضرات شیخین ابوبکرؓ وعمرؓ کی فضیلت اور حضرات حسنین حسنؓ وحسینؓ کی محبت ہے امام ابوجعفر طحاویؒ عقیدہ طحاویہ میں فرماتے ہیں کہ ''ومن أحسن القول في أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وأزواجه الطاهرات من كل دنس وذرّياته المقدسين من كل رجس فقد برئ من النفاق''(۲)

ترجمہ:

جو کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ازواج مطہراتؓ اور ذریت مقدسہؓ کے بارے میں عیب و برائی کی بجائے اچھی بات کہتا ہے وہ نفاق سے بری ہے۔

معلوم ہوا کہ ان دونوں میں کسی ایک کی برائی کریں یا دل میں خیال رکیں وہ منافق ہے۔

(۱) شرح فقہ اکبر: ص۶۳ (۲) شرح عقیدہ الطحاویہ: ۷۳۷/۲

حضور کی ﷺ اپنی اولاد کے بارے میں وصیت :

امام طحاویؒ کے متن کی شرح میں امام ابن ابی العزالحنفیؒ رقم طراز ہیں کہ صحیح مسلم شریف میں حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ:

"قام رسول الله صلى الله عليه وسلّم فينا خطيبا بماء يدعى خما بين المكة و المدينة ... ثم قال أما بعد ألا أيها الناس فإنما أنا بشر يوشك أن يأتي رسول ربى فأجيب وأنا تارك فيكم الثقلين۔ أولهما كتاب الله فيه الهدى والنور، فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به، فحثّ على كتاب الله ورغب فيه، ثم قال وأهل بيتى أذكّركم الله في أهل بيتى ثلاثاً۔(۱)

ترجمہ:

حضور اکرم ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے خم نامی پانی کے پاس جو کہ مدینہ اور مکہ کے درمیان ہے پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ آگاہ رہو اے لوگو کہ میں ایک انسان ہوں قریب ہے کہ خدا کا فرستادہ میرے پاس آئے اور میں اس کی دعوت پر لبیک کہوں (یعنی موت کا جام پیو) میں تمہارے پاس دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں ان میں سے پہلی کتاب اللہ (قرآن) ہے اس میں ہدایت اور روشنی ہے پس خدا کی کتاب کو پکڑ و اور مضبوطی سے تھامو۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے ابھارا اور ترغیب دی پھر فرمایا کہ دوسری چیز میرے اہل بیتؑ ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیتؑ کے بارے میں بھلائی کی تاکید کرتا ہوں یہ تین دفعہ دہرایا۔

(۱) مسلم:۲/۱۰۹، بیهقی :ص۱۰۹

مستدرک حاکم میں ہی حضرت زیدؓ کی روایت ان الفاظ کے ساتھ ہیں ۔

إنى قد تركتُ فيكم الثّقلين: أحدهما أكبر من الآخر كتاب الله وعترتى أهل بيتي، فانظروا كيف تخلفونى فيهما، فإنّهما لن يتفرقا حتّى يَرِدَا عليّ الحوضَ۔(۱)

یہ روایت جابر بن عبد اللہؓ اور کئی دوسرے صحابہ سے بھی مروی ہے خود اہل بیت عظامؑ کی سند عالیہ سلسلہ الذہب سے یہ حدیث مروی ہے چنانچہ امام دولابی نے "الذرية الطاهره" اور امام جعابیؒ نے "الطالبيين" میں اور انہی سے حافظ سخاویؒ نے "الاستجلاب" میں نقل کیا ہے کہ

من حديث عبدالله بن موسى عن ابيه عن عبد الله بن حسن عن أبيه عن جده عن علي رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلّم، قال إنى مخلف ما أن تمسكتم به لن تضلوا كتاب الله عزوجلّ طرفه بأيديكم وعترتى أهل بيتى ولن يتفرقا حتى يردا على أحوض ۔(۲)

جامع ترمذی میں حضرت ابوذر غفاریؓ کی وہ مشہور روایت بھی ہے جو آپ نے کعبہ کے دروازے کی زنجیر پکڑ کر اعلان کر کے بیان کی کہ

سمعتُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إنى تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتى أهل بيتى، فإنهما لن يتفرّقا حتى يردا على الحوض فانظروا كيف تخلفونى فيهما۔(۳)

مسند بزاز میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں عترتی کی جگہ نسبی لکھا ہوا ہے۔

(۱) المستدرک :۱۱۸/۳ (۲) الاستجلاب: ص۷۲ (۳) جامع ترمذی: ۶۲۲/۵

جو ظاہری و باطنی لحاظ سے پاک ہیں:

حضرت امام مسلم نے صحیح میں فضائل اہل بیت ﷺ کے باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے کہ

خَرجَ النَّبِيُّ صلّى اللّه عليه وسلّم غداةً وَعَليهِ مِرطٌ مُرَحّل مِن شَعرٍ أسودَ فَجاءَ الْحَسَن بنِ عَلِيّ رضي اللّه عنه فأدخلهُ، ثم جَاء الحُسين رضى اللّه عنه فَدَخَل معه، ثمّ جاءت فاطمة رضى اللّه عنها فأدخلها، ثم جاء عليّ رضي اللّه عنه فأدخله، ثمّ قال: "إنّما يُريدُ اللّهُ لِيُذهِبَ عَنكُمُ الرِجْسَ أَهلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُم تَطْهِيراً۔(۱)

یہی روایت اور کئی صحابہ کرامؓ سے بھی مروی ہے اور ان میں سے بعض میں حدیث کا یہ جملہ بھی درج ہے۔ اللّٰهُمّ هؤلاء أهل بيتى و أهل بيتى أحق.

یہ واقعہ آیت مباہلہ کے نزول کے بعد پیش آیا۔ جس میں حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہؓ، حضرات حسنینؓ کو چادر کے نیچے ڈال کر فرمایا کہ یا اللہ یہ میرے اہل بیت رضی اللہ عنہم ہیں ان کو پاک فرما۔

حافظ سخاویؒ نے ''استجلاب'' میں اور ابن حجر ہیتمیؒ نے ''مجمع الزوائد'' میں اور امام طبرانیؒ نے ''معجم'' میں یہ روایت نقل کی ہے۔

عن أبى جميلةَ قالَ: إنّ الحسنَ بن عليٍّ رضى اللّه عنهما استُخلفَ حِينَ قُتِلَ عَلِيٌّ رضى الله عنه، قَال فَبَينَما هُوَ يُصَلِّي إذ وَثَبَ عَلَيهِ رَجُلٌ فَطعنهُ بِخِنجَرٍ وَزَعمَ حُصَينٌ أنّه بَلغَهُ أَنّ الّذِى طعنَه رجُلٌ مِن بني أسدٍ، وحسنٌ ساجدٌ ... فقالَ يا

(۱) صحيح مسلم: ٤/٣٠٠، رقم الحديث: ١٨٨٣/٢

أهلَ العراقِ، اتّقُواللّه فينا، فإنّا أُمراؤُكم وضِيفانُكم، ونحنُ أهلُ البَيتِ الّذِى قَالَ اللّه عزوجل: ﴿إنَّما يُرِيدُ اللّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً﴾ قال: فمَا زَالَ يقُولُها حتّى ما بقِى أحدٌ مِن أهلِ الْمَسجِدِ إلّا وَهُو يَحِنُّ بُكَاءً۔(۱)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب کیے گئے ایک دفعہ نماز کے دوران جب حضرت حسنؓ سجدہ میں تھے بنو اسد کے ایک شخص نے آپ پر خنجر کا وار کیا تو آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اے اہل عراق ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو ہم تمہارے امیر اور مہمان ہیں اور ہم ان اہل بیتؓ میں سے ہیں جن کی پاکیزگی کا اعلان قرآن میں کیا ہے۔ ﴿إنَّمَا يُرِيدُ اللّهُ لِيُذْهِبَ﴾ کی روایت پڑھی آپ بار بار یہ آیت فرماتے یہاں تک تمام مسجد والے اونچی آواز سے رونے لگ گئے۔

روایت میں ہے کہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام میں کسی نے درش خوئی کی اس پر آپ نے اس سے پوچھا کیا تم نے سورۂ احزاب کی یہ آیت نہیں پڑھی اور آیت تطہیر پڑھ دی اور فرمایا اس آیت سے مراد ہم ہی ہیں۔

اہل بیتؓ کی تعظیم شعائر اللہ کی تعظیم ہے:

مشہور محدث وفقیہہ حضرت امام نووی الشافعیؒ اپنی شہرہ آفاق کتابِ حدیث ''ریاض الصالحین'' میں ایک باب ''أكرام أهل بيت رسول الله وبيان فضلهم'' کے عنوان سے قائم کیا ہے جس میں دو آیات لائے ہیں۔ پہلا ﴿إنَّمَا يُرِيدُ اللّهُ﴾ یعنی آیت تطہیر دوسری آیت سورۂ حج سے لائے ہیں۔

(۱) مجمع الزوائد: ١٧٢/٩

﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾[الحج: ٣٢](١)

ترجمہ:

اور جو کوئی ادب رکھے اللہ کے نام لگی چیزوں کا سو وہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے۔

اس طرح امام نوویؒ جیسے جلیل القدر محدث وفقیہہ کے انتخاب واستشہاد سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اہل بیت عظامؓ بھی شعائر اللہ ہیں جن کی تعظیم ہر مومن پر فرض ہے کیوں کہ شعائر کی تعظیم حقیقت میں اللہ ہی کی تعظیم ہے۔

مسلک حقہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ عقیدۃ واسطیہ میں فرماتے ہیں کہ:

ويحبّون يعني (أهل السنة) أهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلّم ويتولّونهم، ويحفظون فيهم وصية رسول الله صلّى الله عليه وسلّم حيث قال يوم غدير خم: أُذكّركم اللهَ فِي أهل بيتي۔(٢)

ترجمہ:

اہل سنت والجماعت اہل بیت نبوی ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور ان سے تعلق و دوستی رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کی وصیت مبارک کی پاس ومحافظت کرتے ہیں جو کہ آپ ﷺ نے غدیر خم کے مقام پر اپنی امت کو فرمایا کہ میں تمہیں اپنے اہل بیتؓ کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں آگے لکھتے ہیں:

(١) رياض الصالحين : ص ١٤٥   (٢) شرح عقيدة الواسطيه: ص١٥٢

وقال للعباس عمه: وقد اشتكى إليه أن بعض قريش يجفوا بني هاشم فقال: والذي نفسي بيده لا يؤمنون حتى يحبّوكم لله ولقرابتي۔(١)

ترجمہ:

حضرت عباسؓ عم رسول ﷺ نے آپ ﷺ سے بعض قریش کی بے رخی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم سے محبت نہ کریں اللہ کے لیے اور میرے رشتہ کے لحاظ میں۔

ذیل کتاب میں شارح عقیدہ واسطیہ لکھتے ہیں کہ اھل بیتؓ سے اس حدیث میں مراد حضور اکرم ﷺ کے وہ رشتہ دار واولاد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ آلِ علیؓ، آلِ عقیلؓ، آلِ جعفرؓ، آلِ عباسؓ اور بنو الحارث بن عبد المطلب اور حضور ﷺ کی ازواج مطہراتؓ اور آپ کی بیٹیاںؓ آپ کے اہل بیتؓ ہیں۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾[الأحزاب: ٣٣]

آگے فرماتے ہیں۔

فأهل السنة يحبّونهم ويحترمونهم ويكرمونهم لأن ذلك من احترام النبي صلى الله عليه وسلّم وإكرامه، ولأن الله ورسوله قد أمرا بذلك قال تعالى: ﴿قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾۔(٢)

"یعنی اہل سنت والجماعت کثر اللہ سوادھم اہل بیت عظامؓ سے محبت کرتے ہیں اور ان کی تکریم بجالاتے ہیں کیونکہ ان سے محبت اور ان کا اکرام اللہ کے رسول سے محبت واکرام

(١) مسند أحمد :١/٣٤٠، المستدرك:٣/٣٧٦   (٢) شرح عقيدة الواسطيه :ص١٥٢

کی مانند ہے اور اللہ اور رسول اکرم ﷺ دونوں نے اس کا حکم دیا ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد پاک ہے کہ اے پیغمبر آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا لیکن میری قرابت کا لحاظ اور ان سے محبت۔"

مَوَدَّةُ الْقُرْبٰی کے مصداق:

حافظ ابن کثیرؒ اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں اور امام طبریؒ اپنی تفسیر میں اور حافظ سخاویؒ الاستجلاب میں سند کے ساتھ یہ واقعہ نقل کرتے ہیں:

"جب حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کو دیگر اہل بیتؓ کے ساتھ پابجولاں کربلا سے دمشق لایا گیا تو دمشق میں ہی ایک شامی نے کھڑے ہو کر ان کے سامنے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کیا اور تمھارا استحصال کر دیا اور فتنہ کی سینگ کاٹ دیا، تو حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تو نے قرآن پڑھا ہے، شامی نے جواب دیا کہ ہاں میں نے پڑھا ہے، حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا کیا تو نے آل حم پڑھا ہے۔ شامی نے کہا کہ میں نے قرآن پڑھا ہے اور آل حم نہیں پڑھا حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا: تو نے یہ آیت:

﴿قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾

نہیں پڑھی۔ تو شامی نے کہا کہ کیا اس آیت کا مصداق آپ ہی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں۔(۱)

حافظ سخاویؒ اور امام دولابیؒ دونوں نے اہل بیتؓ ہی کی سند سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے، آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ بیشک ہم اہل بیتؓ میں سے ہیں جن

(۱) تفسیر طبری: ۱۱/۱۴۴

سے محبت اور مودۃ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلم پر فرض کر دی ہے پس اللہ نے اپنے نبی سے کہا کہ

﴿قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْناً﴾[الشوری: ۲۳]

پس اقتراف الحسنہ سے مراد اہل بیت سے محبت و مودت ہے۔(۱)

محبتِ اہل بیتؓ تکمیل ایمان:

شارح عقیدہ واسطیہ لکھتے ہیں کہ

"حضور ﷺ کا ارشاد اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے نہیں مومن ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ سے محبت کریں اللہ کے لئے اور میری قرابت کی وجہ سے"(۲)

پس اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ حضور ﷺ کے اہل بیتؓ سے محبت نہ رکھے پہلا سبب محبت کا اللہ کے لیے ہے کیونکہ اہل بیتؓ اللہ کے اولیاء میں سے ہیں اور وہ اللہ کے نیک اور فرمانبردار لوگوں میں سے ہیں جن سے محبت و تعلق واجب ہے ان سے محبت کا دوسرا سبب انکا وہ مقام و مرتبہ ہے جو حضور ﷺ کے ہاں ہے اور جو ان کی نسبی قرابت حضور ﷺ سے ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ اہلِ سنت والجماعت روافض کے طریقے سے برأت کا اظہار کرتے ہیں جو انہوں نے غلو کیا اور اہل سنت والجماعت ناصبیوں سے بھی براءت ظاہر کرتے ہیں جو انہوں نے اہل بیت عظامؓ کی عداوت میں اپنے مذموم سیاسی مقاصد کے لیے تحریک اٹھائی۔

(۱) الاستجلاب: ص۵۹ الذریۃ الطاہرہ للدولابی: ص۷۴، تفسیر ابن کثیر: ۴/۱۴۳ (۲) مسند احمد: ۱/۲۴۲ سنن ترمذی: ۵/۶۱۰

حضور ﷺ کا رشتہ باعث نجات ہے:

خاتمۃ المحققین علامہ ابن عابدین المعروف امام شامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مختصر رسالہ "العلم الظاہر فی نفع نسب الطاہر" میں تفصیل کے ساتھ نسب طاہر کے نافع ہونے اور نہ ہونے پر بحث کی ہے اور آل نبی اور ذریت طاہرہ کے فضائل ومناقب میں احادیث جمع کی ہیں۔

مسند بزاز اور طبرانی کی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

مَا بَالُ أَقْوامٍ يَزْعُمُونَ أَنَّ قَرَابَتِي لَا تَنْفَعُ إِنَّ كُلَّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي وَإِنَّ رَحِمِي مَوْصُولَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ۔(۱)

یعنی ان لوگوں کو کیا پڑ گئی ہے جو کہتے ہیں کہ میرا رشتہ قرابت فائدہ مند نہیں ہے یاد رکھو ہر نسب اور تعلق قیامت کے دن ختم ہو کے رہ جائے گا سوائے میرے نسب اور تعلق کے بے شک میرا رشتہ دنیا وآخرت دونوں میں قائم رہے گا۔

عجیب وقوی استدلال:

حدیث بالا کے ذکر کے بعد امام شامیؒ قرآن کی ایک آیت سے عجیب استشہاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

آخر آپ کی قرابت رحم کیوں نہ فائدہ مند ہوگی حالانکہ قرآن میں ہے۔

﴿أَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا﴾ [كهف ٨٣]

(۱) كشف الاستار للهيشمي:۳/۱۱۰ استجلاب ص ۹۰ معجم طبرانی: ۱/۴۰ العلم الظاهر ص ٤

ان بچوں کے جن والدین کو نیک کہا گیا ہے ان کے اور ان بچوں کے درمیان سات پشتوں کا واسطہ ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

فلا ريب في حفظ زريته صلى الله عليه وسلم وأهل بيته فيه وإن كثرت الوسائط بينهم وبينه ۔(۱)

یعنی جب قرآن مجید دو بچوں کو اس لئے قابل تکریم وترحیم بتلاتا ہے کہ ان کے آباء میں سے سات پشت پہلے کے والدین نیک تھے تو حضور ﷺ کی اولاد اطہار تو ان سے کتنے ہی درجے زیادہ لائق تعظیم وتکریم ٹھہرتی ہے۔ فلیفھم۔

امام جعفر صادقؒ کا ارشاد نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ولهذا قال جعفر الصادقؓ فيما اخرجه الحافظ عبدالعزيز بن الأخضر في كتابه معالم العترة النبوية، "احفظوا فينا ما حفظ العبد الصالح فى اليتيمين قال وكان أبوهما صالحا" (۱)

امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے حقوق کی محافظت دیکھ بھال اس طرح کرو جیسا کہ حضرت خضرؑ نے ان دو یتیم بچوں کے حقوق کی دیکھ بھال کی تھی۔ جن کے والدین نیک تھے۔

غور فکر کا مقام ہے کہ حضرت خضرؑ حضرت موسیٰؑ کی تعلیم کر رہے ہیں ایک مقام پر ایک دیوار کھڑی ہوئی ہے اور اس دیوار کے مالک دو یتیم بچے ہیں اور اس دیوار کے نیچے خزانہ چھپا ہوا ہے جو کہ بقول مفسرین سات پشت پہلے کے والدین کا دفن کیا ہوا ہے اور وہ نیک تھے بس صرف اسی سبب سے اس دیوار کی تعمیر دو اولوالعزم ہستیاں کر رہی ہیں تاکہ ان کا مال محفوظ رہے اور وہ بعد میں فائدہ اٹھائیں۔

(۱) رسائل ابن عابدين ص ٤

تو رسالت مآب ﷺ کی اولاد اطہار تو بدرجہ اولیٰ استحقاق رکھتی ہے کہ ان سے محبت وعقیدت رکھی جائے ان کے حقوق کی رعایت ومحافظت غایت درجہ کی جائے اس پر مستزاد یہ کہ حضور ﷺ کی اولاد تقویٰ وعلم وعزیمت میں یگانہ روزگار ہیں۔

یہاں بعض حضرات اپنی بے مقصد وبے لگام تحقیق کی رو میں بہہ کر کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا نسب کسی کو فائدہ نہیں دے سکتا دلائل میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا پیغمبر زادہ ہوتے ہوئے غرق ہونا اور عبداللہ بن ابی ابن سلول کے لیے حضور ﷺ کی قمیص کا مفید نہ ہونا اور حضور ﷺ کی وہ حدیث جس میں اپنی اولاد سے اعمال میں مبادرت کے لیے کہا گیا ہے بیان کرتے ہیں۔

حالانکہ ایمان کی دولت سے محروم کنعان بن نوحؑ کا موازنہ حضور ﷺ کی نیک اولاد جوکہ اولوالعزم اور تقویٰ وطہارت علم وعمل کے مینار ہیں سے کس طرح ہوسکتا ہے ان نام نہاد محققین کے مقابلہ میں بعض لوگ اندھی عقیدت میں حضور ﷺ کی شفاعت ورحم ہر ایک کے لیے ثابت کرتے ہیں یہاں تک کہ کافر اور غیر مومن کے لیے بھی نسب اور شفاعت مفید سمجھتے ہیں حالاں کہ قرآن اس نظریہ کی سختی سے تردید کرتا ہے۔

قول فیصل:

حضرت حکیم الامت شاہ اشرف علی تھانویؒ نے اس پر بڑی خوبصورت اور مدلل بحث کی ہے۔

حضرت امام شامیؒ اور حضرت تھانویؒ کی تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ نسب وتبرک نافع ہے لیکن ایمان وعمل والے کے لیے، بغیر ایمان کے نسب وتعلق وتبرک نافع نہیں ہے جیسے

کنعان بن نوحؑ کے لیے حضرت نوحؑ کا بیٹا ہونا نافع نہ ہوا اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کیلئے حضور ﷺ کی قمیص۔ اور جب ایمان وعمل دونوں ہوں تو نسب بھی تعلق بھی اور تبرک بھی انتہائی مفید ہے جیسا کہ حضور ﷺ کی اولاد اطہار جن کے بارے میں حضور ﷺ کے ارشادات بڑی کثرت سے وارد ہوئے ہیں۔قرآن پاک بھی اس معتدل نظریہ کی تائید کرتا ہے۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ [طور:۲۱]

ترجمہ:

یعنی جو ایمان والے ہیں اور ان کی اولاد اگر ایمان والی ہے تو ہم ان کو بھی ان کے ساتھ ملحق کردیتے ہیں اگر عمل میں برابر نہ بھی ہوں تو بھی برابر کردیں گے۔

یہی بات حضرت ابن عباسؓ سے بھی منقول ہے۔

ازروئے قرآن وحدیث کل قیامت کے دن حضور ﷺ کے ساتھ آپ کی اگلی اور پچھلی تمام نیک اور مومن اولاد ساتھ ہوں گی اور ان سے محبت کرنے والوں کے لیے شفاعت کا سامان ہوگا اور جنہوں نے انہیں ستایا تحقیق کے نام پر فتوے لگائے وہ کس منہ سے حضور ﷺ کا سامنا کرسکیں گے۔ کیوں کہ ان کے خلاف آپ ﷺ کی اولاد کی طرف سے مدعی خود سرور کائنات ﷺ ہوں گے۔

بزرگوں کو اپنی اولاد کا خیال رہتا ہے:

اسی بحث کے دوران حضرت تھانویؒ ایک واقعہ درج فرماتے ہیں جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بزرگوں کو اپنی اولاد کا کتنا لحاظ رہتا ہے فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی صاحبہ اپنے

گھر پر لڑکیوں کو پڑھاتی تھیں اور کسی سے معاوضہ وغیرہ کچھ نہ لیتی تھیں ایک مرتبہ یہاں ایک سیّد کی لڑکی پڑھنے آئی وہ فرماتی تھیں کہ اسی روز رات کو میں نے حضرت فاطمہؓ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمارہی ہیں کہ عمدۃ النساء دیکھو میری بچی کو محبت سے پڑھانا۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ''اسی طرح اور بہت سے بشارتیں اور منامات ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل اللہ کو اپنی اولاد کا خیال رہتا ہے۔

حضور ﷺ کو تو کہیں زیادہ خیال ہے جیسا کہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن حضور ﷺ کو خواب میں حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ دونوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ پریشان حال جسم وچہرہ مبارک غبار آلود ہے اور ہاتھ میں خون سے بھری ہوئی شیشی ہے فرماتے ہیں کہ میں حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا خون جمع کر کے آرہا ہوں۔ (۱)

حافظ سخاویؒ نے استجلاب میں کئی واقعات اس قبیل کے ذکر کئے ہیں جن میں یہ بیان ہے کہ آل رسول ﷺ میں کسی کو سکھ پہچانے پر حضور ﷺ خوش نظر آتے ہیں اور دکھ وتکلیف دینے پر حضور ﷺ ناراض اور دکھی دکھائی دیتے ہیں اور اعراض فرماتے نظر آتے ہیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حضور ﷺ سے رشتہ دامادی کے لیے کوشش:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ام کلثومؓ بنت علی رضی اللہ عنہ نواسی رسول ﷺ سے شادی کا واقعہ اہم اور نہایت سبق آموز ہے جہاں اس میں صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفاء راشدین کے گھریلو تعلقات کا پتہ چلتا ہے اس سے زیادہ رشتہ نبوی کی اہمیت وقعت اور درجہ معلوم ہوتا ہے۔ حافظ سخاویؒ نے استجلاب میں ابن اسحاقؒ نے اپنی سیرۃ میں اور دیگر محدثین نے بھی

(۱) ترمذی مع النحفة: ۲۷۵/۱۰

مختلف سندوں سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضور ﷺ کی نواسی سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہؓ کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں حضرت ام کلثومؓ کے بھائیوں حضرات حسنین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ام کلثومؓ کی شادی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کردیں، انہوں نے فرمایا کہ یہ بھی عام عورتوں کی طرح ہیں خود فیصلہ کرلیں، اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ناراض ہوکر اٹھے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کا دامن تھاما اور فرمایا کہ اے ہمارے بابا آپ کی ناراضگی اور فرقت ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے چنانچہ انہوں نے سیدہ ام کلثومؓ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیاہ دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا یہ تو ابھی چھوٹی بچی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

كلّ سَبَب وَنَسَب منقطع يوم القِيامَة إلا سَببى وَنَسَبى وَكل وَلَد فإنّ عصبتهُم لأبيهم ماخلا ولد فاطمة، فإنّى أنا أبُوهُم وعصبتهُم۔ (۱)

ترجمہ:

''ہر تعلق اور نسب قیامت کے دن ختم ہوجائے گا سوائے میرے تعلق اور نسب کے اور ہر بچہ ماں کا اُس کا عصبہ اس کے والد کی طرف ہوتا ہے سوائے فاطمہؓ کی اولاد کا کیوں کہ ان کا عصبہ اور باپ میں ہی ہوں''۔

(۱) سیرۃ ابن اسحاق: ص۲۳۲، استجلاب ص۱۲۶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس لیے میں نے پسند کیا کہ میرے اور حضور ﷺ کے درمیان بھی تعلق ونسبت رشتہ صہری قائم ہو (تا کہ قیامت کے دن یہ رشتہ نجات کا فائدہ دے) اور خوشی سے لوگوں کو کہتے کہ لوگو تم مجھے مبارکباد دو کہ میرا حضور ﷺ سے رشتہ دامادی قائم ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ کی روایت کردہ یہ حدیث آپ کے علاوہ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت مسور بن مخرمہؓ سے بھی مروی ہے۔ (۱)

امام شامیؒ کا فیصلہ وفتویٰ:

آخر میں امام شامیؒ اپنے عقیدہ کا اظہار اس والہانہ انداز سے فرماتے ہیں:

بشهادة ما تقدم من النّصوص، الدالة على أن نسبه الشريف نافع لذريته الطاهرة، وأنهم أسعد الأنام في الدنيا والآخرة، لقد أكرم في الدنيا مواليهم حتى حرم أخذ الزكاة عليهم، وما ذلك إلّا لانتسابهم إليهم ولم يفرق بين طائعهم وعا صيهم. فكيف ومع أنهم مكرم لأجلهم، ومتفضل على غيرهم لفضلهم، منتسبون نسبة حقيقة إلى أشرف المخلوقات، وأفضل أهل الأرض والسّموات، الذى أكرمه الله بما لا يبلغ لأقله، خلق الكون لأجله وشفعه بما لا يحصىٰ من أهل الكبائر، المصرين عليها فضلاً عن الصغائر، وأسكنهم لأجله فسيح الجنان، وسبل عليهم رداء العفو و الغفران، أفلا يكرمه بانقاد ولده؟ الذين هم بضعة من جسده، ويرفعهم إلى

(۱) مجمع الزوائد: ۱۸۳/۹، معرفة الصحابة لابى نعيم: ۵٦/۱، معجم طبرانى: ۲۸۲/٦، سنن كبرىٰ: ۱۰۱/۷، ۱۸۸، الذرية الطاهره: ص۱۱٤

الدرجة العليا، كما رفعهم على أعيان الأنام فى الدنيا؟ وحاشاه صلى الله تعالى عليه وآله وسلّم أن يشفع بالأباعد ويضيعهم، وينسى قرابتهم له ويقطعهم۔(۱)

عترت نبویؐ صحابہ کرامؓ واکابرین امتؒ کی نظر میں:

یوں تو اس موضوع پر ایک مستقل ضخیم تصنیف وجود میں آسکتی ہے لیکن چند ایک واقعات پر اکتفا کیا جائے گا۔

خلیفہ رسول ﷺ اور آل رسول ﷺ:

خلیفہ رسول ﷺ افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بخاری شریف میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

ارْقُبُوا مُحَمّداً صَلّى اللّٰه عليه وسلّم في أهلِ بَيتِه۔(۲)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ
حضور اکرم ﷺ کے اہل بیتؓ کی رعایت کرو اور احترام واکرام کرو۔ ان کا حضور ﷺ سے رشتہ کے سبب حد درجہ تعظیم وتکریم کرو اور ان کے حقوق کی دیکھ بھال کرتے رہو۔ (۳)

یہ خلیفہ رسول ﷺ کی امت کو اہل بیتؓ کے بارے میں وصیت ہے۔

اور بخاری شریف میں ہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

"وَالّذِى نَفسِي بِيَدِه لِقَرابَةِ رَسُول اللّٰه أحب إلي أن أصل مِن قَرابَتِي"۔(٤)

اللہ کی قسم میرے نزدیک حضور ﷺ کے قرابت دار اپنے رشتوں سے زیادہ صلہ رحمی کے لائق ومستحق ہیں۔

(۱) مجموعه رسائل: ص۵ (۲) بخارى مع فتح البارى: ٦۳/۷ (۳) رياض الصالحين (٤) بخارى شريف: ۱٤۲/۳

شبیہ الرسول ﷺ:

صحیح روایت میں ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا میرے باپ کی قسم میں ایسے آدمی کو اٹھائے ہوئے ہوں جو نبی ﷺ کا شبیہ ہے علیؓ کا شبیہ نہیں ہے اور حضرت علیؓ مسکرا رہے تھے۔(۱)

حُسنِ حسنؓ کو دیکھ، حُسینِ حسینؓ کو دیکھ — دونوں میں جلوہ ریز جمال رسول ﷺ ہے

ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیتؓ کی تعظیم:

دار قطنی میں یہ روایت ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ اس وقت منبر رسول ﷺ پر تھے انہوں نے آکر کہا میرے باپ (حضور ﷺ) کے منبر سے اتر آئیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے خدا کی قسم یہ جگہ تیرے باپ ہی کی ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں پکڑ کر گود میں بٹھالیا اور رو پڑے۔(۲)

یہ محبت اور تعظیم کی اعلیٰ مثال ہے۔

تکریم اہل بیتؓ حضور ﷺ کی دلداری ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کہنے کے بعد کھڑے ہوکر بیٹھنے کے لیے

(۱) بخاری مع فتح الباری ص ۷۷ مسند احمد ص ۸ (۲) صواعق محرقہ بحوالہ دار قطنی ص ۵۹۲

جگہ دیکھنے لگے حضور ﷺ صحابہ کرامؓ کے چہروں کی طرف دیکھنے لگے کہ کون ان کے لیے جگہ بناتا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے آپ اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور ان کے لیے جگہ خالی کردی اور فرمایا ابوالحسن یہاں تشریف لائیے وہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان بیٹھ گئے حضور ﷺ کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اہلِ فضل کی فضیلت صاحب فضل ہی جانتا ہے۔(۱)

اسی طرح کا واقعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم الرسول کو جگہ دینے کا بھی آتا ہے۔

سادات کی زیارت بھی عبادت ہے:

ابن عبدالبر مالکیؒ نے لکھا ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرہ انور کو بار بار دیکھا کرتے تھے تو ام المومنین سیدہ عائشہؓ نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے تو فرمایا کہ "میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔(۲)

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ کبھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سوار حالت میں نہیں ملتے تھے بلکہ سواری سے اترتے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی سواری کا رکاب تھامتے تھے علاوہ ازیں بہت سی روایات آپ کے سادات کے ساتھ خصوصی لگاؤ و محبت اور ان کی دیکھ بھال کے جذبہ کو بیان کرتی ہیں۔

(۱) صواعق محرقہ: ۳۹۵ (۲) المستدرک: ۱۴۲/۳ صواعق محرقہ: ۹۴

فاروق اعظمؓ اور اہل بیتؓ

سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر ان سے فرمایا:

حضور کی خوشی میں خوشی:

"فواللہ لإسلامك يوم أسلمت كان أحب إلي من إسلام الخطاب (يعنى والده) لو أسلم، ۔۔۔أنّ إسلامك كان أحب إلى رسول الله من إسلام الخطاب "(۱)

ترجمہ:

اللہ کی قسم آپ کا اسلام لانا جب آپ اسلام لائے میرے لیے زیادہ پسندیدہ تھا میرے والد خطاب کے اسلام لانے سے اگر وہ لاتے کیوں کہ آپ کے اسلام سے جو خوشی حضور ﷺ کو ہوئی وہ میرے والد کے اسلام سے نہ ہوتی یعنی چچا کے اسلام سے زیادہ خوشی ہوئی۔

قرب الی اللہ کے لیے قربِ رسول ﷺ سے قرابت و تعلق:

ابن عبد البر مالکیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بارش کے لیے وسیلہ بنا کر فرمایا۔

"اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا کے ذریعے تیرا قرب چاہتے ہیں اور ان کے ذریعے شفاعت طلب کرتے ہیں پس تو اس بارے میں اپنے نبی کا

(۱)الشفاء ص۶۳، مجمع الزوائد ص۲۶۸

ایسے لحاظ فرما جیسے تو نے دو لڑکوں کا ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا تھا''(۱)

ابن قتیبہؒ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا اور بقیہ آبا اور کثرتِ رجال کے ذریعے تیرا قرب طلب کرتے ہیں کیوں کہ تیرا قول برحق ہے۔﴿أَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ﴾ اے اللہ تو نے ان دونوں سے ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا تھا اے اللہ اپنے نبی کا آپ ﷺ کے چچا کے معاملہ میں لحاظ فرما، ہم اس کے ذریعے شفاعت طلب کرتے ہوئے تیرے قریب ہوئے ہیں۔(۲)

محدث ابن حجر ھیتمیؒ نے ابن عساکرؒ کی تاریخ دمشق کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہجرت کے سترہویں سال عام الرمادہ کو لوگوں نے بار بار نماز استسقاء پڑھی مگر بارش نہ ہوئی حضرت عمرؓ نے فرمایا:

''کل میں اس شخص کے ذریعے بارش طلب کروں گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے واسطے سے ہم پر بارش برسا دیں گے۔''

دوسرے دن صبح کو آپ حضرت عباسؓ کے گھر تشریف لے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا انہوں نے دریافت کیا کون ہے آپ نے فرمایا، عمر رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کیا کام ہے آپ نے فرمایا باہر تشریف لائیے ہم آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنا چاہتے ہیں انہوں نے کہا تشریف رکھیے۔ اس کے بعد انہوں نے بنی ھاشم کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ پاک ہو کر

(۱)صواعق محرقه ص۵۹۷ (۲) صواعق محرقه ص۵۹۷

اچھے کپڑے زیب تن کرلیں۔ جب وہ آئے تو آپ نے خوشبو نکال کر انہیں خوشبو لگائی پھر باہر نکلے تو حضرت علی ؓ آپ کے سامنے آگے کی طرف تھے اور ان کے دائیں بائیں حضرت حسن ؓ اور حضرت حسین ؓ اور پیچھے بنو ہاشم تھے حضرت عباس ؓ نے فرمایا اے عمر ؓ دوسرے لوگوں کو ہمارے ساتھ نہ ملانا۔ پھر آپ مصلی پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر حمد و ثنا کی اور کہا اے اللہ تو نے ہمیں ہمارے مشورہ کے بغیر پیدا کیا اور تو ہماری پیدائش سے پہلے ہمارے اعمال کو جانتا ہے پس تیرے علم نے تجھے ہمارے رزق کے متعلق نہیں روکا اے اللہ جیسے تو نے اس کے شروع میں فضل کیا ہے اس کے آخر میں بھی فضل فرما حضرت جابر ؓ کہتے ہیں کہ ہم تھوڑی دیر بھی نہ ٹھہرے تھے کہ خوب بادل برسا اور ہم گھروں کو پانی میں چلتے ہوئے آگئے۔(۱)

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں:

حضرت عمر ؓ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ بھی حضرت ابوبکر ؓ کی طرح کبھی بھی سوار حالت میں حضرت عباس ؓ سے نہیں ملتے تھے بلکہ سواری سے اترتے اور دوڑ کر حضرت عباس ؓ کی سواری کا رکاب تھامتے۔ یہ اس لیے کہ ان کا ادب دراصل حضور ﷺ کا ادب ہے۔

اہل بیتؓ کی عیادت و زیارت عبادت ہے:

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کئی سندوں سے یہ واقعہ آتا ہے کہ انھوں نے حضرت زبیر بن عوام ؓ سے فرمایا کہ
ہمارے ساتھ چلیے ہم حسن بن علی ؓ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) صواعق محرقہ ص ۵۹۶

حضرت زبیرؓ سے تھوڑی دیر ہوئی تو فرمایا۔ "کیا آپ کو علم نہیں کہ بنی ہاشم کی عیادت فرض اور ان کی زیارت نفل ہے۔"(۱)

حضور اکرم ﷺ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو کندھوں پر اور گود میں اٹھائے پھرتے تھے اور مسجد میں بھی بر سر منبر ان کو گود میں رکھتے تھے اور ان کی دلداری کرتے، دعائیں فرماتے اور چومتے تھے۔ بالکل اسی طرح حضرات شیخین حضرت ابوبکر ؓ و عمر ؓ سے بھی منقول ہے، ایک دفعہ سیدنا عمرؓ نے حضرت حسنؓ کو مسجد میں دوران خطبہ گود میں اٹھایا اور فرمایا کہ ہم نے یہ بلندی آپ کے والد (نبی ﷺ) کے ذریعے حاصل کی۔

اہل بیتؓ سب پر مقدم ہیں:

ایک دفعہ حضرت سیدنا عمرؓ گھر پر تشریف فرما تھے آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر ؓ تشریف لائے۔ حضرت ابن عمر ؓ نے اجازت چاہی تو نہ ملی، اسی اثناء میں حضرت حسنؓ بھی تشریف لائے انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر ؓ کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہیں ملے گی یہ سوچ کر واپس ہوئے، حضرت عمرؓ کو ان کے آنے اور واپسی کی اطلاع ہوئی تو بلوانے کے لیے بھیجا، آئے تو حسن ؓ سے فرمایا آپ کیوں واپس ہوئے انہوں نے فرمایا کہ میں نے سوچا کہ جب ابن عمر ؓ کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہیں ملے گی۔ تو حضرت عمر ؓ نے فرمایا:

"ابن عمر ؓ کا آپ سے کیا موازنہ آپ کو اجازت کی ضرورت ہی نہیں
جب چاہیں چلے آئیں۔"

دلداری حسنینؓ کے لیے ہمہ وقت بے چین:

ایک دفعہ یمن سے کچھ حلے آئے جنہیں حضرت عمر ؓ نے تقسیم فرمایا ان میں حضرات حسنینؓ کے برابر کا نہ تھا تو آپ اتنے زیادہ افسردہ خاطر ہوئے کہ آبدیدہ ہوگئے، فوراً یمن

(۱) سابق ص ۵۸۹

پیغام بھیجا کہ حضرات حسنینؓ کے برابر کے حلے بنا کر بھیجیں جب حلے بن کر آئے تو خود پہنایا اور چین نصیب ہوا۔ کیا ہے کہنے اس عقیدت و وارفتگی کے۔ عطایا ہدایا اور روزینہ جات میں حضرات حسنینؓ اور دیگر خاندان نبوت کو سب سے زیادہ حصہ عطا فرماتے تھے۔

قرابت رسول ﷺ سے اس طرح پیش آئیں:

حضرت زید بن ثابتؓ کی والدہ کا انتقال ہوا جنازے کی نماز کے بعد واپسی پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اکراماً حضرت زید بن ثابتؓ کے خچر کی لگام پکڑ کے چلنے لگے تو حضرت زیدؓ نے منع فرمایا کہ یہ بے ادبی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں اہل علم کے ساتھ یہی معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس پر حضرت زیدؓ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کھینچا بوسہ دیا اور فرمایا کہ ''قرابت رسول ﷺ سے اس طرح پیش آنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔''(۱)

عمرؒ ثانی اور اہل بیتؓ

حضرت علی زین العابدین رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ فاطمہؒ فرماتی ہیں کہ میں کسی کام سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس حاضر ہوئی اس وقت وہ مدینہ کے امیر تھے تو انہوں نے وہاں موجود تمام لوگوں کو نکال دیا اور فرمایا:

اے علیؓ کی بیٹی خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی خاندان آپ کے خاندان سے زیادہ مجھ کو عزیز و محترم نہیں اور میرے گھر والوں سے بھی آپ کہیں زیادہ عزیز ہو۔(۲)

(۱) الشفاء :۴۹/۲، الاستجلاب ص ۱۵۰، جامع البیان العلم ص۱۵۵ (۲) الاستجلاب ص ۱۵۱

اولاد کی راحت سے انہیں بھی راحت ملتی ہے:

حضرت حسن المجتبیٰؓ کے پوتے عبداللہ بن حسن المثنیٰؒ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس نوعمری میں آئے آپ کے بال لمبے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے آپ کو بلند جگہ پر بٹھایا اور ان کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کی قوم نے آپ کی ملامت کی، اس پر آپ نے فرمایا:

''مجھ سے ثقہ آدمی نے بیان کیا ہے اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اسے حضور ﷺ کے منہ سے سن رہا ہوں کہ فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اس کو خوش کرے گا اس سے میں خوش ہوں گا، اور میں جانتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہؓ زندہ ہوتیں تو میں نے ان کے بیٹے سے جو سلوک کیا ہے اس سے وہ خوش ہوتیں۔''(۱)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن حسن بن حسنؓ آپ کے پاس کسی حاجت سے تشریف لائے تو آپ نے انہیں کہا کہ آپ کو جب کوئی ضرورت ہو تو مجھے پیغام بھجوا دیا کریں یا لکھ دیا کریں کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر دیکھے۔(۲)

انہی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ہی اہل بیتؓ پر لعن وطعن کے رواج کو ختم کر دیا اور تمام عُمّال کو سختی سے حکم جاری کیا کہ اہل بیتؓ کے حقوق کی بہت پامالی ہو چکی ہے اس کے ازالہ کی کوشش کرو اور ان کے اکرام اور حقوق کی نگہبانی میں کوئی کسر نہ رکھو۔

قرابت رسول ﷺ سے پہنچنے والی تکلیف کو تکلیف ہی نہ جاننا:

حضرت امام دارالہجرہ مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے بھی محبت اہل بیتؓ میں دردناک مصائب برداشت کیے ہیں۔ والی مدینہ جعفر بن سلیمان عباسی جو کہ اولاد عباس رضی اللہ عنہ عم الرسول ﷺ میں سے

(۱) صواعق محرقہ ص۷۸۹ (۲) الاستجلاب ص ۱۵۰، الشفاء :۴۹/۲

تھے جب انہوں نے حضرت امام صاحب کو زدوکوب کیا اور کوڑے مارے تو آپ نے اسی وقت اس کو معاف کردیا کہ کہیں میری وجہ سے بعد میں قرابت رسول ﷺ میں کسی کو کوئی سزا ہو۔فرمایا۔

”أعوذ بالله والله مارتفع منها سوط عن جسمي إلا وقد جعلته في حلّ لقرابته من رسول الله صلّى الله عليه وسلّم۔(١)

اہل بیتؓ کی تکریم عین حضور ﷺ کی تکریم ہے:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ تو محبت خاندانِ نبوت میں ہی شہید ہوگئے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی روایت ہے کہ جب امام صاحبؒ کی ملاقات حضرت امام محمد بن علی الباقرؒ سے ہوئی تو آپ نے تعظیماً فرمایا کہ آپ تشریف رکھیں جیسے آپ کی شان کے لائق ہے پھر ہم بیٹھ سکیں گے پھر فرمایا۔

”واللہ آپ کا احترام ہمارے لیے اس طرح لازم ہے جس طرح آپ کے نانا حضرت محمد ﷺ کا احترام آپ کے صحابہؓ پر لازم تھا اور وہ کرتے تھے۔“

امام اعظمؒ اور اہل بیتؓ:

شیخ الاسلام جوینیؒ فرائد السمطین میں امام صاحبؒ کی مودت اہل بیتؓ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد كان الإمام الأعظم أبوحنيفة رضى الله عنه من المتمسّكين بولاء أهل بيته الطّاهرين، والمتنسّكين بالإنفاق على المستورين منهم والظّاهرين، حتى قيل إنّه بعث إلى المستّر منهم في

(١) الاستجلاب ص١٥٢، الشفاء ص ٢٠١

أيّامه اثني عشر ألف درهم دفعة واحدة كرامة له۔ وكان يأمر أصحابه برعاية أحوالهم وتحقيق آمالهم والا قتضاء لآثارهم، والاهتداء بأنوارهم ۔(١)

ترجمہ:

تحقیق امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اہل بیتؓ کے دوستداروں میں سے تھے اور اپنا مال اہل بیتؓ کے خفیہ اور ظاہر ائمہ پر نچھاور کرنے والوں میں سے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے اہل بیتؓ کے ایک بزرگ کو جو کہ حکومت وقت سے چھپے ہوئے تھے کو بارہ ہزار درھم یکمشت بطور اکرام کے پیشِ خدمت فرمایا۔امام صاحبؒ اپنے ساتھیوں کو اہل بیتؓ کی رعایت احوال اور ضروریات کی فراہمی اور ان کی اقتداء کا حکم فرماتے تھے۔

امام شافعیؒ اور حب اہل بیتؓ:

امام شافعیؒ پر حب علیؓ واہل بیتؓ کے سبب رفض کا الزام دھرا گیا۔لیکن حقیقت میں رفض حب سادات کا نام نہیں بلکہ سبِّ صحابہ علامت رفض ہے۔مزید وضاحت کیلئے امام شافعیؒ کے مکمل اشعار درج کیے جاتے ہیں جس میں انہوں نے لوگوں کے طعنوں کا جواب دیتے ہوئے حقیقت کو واضح کیا ہے۔فرمایا:

قالوا: أترفّضت؟ قلت: كلّا — ما الرفض ديني ولا اعتقادي

لكن تولّيت غير شكّ — خير إمام وخير هادي:

إن كان حبّ الولي رفضاً — فإنّني أرفض العبادي (٢)

(١) فرائد السمطين :١/٤٢٣ (٢) فرائد السمطين: ١/٤٢٣

ترجمہ: ''لوگ کہتے ہیں کہ کیا میں رافضی ہوگیا؟ میں نے کہا ہرگز ہرگز رفض میرا دین ہے نہ عقیدہ۔ لیکن میں نے بہترین امام اور ہادی (علیؓ) سے بیشک دوستداری کی ہے۔ اگر علیؓ کی محبت رفض ہے تو میں سب سے بڑا رافضی ہوں۔''

ایک اور موقعہ پر فرمایا:

يا راكباً قف بالمحصّب من منىٰ — واهتف بقاعد خيفها والناهض

سحراً إذا فاض الحجيج إلى منىٰ — فيضا كملتطم الفرت الفائض

إني أحبّ بني النبي المصطفىٰ — وأعدّه من واجبات فرائضي

لو كان رفضاً حبّ آل محمّدٍ — فليشهد الثقلان أنّي رافضي!!! (۱)

ترجمہ: ''اے سوار منیٰ کے مقام معصب پر کھڑے ہوکر میدان خیف کے بیٹھنے والوں اور کھڑے لوگوں کو آواز دو جب سحر کو حجاج مزدلفہ سے منیٰ کی طرف وادی کے سیلاب کی طرح امڈتے ہیں کہ میں آل نبی مصطفیٰ ﷺ سے محبت کرتا ہوں اور اس کو واجبات دین میں سمجھتا ہوں اگر محبت اہلِ بیتؓ کا نام رفض ہے تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں بھی رافضی ہوں۔''

ابیات شریفہ کا خلاصہ یہ ہے کہ پوری دنیا اس بات اور عقیدے سے مطلع ہوجائے کہ میں اولاد نبی ﷺ سے محبت کرتا ہوں اور اس کو اپنے عقیدے کا حصہ اور فرائض دین میں سمجھتا ہوں۔ میرے حب آل محمد ﷺ پر طعنہ دینے والے اگر محبت اہل بیتؓ کو رفض کہتے ہیں تو وہ جان لیں کہ میں بھی رافضی ہوں۔

ایک مرتبہ امام شافعیؒ ایک جگہ مجلس میں تشریف لائے جہاں آل ابی طالب کے بعض اہل علم تھے امام صاحبؒ نے کہا میں ان حضرات کے سامنے کلام نہیں کروں گا یہ لوگ اہل

(۱) تاریخ دمشق ابن عساکر: ۳۴/۳

فضل وکمال ہیں۔ قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے امام شافعیؒ سے کہا کہ آپ کے اندر تشیع کی خوبو ہے آپ آل نبی ﷺ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا! کیا رسول ﷺ نے نہیں فرمایا کہ:

لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين۔(۱)

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ متقی لوگ میرے دوست اور قرابت دار ہیں اور متقی اور نیک رشتہ داروں سے محبت کا حکم ہے۔ میں ایسی صورت میں رسول اللہ ﷺ کے نیک رشتہ داروں سے کیوں نہ محبت کروں پھر اپنے مشہور اشعار کہے۔

بعض تاریخوں میں یہ بھی نقل ہے کہ آپ نے ہارون الرشید کے دور میں اہل بیتؓ کی کسی تحریک میں ان کا ساتھ بھی دیا اور بیعت بھی کی۔ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف 'کتاب الام' میں باغیوں کے بارے میں معاملات کے اسلامی فقہی مسائل آپ نے حضرت علیؓ کی لڑائیوں سے مستنبط کیے ہیں اور حضرت علیؓ کے افعال واقوال کو دلیل بنایا ہے بعض لوگوں نے اسی کو دلیل بنا کر آپ پر شیعیت کا الزام لگایا۔

امام احمد بن حنبلؒ اور اہل بیتؓ:

امام احمد بن حنبلؒ فقہ وحدیث کے جلیل القدر صاحب رسوخ امام تھے اور کسی شرعی حکم کے اظہار میں کسی قسم کی ملامت اور ایذا کو خاطر میں نہیں لاتے تھے آپ کے دور میں مسئلہ

(۱) بیہقی: ۱۸۹/۲، مجمع الزوائد ۸۸/۱

خلق قرآن مشہور ہے جس میں آپ نے حفاظت قرآن کا حق ادا کیا اسی طرح دوسرے اعتقادی مسائل میں آپ کی رائے عین صواب اور موافق کتاب ہے آپ کے دور میں کوئی تحریک سادات کی نہیں اٹھی بلکہ عباسی آپس میں اختلاف کا شکار رہے البتہ ناصبیت کا زور متوکل کے دور میں ہوا تو آپ نے جذبہ احقاق حق وباطل کے تحت فتنہ ناصبیت کی بھر پور تردید فرمائی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اہل بیتؓ کا کماحقہ دفاع کیا۔ ذیل میں آپ کی شان میں لکھی ہوئی کتب مناقب میں سے آپ کے مذہب وعقیدہ کے چند نمونے درج کیے جاتے ہیں۔

علی رضی اللہ عنہ کا دفاع:

ثم نرى أحمد يعترف بخلافة علي رضى الله عنه، ويراها خلافة شرعية، ويصرّح بذلك فيقول: "من لم يثبت الإمامة لعليّ، فهو أضل من حمار... سبحان الله! يقيم الحدود، ويأخذ الصدقه، ويقسمها بلا حق وجب له، أعوذ بالله من هذا المقالة، نعم خليفه رضيه أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلّم، وصلوا خلفه، وغزوا معه، وجاهدوا، وحجوا، وكانوا يسمونه أميرالمؤمنين راضين بذالك غير منكرين، فنحن له تبع۔(١)

ہم دیکھتے ہیں کہ امام احمدؒ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کو برحق سمجھتے تھے اور اس کی تصریح بھی فرمائی، فرمایا:

"جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی امامت (خلافت) کو تسلیم نہیں کرتا وہ گدھے سے بھی زیادہ گمراہ واحمق ہیں..... سبحان اللہ آپ رضی اللہ عنہ نے حدود

(١) مناقب ابن حنبل ص١٦١ ، ابن حنبل ص١٦٩

شرعی قائم کیں اور صدقات واجبہ وصول کیے اور تقسیم کیے بغیر استحقاق کے، میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ایسی باتوں سے کیا ہی خوب خلیفہ ہے کہ ان پر اصحابِ رسول راضی ہیں ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھتے ہیں ان کے ساتھ مل کر جہاد کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کے لقب سے پکارتے ہیں یہ رضامندی اور صدق دل کے ساتھ تھا اور ہم تو ان کے تابع ہیں۔"

احمد بن حنبلؒ کا ناصبیوں سے علیؓ کا دفاع:

اور امام ابن جوزیؒ کے مناقب احمد کے حوالہ کے ساتھ ابوزہرہؒ اپنی کتاب ابن حنبل میں لکھتے ہیں:

ويستشد فى الدفاع عن على رضى الله عنه عندما يجد أحداً يمسه أو يمس خلافته، و ذالك لأنه فى عهد المتوكل قد كثر الطعن في ذلك الإمام العادل سيف الاسلام، إذ كان المتوكل ناصبيّاً، أى من الذين يناصبون عليّا العداوة، ويطعنون فيه. فكان أحمد يرد أقوالهم، ويذكر خلافة، على ومناقبه رضى الله عنه، فيقول: "إن الخلافة لم تزين عليّاً، بل على زينها" ويقول: "على بن أبى طالب من أهل البيت، لايقاس بهم أحد" ويقول: "ما لأحدٍ من الصحابة من الفضائل بالأسانيد الصّحاح مثل ما لعلي رضى الله عنه"۔(١)

(١) مناقب ابن حنبل ص١٦٣، ابن حنبل ص١٧٠

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دفاع بڑے شد ومد سے کرتے تھے جب کہ کوئی آپ کی شان میں طبع آزمائی کرتا کیونکہ وہ زمانہ متوکل عباسی کا تھا اور اس دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر شدید طعن و تشنیع کی جاتی تھی کیونکہ متوکل بھی ناصبی تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دشمنی کا علمبردار تھا اور آپ پر طعن کرتا تھا تو امام احمدؒ ان کی باتوں کا جواب دیتے اور آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل مناقب آپ کی خلافت کی حقانیت بیان کرتے ہوئے فرماتے "بے شک خلافت نے علی رضی اللہ عنہ کو زینت نہیں بخشی بلکہ علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کو زینت بخشی"، اور فرماتے "علی بن ابی طالب اہل بیتؓ میں سے ہیں ان پر کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا" اور فرماتے "کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے صحیح اسانید کے ساتھ اتنے فضائل منقول نہیں جتنے کہ سیدنا علیؓ کے بارے میں ہیں"۔

اتباع اہل بیتؓ کی تصویب اور عادلانہ دفاع

الناس علی دین ملوکھم کے مصداق لوگ ہر اس علمی شخصیت پر ناحق طعن کرتے تھے جن کی مذہبی سوچ شاہوں کے مذہب سے موافقت نہیں رکھتی تھی۔ چنانچہ امام شافعیؒ کی رائے ویسی تھی جو کہ اکابر ائمہ اہل سنت کی تھی اور ضرورت اور غیرت دینی کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے اور ان کے فضائل و مناقب علی الاعلان بیان فرماتے تھے تو ناصبی ذہن رکھنے والے لوگ اور خاندانی رقابت رکھنے والے امراء آپ پر تشیع کا ناحق الزام دھرتے تھے اور آپ سے ان الزامات کے جواب میں اشعار بھی مشہور ہیں جن کو ہم نے درج کردیا ہے الزامات کے اس تشیعی سیلاب سے بڑے بڑے اہل علم متاثر ہوئے۔ امام آبریؒ کی مناقب شافعی میں یہ واقعہ درج ہے:

قيل لأحمد بن حنبل إن يحيى بن معين ينسب الشافعي إلى الشيعة، فقال أحمد ليحيى بن معين: كيف عرفت ذلك؟ فقال يحيى: نظرت في تصنيفه في قتال أهل البغي، فرأيته قد احتج من أوله إلى آخره بعلي ابن أبي طالب، فقال أحمد: يا عجبًا لك، فيمن كان يحتج الشافعي في قتال أهل البغي، فإن أول من ابتلى من هذه الأمة بقتال أهل البغي هو علي ابن أبي طالب فخجل ابن معين ـ(۱)

"امام احمد بن حنبلؒ سے کہا گیا کہ یحییٰ بن معینؒ امام شافعیؒ کو تشیع کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ امام احمدؒ نے یحییٰ بن معینؒ سے پوچھا کہ تم یہ کس طرح سمجھے؟ یحییٰ بن معین نے جواب دیا کہ میں نے امام شافعیؒ کی تصنیف (کتاب الام) میں باغیوں سے قتال و جنگ کے مسائل دیکھے تو میں نے آپ کو شروع سے آخر تک حضرت علیؓ سے استدلال و احتجاج کرتے پایا۔ اس پر امام احمدؒ نے فرمایا کہ تم پر تعجب ہے امام شافعیؒ ان سے استدلال نہ کرتے تو کس سے کرتے ان مسائل میں۔ کیونکہ اس امت میں سب سے پہلے باغیوں سے جنگ کرنے سے صرف علی کرم اللہ وجہہ کو سابقہ پڑا ہے۔ اس پر ابن معین شرمندہ ہوا۔"

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو صرف اسی لیے بدنام کرنے کی کوشش کی گئی کہ وہ ایک محبّ اہل بیتؓ کو قریب رکھتے تھے۔ اور ان کو ثقہ کہتے تھے ان کا یہ معمول تھا کہ ان کی مجلس میں جب بھی کوئی قریشی آتا تو ان کو مقدم فرماتے تھے۔ امام احمدؒ جب جیل میں تھے تو امام ابوحنیفہؒ

(۱) ابن حنبل ص ۱۲۰، الشافعی ص ۱۴۵

کو حب اہل بیتؓ کے جرم میں پہنچنے والی اذیتوں اور شہادت کو یاد کر کے روتے تھے اور معتصم کو جس نے آپ کو سزا دی تھی اس کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے اس کی مغفرت کے لیے دعا کرتے تھے، امام نسائیؒ کو دمشق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرنے پر اتنا زدوکوب کیا گیا خدشہ ہوا کہ جان ہی نہ چلی جائے۔ آپ پر بھی تشیع کا الزام ہے۔

محدثین کرام کے ہاں اہل بیتؓ کا مقام:

محدثین کرامؒ کے ہاں ائمہ اہل بیتؓ سے سماع حدیث وروایتِ حدیث بہت ہی متبرک اور باعث فخر ہے۔ چنانچہ محدثین کے ہاں حدیثِ مسلسل کی وہ سند جس کے تمام راوی یا اکثر راوی اگر سادات کرام ہوں تو ایسی سند کو سلسلہ ذہب قرار دیتے ہیں۔ یہ ان سادات کے تقوی تدیّن اور حضور ﷺ سے نسبت کے باعث محدثین کی ان سے عقیدت کا اظہار ہے۔

نمونہ کے لیے ایک سند کا تذکرہ تبرکاً کیا جاتا ہے۔ محدث ابن حجر ہیتمیؒ نے 'صواعق محرقہ' میں امام مناویؒ نے 'شرح جامع الکبیر' میں، حضرت مدنیؒ نے 'مکتوبات شیخ الاسلام' میں، حضرت شیخ الحدیث سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ نے 'شوق حدیث' میں، مولانا ابوالکلام آزادؒ نے 'تذکرہ' میں اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں واقعہ درج کیا ہے۔

حضرت امام علی رضاؒ سے محدثین کی سماع حدیث:

امام حاکمؒ تاریخ نیشاپور میں لکھتے ہیں کہ

''حضرت امام علی الرضا بن موسیٰ الکاظمؒ جب نیشاپور تشریف لائے تو لوگوں کے حد درجہ اژدھام سے نیشاپور کی عجیب صورت حال تھی بیک وقت ہزاروں آدمیوں کے ہجوم ومرور سے تمام شہر گردوغبار میں چھپ گیا تھا راستوں میں راہ گیر ایک دوسرے کو سوجھائی نہیں دیتے تھے۔

بیس ہزار آدمیوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے اپنے آباء کرام کی سند سے حدیث کی روایت کی التجاء کی تا کہ اہل بیت کرامؓ کے عالی سلسلہ اسناد سے مشرف ومفتخر ہوں، ان بیس ہزار آدمیوں میں دو عظیم المرتبت محدثین امام ابوزرعہؒ اور محمد ابن اسلم طوسیؒ بھی تھے ان کی التجا پر آپ نے خچر کو روکا اور اپنے نوجوان خدام کو سائبان ہٹانے کا حکم دیا اور مخلوقات نے آپ کے روئے مبارک کی دید سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا آپ کے گیسوؤں کی دو لٹیں آپ کے کندھوں تک لٹکی ہوئی تھیں اور لوگوں کی حالت یہ تھی کہ کچھ چلا رہے تھے اور کچھ گریہ کناں تھے۔ علماء محدثین چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ خاموش ہو جاؤ لوگ خاموش ہوئے تو امام ابوزرعہؒ اور امام محمد بن اسلمؒ نے املاء حدیث کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

سلسلہ ذہب:

حدثنی أبی سیدنا الإمام موسی الکاظم، عن أبیه سیدنا الإمام جعفر الصّادق عن أبیه سیدنا الإمام محمّد الباقر، عن أبیه سیّدنا الإمام علی زین العابدین، عن أبیه سیدنا الإمام أبی عبدالله الحسین ریحان رسول الثقلین عن أبیه سیدنا أمیرالمؤمنین علی ابن أبي طالب رضی الله عنهم قال: حدثنی حبیبي وقرّة عیني رسول الله ﷺ قال حدثنی جبرائیل علیه السلام قال: قال رب العزة ذوالجلال و الإکرام۔ لا إله إلا الله حصني، فمن قالها دخل حصنی، ومن دخل حصنی آمن عذابی. (الحدیث)

اس کے بعد پردہ گرایا اور چل پڑے اصحاب قلم ودوات کے شمار کے مطابق حدیث
لکھنے والوں کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ تھی۔(۱)

اوپر گزری سند اور عربی عبارت حدیث استاد مکرم حضرت ذہبی وقت مولانا
عبدالرشید نعمانیؒ کے ثبت سے نقل کی گئی ہے جس کی سند با اجازت آپ تک پہنچی ہے اور آپ
نے اس حقیر کو بھی تقریراً اور تحریراً اجازت روایت واجازت حدیث عطا فرمائی تھی۔

فللّٰه الحمد والمنة علی هذه النعمه

نام بھی باعث برکت وشفاء ہے:

امام مناویؒ، محدث ابن حجرؒ اور دیگر محدثین کرام نے بھی امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق
لکھا ہے کہ آپ نے مذکورہ بالا سند کے بارے میں فرمایا ہے کہ
”اگر کوئی صرف اس سند ہی کو پڑھے اور مجنون پر پھونک دے تو اس کا
جنون جاتا رہے۔“

حضرات حسنینؓ اور محبین حسنینؓ کیلئے حضور ﷺ کی دعائیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ
”حضور ﷺ نے حضرت حسنؓ اور حسینؓ کے لیے یہ دعا فرمائی اے
اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جس
نے ان دونوں سے محبت کی اس نے حقیقت میں مجھ سے محبت کی۔(۲)

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت اسامہؓ سے یہ الفاظ منقول ہیں:
”اے اللہ یہ میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں میں ان دونوں

(۱) مجمع ۹/ ۱۸۰، بخاری :۷/ ۷۱ مسند احمد :۵/ ۲۰۵ (۲) مسند احمد :۲/ ۲۸۸

سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما جو ان سے بغض رکھے
ان سے تو بغض رکھ۔“(۱)

بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے اور طبرانی میں حضرت سعید بن زیدؓ سے اور
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے یہ دعا فرمائی:
”اے اللہ مجھے حسنؓ سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس
سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما۔“(۲)

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ
نبی کریم ﷺ نے حضرت حسینؓ کو کندھے پر اٹھا رکھا ہے اور یہ دعا
فرمارہے ہیں اے اللہ مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت فرما۔(۳)

وہ لوگ کہ جنہیں حضور ﷺ کی سچی محبت میسر ہے زہے نصیب اور جو لوگ محبتِ رسول ﷺ
کی اور اطاعتِ رسول کا دعوی رکھتے ہیں۔ وہ جستجو کرکے دیکھیں کہ حضور ﷺ کو کن سے محبت
ہے اور کتنی ہے اور کن سے کیوں محبت رکھتے ہیں، اور جب معلوم ہو جائے تو ان تمام سے
ویسی محبت پیدا کی جائے جیسی حضور ﷺ کو محبت تھی وگرنہ ان کا حضور ﷺ سے دعوائے محبت
فضول ہے۔

رشتوں کی پاسداری ہر مومن کی ذمہ داری:

دین فطرت کی حیات آفرین تعلیمات میں سے ایک اہم معاشرتی وعمرانی تعلیم
واصول یہ بھی ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت اپنے اقرباء رشتہ داروں سے صلہ رحمی
کرے ان سے محبت رکھے دکھ درد میں شریک ہوں اور جو کمزور ونادار ہوں تو خرچ کرتے

(۱) بخاری :۷/ ۷۶، مسلم :۲/ ۱۷۵ (۲) بخاری :۷/ ۷۶، مسلم :۲/ ۱۷۵ (۳) ایضاً

وقت سب سے زیادہ انہی کو مستحق قرار دیا جائے قرآنی الفاظ میں:

﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾ [الإسراء: ۲۵]

اور رشتہ داروں کو ان کا حق دیا کرو

جو کوئی اپنے رشتہ داروں سے خیر خواہی کرتا ہے محبت سے پیش آتا ہے اور دکھ درد بانٹتا ہے ایسے لوگ پورے خاندان میں ہر دلعزیز ہوتے ہیں اور جس معاشرے میں تعلقات کی اہمیت موجود ہو ایک دوسرے سے صلہ رحمی کرنے والے ہوں خاندان کے درمیان محبتیں ہوں ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹنے والے ہوں وہ معاشرہ امن واماں کا گہوارہ اور اخوت و بھائی چارگی کا آنگن ہوتا ہے اور ایسا معاشرہ قابل رشک سمجھا جاتا ہے۔

آپ اس بنیادی معاشرتی پہلو کی اہمیت کو ذہن میں بٹھا کر یہ سوچیں کہ میرے اور آپ کے رشتہ دار سے صلہ رحمی کا اتنا اہتمام ہے تو محسن انسانیت رحمت اللعالمین سرکار دو عالم ﷺ کے رشتوں کا تقدس ہمارے رشتوں سے کہیں بلند ہیں، اس لیے کہ دین فطرت کی تعلیم ہے کہ

"مومنوں کے لئے حضور ﷺ کی ذات ان کے جان و مال اور اولاد سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔"

اور یہ مسلمہ اور فطری بات ہے کہ انسان کو جس سے بھی محبت وعشق ہوتا ہے بالکل اسی طرح محبوب کے متعلقین سے بھی محبت ہوتی ہے یہاں تک کہ محبوب کے درودیوار سے جیسا کہ حضرت امام مالکؒ نے دیارِ نبی ﷺ سے کبھی بھی دور ہونا پسند نہ کیا۔

یہ بات غیر منطقی ہے کہ حضور ﷺ سے محبت کا دعویٰ رکھے لیکن آلِ رسول ﷺ سے متعلق ذہن میں فتور ہو یا یہ کہ حضور ﷺ سے دعویٰ محبت ہو اور حضور ﷺ کے محبین وعاشقین صحابہؓ کے بارے میں دل تنگ ہو۔ اللہ ہمیں ان دونوں انتہاؤں سے بچائے۔

غیروں کی عیاری اپنوں کی سادگی یا بے رُخی:

حضور اکرم ﷺ نے اپنے اہل بیت کرامؓ کے بارے میں پیش گوئی فرمائی تھی کہ میرے اہل بیتؓ کو میرے بعد سخت مصیبتیں پیش آئیں گی، تاریخ اسلام اس پیش گوئی کی صداقت سے بھری پڑی ہے۔ آج کے دور میں اہل بیتؓ کچھ زیادہ ہی مظلوم ہو گئے ہیں وہ اس طرح کہ جو اہل حق سمجھے جاتے ہیں ان کی زبانیں، ان کے قلم اہل بیتؓ کے ذکر سے نا آشنا، ان کے جلسے مجالس میں حضرات سادات اھل بیتؓ کا تذکرہ ڈھونڈنے سے نہیں ملتا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ خوف ہے کہ کہیں ہم پر رافضیت کا طعنہ نہ پڑ جائے۔ یہ تقریباً طے کر لیا گیا ہے کہ اھل سنت کے ہاں تو صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہی ذکر خیر ہوگا۔ اھل بیت کا ذکر تو نہیں کر سکتے بڑے بڑے لوگ ان کے فضائل سنانے سے جھجکتے ہیں۔

ناجائز قبضوں کا دور گزر رہا ہے۔ سادات کے ناموں اور عقیدت پر بھی غیروں کا قبضہ ہو گیا اور روحانی وارث ایسے نالائق ہو گئے ہیں کہ قبضہ چھڑانا تو دور کی بات ہے اپنا کہنا بھی ان سے مشکل ہو رہا ہے۔ یہ صورت حال کتنی کربناک ہے۔ سادات کرام کے فضائل وتعلیماتِ مبارکہ کو لوگوں نے جھوٹے اور سیاسی مقاصد کے تحت اندھی عقیدت کے دبیز پردوں میں چھپا دیا ہے۔ ہمیں اپنی غیر متوازن روش ترک کر کے ان کی سچی تعلیمات، کردار اور فضائل کو بیان کرنا ہوگا تمام طبقات اہلِ علم اہلِ قلم اور صاحبان مسند کے ذمہ یہ کام ہے۔

☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تعارف شہید اہل بیتؓ

نام ونسب:

آپ کا نام نامی اسمِ گرامی نعمان ہے اور والد ماجد کا نام نامی اسمِ گرامی ثابت ہے۔ انہی سعادت مند حضرت ثابت والد امام اعظمؒ کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے برکت کی دعا فرمائی، جب یہ اپنے والد کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام صاحب کا لقب جو مشہور ہوا وہ امامِ اعظم ہے یہ لقب آپ کو صرف احناف کی طرف سے ہی نہیں بلکہ تمام مسالک والے ائمہ اور سوانح نگاروں نے بھی کہا اور لکھا ہے اور ''سراج الامۃ'' کے لقب سے بھی مشہور ہوئے۔

بعض سوانح نگاروں نے امام اعظمؒ کو بنی تیم کا مولی لکھا ہے لیکن صحیح اور تحقیقی بات یہ ہے کہ آپ اور آپ کے آباؤ اجداد آزاد تھے کبھی کسی کے غلام نہیں رہے۔ مشہور محدث محقق ناقد امام شیخ عبد الفتاحؒ لکھتے ہیں کہ امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ الکبیر میں لکھا ہے جس کا نام 'عقد الجمان فی تاریخ اہل الزمان' ہے۔ امام اعظمؒ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد نے فرمایا:

وقال إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة نحن من أبناء فارس الأحرار، والله ماوقع علينا رقّ قطّ۔(۱)

اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ فرماتے ہیں کہ ہم نسلاً فارسی اور آزاد ہیں، اللہ کی قسم ہم پر کبھی غلامی کا دور نہیں آیا۔

(۱) ذیل الانتقاء ص۱۸۹

اور امام صیمریؒ نے بھی با قاعدہ سند کے ساتھ اسی بات کو نقل کیا ہے۔

حضرت امام اعظمؒ کے دادا زوطی کابل کے رہنے والے تھے۔ مسلمان ہوئے اور حضرت علیؓ سے شرف ملاقات حاصل کی اور کوفہ میں جو کہ اسلام کا دار الخلافہ ہونے کے علاوہ بڑے بڑے اکابر اور اہلِ علم صحابہؓ وکبار تابعین کا مسکن وموطن تھا آکر رہائش پذیر ہوئے۔

تاہم بعض سوانح نگاروں نے حضرت امام صاحبؒ کو مولی لکھا ہے تو مولی ہونا کوئی نقص کی علامت نہیں کہ بڑے بڑے اہل آئمہ اور حضور ﷺ کے قریبی لوگ بھی غلام تھے۔

تاریخ ولادت:

۸۰ھ میں کوفہ میں حضرت ثابتؒ کے ہاں حضور ﷺ کی بشارت پر مبنی حدیثِ ثریا کا سچا مصداق اور حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کی دعاؤں کی برکت وثمرہ امام اعظمؒ کی صورت میں متولد ہوئے۔ حضرت امام اعظمؒ خلقتاً وفطرتاً سعید واقع ہوئے تھے۔ بچپن ہی سے علم کی طرف راغب ہوئے اور اپنے والد محترم کے ساتھ حج ادا فرمائے اور صحابہ کرامؓ جن میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک خصوصی طور پر مذکور ہیں زیارت وروایت کی۔ شروع میں ریشمی کپڑوں کی تجارت ہی کا مشغلہ تھا لیکن حضرت امام شعبیؒ کی نصیحت اور فطری نیک بختی سے مکمل طور پر علم کی طرف متوجہ ہوئے اور مسند ارشاد اصلاح کو خوب زینت بخشی اور اسی میں عمر گزار دی۔

امام صاحبؒ کو خراج عقیدت پیش کرنے والے ائمہ کرام:

امام اعظمؒ کے مناقب، تعریف اور توثیق میں ائمہ حدیث' ائمہ فقہ اور ائمہ فنِ رجال کے اتنے اقوال ہیں کہ احصاء ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہے۔ اس سے اندازہ لگا سکتے

ہیں کہ مذاہب اربعہ کے بڑے بڑے علماء اور فن رجال کے ماہر آئمہ مؤرخین اور سوانح نگاروں نے کتنی ہی مستقل ضخیم تصانیف امام اعظمؒ کے مناقب میں لکھی ہیں۔ امام ذہبیؒ، امام ابن عبدالبر، ابن حجرؒ اور ان کی طرح دیگر ائمہؒ کی ایک طویل فہرست ہے۔ برکت کی نیت سے ان چند عظیم ہستیوں کے مبارک ناموں کو تحریر کیا جاتا ہے جنہوں نے امام اعظمؒ کے لیے اپنے اپنے الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

(۱) امام ابوجعفر بن علی بن حسین بن علیؓ (استاذ)

(۲) یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ (ہم عصر)

(۳) امام دارالہجرۃ مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ (استاذ و ہم عصر)

(۴) امام ابوموسیٰ جعفر بن علی بن حسین بن علیؓ (استاذ و ہم عصر)

(۵) امام حماد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ (استاذ)

(۶) امام محمد بن ادریس الشافعی المطلبی رحمۃ اللہ علیہ (شاگردوں کے شاگرد)

(۷) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (استاذ امام بخاریؒ) (شاگردوں کے شاگردوں کے شاگرد)

(۸) امام مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ (شاگرد)

(۹) امام ایوب السختیانیؒ (شاگرد)

(۱۰) سلیمان بن مہران الاعمش رحمۃ اللہ علیہ (استاذ)

(۱۱) امام شعبہ بن الحجاج البصریؒ (شاگرد)

(۱۲) امام سفیان الثوری الکوفیؒ (شاگرد)

(۱۳) امام سفیان بن عیینۃ الکوفی المکیؒ (شاگرد)

(۱۴) امام مغیرہ بن المقسم الضبیؒ (شاگرد)

(۱۵) امام سعید بن عروبہ البصریؒ (شاگرد)

(۱۶) امام حماد بن زید البصریؒ (شاگرد)

(۱۷) امام قاضی شریک النخعیؒ (شاگرد)

(۱۸) امام قاضی عبداللہ بن شبرمہ الکوفیؒ (شاگرد)

(۱۹) امام یحیی بن سعید القطان البصریؒ (شاگرد)

(۲۰) امام عبداللہ بن المبارک المروزی الکوفیؒ (شاگرد خاص)

(۲۱) الامام قاسم بن معن الکوفیؒ (شاگرد)

(۲۲) الامام وکیع بن الجراح الکوفیؒ (شاگرد)

ان کبار ائمہ کے علاوہ بھی بہت سے کبار ائمہ، فقہاء، محدثین اور اصحاب الرجال ہیں۔ امام الحافظ ابن عبدالبر الاندلسیؒ نے اپنی مشہور کتاب 'الانتقاء' میں ۶۸ بڑے ائمہ اور کبار مشائخ کے کلماتِ عقیدت ان کے ناموں کے ساتھ ذکر کیے ہیں جن میں بہت سے آپ کے اساتذہ ہیں اور بہت سے ہم عصر ہیں اور بہت سے مشائخ آپ کے شاگرد ہیں۔ جن کا ذکر ہوا وہ آئمہ متقدمین میں سے ہیں اور متاخرین کو بھی شامل کریں تو ان کے ناموں اور تاثرات پر ضخیم تصنیفات وجود میں آسکتی ہیں۔

خاندانِ نبوت سے تعلقات

تعلقات کی ابتداء:

امام اعظمؒ کے جد امجد نعمان بن مرزبان الزوطی کابل کے اعیان واشراف میں سے بڑے صاحبِ فہم وفراست واقع ہوئے تھے۔ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت

ہی میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور کوفہ منتقل ہوئے۔ حضرت امام صاحبؒ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حمادؒ فرماتے ہیں۔

حضرت امام اعظمؒ میرے دادا ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے ان کے والد حضرت ثابت کو حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ کے پاس لے جایا گیا۔ حضرت امیر المومنین نے ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اس نے ہمارے حق میں حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دعا کو شرف قبولیت عطا کیا ہے۔(۱)

امام حافظ قاضی ابی عبداللہ الصمیریؒ نے اپنی تصنیف 'اخبار ابی حنیفہ واصحابہ' میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

أنا إسماعيل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان ولد جدي في سنة ثمانين، وذهب ثابت إلى علي ابن أبي طالب وهو صغير فدعا له بالبركة فيه، وفي ذريته، ونحن نرجوا من الله أن يكون قد استجاب الله ذلك لعلي ابن أبي طالب رضى الله عنه فينا. قال النعمان بن المرزبان أبوثابت هو الذى أهدى لعلى ابن أبى طالب الفالوذج فى يوم نيروز فقال: نوروزونا كل يوم، وقيل: كان ذلك فى المهرجان فقال: مهرجونا كل يوم۔(۲)

ترجمہ:

حضرت امام اعظمؒ کے پوتے اسماعیل اپنے دادا سے ان کے دادا اور والد ثابت کے بارے میں روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ ۸۰ ہجری میں پیدا

(۱) تاریخ بغداد :۳۶۰/۱۳ (۲) مناقب ابی حنیفہؒ للموفق ص ۳۴۲ ، أخبار أبی حنیفہؒ للصیمری ص ۲، مناقب الکردری ص ۷۴، کذا فی التبیض والخیرات۔

ہوئے اور ان کے والد ثابت کو حضرت علیؓ کے پاس لے جایا گیا جب آپ چھوٹے تھے تو "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اور ان کی ذریت کے لیے برکت کی دعا کی" فرماتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ دعا ہمارے حق میں ضرور قبول ہوئی اور نعمان نے حضرت علیؓ کو نیروز کے دن فالودہ کا ہدیہ پیش کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہمارا ہر دن ہی نیروز ہوتا ہے۔ بعض نے کہا مہرجان کے دن فالودہ پیش کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہمارا ہر دن مہرجان ہوتا ہے۔

گویا یہیں سے ہی اس سعید خاندان کی خاندانِ نبوت سے عقیدت اور خاندانی تعلقات کا بابرکت اور مستحکم آغاز ہوا پھر وقت کے ساتھ ساتھ یہ تعلقات مضبوط سے مضبوط تر ہوتے گئے اور روحانی، علمی اور سیاسی قربتوں میں اضافہ اور مضبوطی پیدا کرتے گئے۔

خاندان نبوت سے کسب علوم:

خطیب بغدادیؒ تاریخ بغداد میں اور امام صیمریؒ اخبار ابی حنیفہ میں رقم طراز ہیں کہ

ایک دفعہ عباسی خلیفہ منصور نے امام اعظمؒ سے سوال کیا کہ آپ نے علم کن سے حاصل کیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تلامذہ سے اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے اور شاگردان علی رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت امام اعظمؒ قضایا میں عموماً حضرت علی المرتضیٰؓ کے قضایا پر عمل کرتے تھے۔(۱)

(۱) اخبار ابی حنیفہ للصیمری ص۵۹

آخر کیوں نہ ہو کہ زبان نبوت سے سیدنا علی المرتضیٰ کے لیے اقضٰی اور باب العلم کا عظیم المرتبت لقب نصیب ہوا۔

امام صاحبؒ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایات:

چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مجموعہ احادیث 'جامع المسانید' للخوارزمی میں آپ کی سیدنا علی المرتضیٰؓ سے مروی مرفوع وموقوف روایات کی تعداد کم وبیش ۵۸ ہیں اور امام محمد بن الحسنؒ کی کتاب الآثار میں آپ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ۲۶ روایات موجود ہیں۔ بعض سوانح نگاروں نے بزبان سیدنا علی المرتضیٰؓ حضرت امام اعظمؒ کی بشارت بھی نقل کی۔

مشاجرات میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مجتہدِ مصیب

امام اعظمؒ کی رائے میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جو لڑائیاں لڑی تھیں۔ ان میں حق وصواب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جانب تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مخالفین کی کوئی تاویل ان کی نگاہ میں قابل تسلیم نہ تھی۔ جیسا کہ ان کو برا بھلا کہنے کیلئے کوئی جواز نہ تھا۔
چنانچہ امام الموفق المکیؒ اپنی کتاب مناقب ابی حنیفہؒ میں امام صاحبؒ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

قال ما قاتل أحدٌ علياً إلا وعليٌّ أولى بالحق منه، ولولا ما سار عليّ فيهم ماعلم أحد كيف السيرة في المسلمين۔ (۱)

ترجمہ:

فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جس کسی نے لڑائی کی ہے حق علیؓ کی طرف رہا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ روبہ عمل نہ لاتے تو لوگوں کو ایسے مسائل کا حل

(۱) مناقب للموفق ص ۳۴۲

ہی نہ ملتا ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا۔

لاشكّ أنّ أمير المؤمنين علياً إنّما قاتل طلحة والزبير بعد أن بايعاه وخالفاه۔ (۱)

بلا شبہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس وقت ان دونوں سے لڑائی لڑی تھی جب کہ انہوں نے بیعت کے بعد ان کی مخالفت کی۔
ایک اور موقع پر آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ یوم جمل کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ تو فرمایا:

فقال سار عليٌّ فيه بالعدل وهو أعلم المسلمين بالسنة في قتال أهل البغي۔ (۲)

حضرت علیؓ کا رویہ اس میں مبنی بر انصاف تھا وہ سب مسلمانوں سے زیادہ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ اہل بغی سے حرب وپیکار کا اسلامی نظریہ کیا ہے۔
اور اہل السنہ والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ یہی ہے جیسا کہ آئمہ نے بیان بھی کیا ہے کہ مشاجرات میں صواب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف تھا لیکن ان کے مخالفین کے بارے میں انگشت نمائی بھی ناجائز ہے کہ ان کی نیت اخلاص پر مبنی تھی لیکن اجتہاد میں صواب سیدنا علی المرتضیٰؓ کی طرف رہا۔
حضرت امام اعظمؒ جب سیدنا علی المرتضیٰؓ کے ساتھ ہونے والی لڑائیوں میں اتنا صاف اور قطعی نکتہ نظر رکھتے اور اس کا برملا اظہار کرتے تھے تو بعد کے جابرہ حکمرانوں جن کے دور کا خود مشاہدہ کیا ان کی غلطیوں پر نکیر واصلاح سے کب چوکتے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا یہ جذبہ ہی ان کے اور وقت کے جابر حکمرانوں میں کھچاؤ اور کشمکش کا بنیادی اور اہم سبب تھا۔

(۱) مناقب للموفق: ص۴۳۴ (۲) مناقب مکی: ص۳۴۴

سیدنا علی المرتضیٰؓ کا درجہ فضیلت

خلفاء راشدینؓ کے درجات فضیلت کے بارے میں آپ کی رائے امام کردریؒ نقل کرتے ہیں۔

إنه كان يفضل الشيخين .....ثم اختلفوا فقال أقلّهم وهي رواية عن الإمام علي ثم عثمان وقال أكثرهم عثمان ثم علي وهو الأصح فى مذهب الإمام ثم العشرة المبشرة ثم أهل بدر۔(۱)

آپ شیخین (ابوبکرؓ وعمرؓ) کو فضیلت دیتے تھے۔ پھر اختلاف ہوا کہ حضرت عثمانؓ و علیؓ میں کون افضل ہیں تو قلیل لوگوں نے حضرت علیؓ کو فضیلت دی اور امام صاحبؒ سے بھی یہ روایت نقل ہے لیکن اکثر سیدنا عثمان غنیؓ کو فضیلت دیتے ہیں اور امام اعظمؒ کا صحیح مسلک ہے پھر عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر۔

اتباع علی کرم اللہ وجہہ

جیسا کہ گزر چکا کہ امام صاحبؒ کے ہاں قضایا علی کرم اللہ وجہہ کا کتنا مقام تھا آپ اکثر اجتہادی احکام و مسائل میں سیدنا علیؓ کی روایت اور رائے کو ترجیح دیتے تھے بطور مثال دو روائتیں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) مناقب ابی حنیفۃؒ کردری ص ۱۰۰

(۱) ”امام اعظمؒ عید کے بعد نوافل ادا نہیں کرتے تھے لیکن ایک دن آپ نے چار نوافل ادا کیے پوچھا گیا تو فرمایا کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت پہنچی ہے کہ آپ عید کے بعد چار نوافل ادا کیا کرتے تھے اس لیے میں بھی کرتا ہوں۔“

(۲) ایک اور روایت ہے کہ ”حضرت وکیع بن الجراحؒ نقل کرتے ہیں کہ امام اعظمؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ نے فرمایا چار ہزار اور اس سے کچھ کم نفقہ ہے۔ اس ارشاد گرامی کی وجہ سے چالیس سال سے چار ہزار درہم سے زائد کا مالک نہیں ہوا ہوں۔ اگر محتاجی کا ڈر نہ ہوتا تو میں اپنے پاس ایک درہم بھی نہ رکھتا۔(۱)

معلوم ہونا چاہیے کہ امام اعظمؒ شروع زندگی سے ہی سیدنا علی المرتضیٰؓ کی اتباع ہر شعبہ زندگی میں کرتے رہے اور باب العلم کے علمی دربانی بڑے چاؤ اور عقیدت سے پوری زندگی کرتے رہے۔ اگر نقل کیا جائے تو حضرت علیؓ سے منقول روایات امام صاحبؒ کے اتنی ہیں کہ اگر کتابوں میں بکھری ہوئی روایات کو جمع کیا جاوے تو ایک ضخیم کتاب وجود میں آئے۔

سیدنا علی المرتضیٰؓ کا دفاع

بنوامیہ کے دور حکومت میں سادات علویہ پر قافیہ زمین باوجود اپنی وسعتوں کے بہت تنگ تھی سرعام برا بھلا کہا جاتا اور سرعام منبروں سے بھی سبّ و شتم ہوتا تھا۔ حضرت عمر بن

(۱) مناقب کردری

عبد العزیزؒ نے اس کو بند کردیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد انہی کے دور خلافت میں آل رسول ﷺ کوسکون وامن نصیب ہوا لیکن ان کے بعد پھر وہی حالت بلکہ اس سے بھی بدتر حالت ہوگئی۔ یہاں تک مجالس ومحافل وخطبات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اولا داطہار کا نام لینا بھی جرم اور بغاوت متصور ہوتا تھا۔ بڑے ائمہ محدثین آپ کا یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام نہ لیتے بلکہ قال الشیخ کہہ کر پکارتے اور روایت بیان کرتے، حضرت راس الصّالحین حسن بصریؒ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بھی جب علیؓ کا نام لینا ہوتا تو ابوزینب کہہ کر روایت نقل کرتے، امام کردریؒ نقل کرتے ہیں۔

وكان بنو أميّة لا يذكر عند هم عليّ وكل من ذكره عندهم عاقبوه وكانت العلامة فيه أن يقولوا "قال الشيخ" كذا وكان الحسن البصرى إذ ذكره قال أبو زينب كذا۔(۱)

بنوامیّہ کے دور حکومت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بھی نہیں لیا جاتا تھا جو بھی ان کا نام لیتا اس کو تکلیف پہنچائی جاتی اور اہل علم ان کا نام لینے کے بجائے بطور علامت الشیخ کہہ کر نام لیتے تھے اور حضرت حسن بصریؒ آپ کو ابوزینب کہہ کر نام لیتے تھے۔

ایسے دہشت زدہ ماحول میں حکمرانوں کے دربار میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا نام لینا اور ان کی تعریف وتائید کرنا سیدنا امام اعظمؒ ہی کا خاصہ ہے۔

امام کردریؒ مناقب میں واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

قال كان بنو أميّه يطلبون الفقهاء للإفتاء فدعانى واحد منهم ... فقال يا نعمان ماتقول أنت فاسترجعت وقلت هذا

(۱) مناقب کردری: ص ۱۹۰

أول مادعيت كيف لا أقول ما ادين به وقولى فيها قول عليٌّ رضي الله عنه وبنو اميّة لا يذكُر عندهم على ولا يفتون برأيه فقلت... قال من قال هذا قلت على ابن أبى طالب... ذكر محمد بن مقاتل إنه ابن هبيرة زادفيه وقال بإيّ القولين تأخذ أنت قال قلت عمرؓ عندى أفضل من علي لكن براى عليؓ آخذ۔(۱)

امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے کہ بنوامیّہ کے حکمران وعمّال فقہاء کوفتویٰ کے لیے بلاتے چنانچہ مجھے بھی بلایا .....اور مجھے کہا اے نعمان آپ کا اس بارے کیا رائے ہے۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں میں نے انا للہ پڑھا کیوں کہ میری رائے ان کی رائے کے خلاف تھی اور اس مسئلہ میں میں حضرت علیؓ کے رائے سے متفق تھا اور بنوامیّہ کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کیا جاتا تھا اور نہ ان کے مذہب کے موافق فتویٰ دیا جاتا تھا، تو میں نے جب فتوی دیا تو پوچھا کہ یہ کس کا قول ورائے ہے تو میں نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے۔۔۔ اور محمد بن مقاتل کہتے ہیں کہ وہ بنوامیّہ کا گورنر ابن ہبیرہ تھا اور یہ بھی کہا کہ ابن ہبیرہ نے حضرت امام اعظمؒ سے سوال کیا کہ اس مسئلہ میں (طلاق وعدت کا مسئلہ تھا) آپ کس رائے کو لیتے ہیں تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں لیکن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کو پسند کرتا ہوں اور لیتا ہوں۔

(۱) مناقب کردری ص ۱۰۹

حضرت امام صاحبؒ کی جرأت وذہانت

مشہور خارجی سرغنہ ضحاک جس نے بہت فساد پھیلایا روایت کے مطابق اس نے کوفہ پر بھی قبضہ کرلیا تو امام اعظمؒ ہی تھے جنہوں نے اپنی خداداد ذہانت وشجاعت سے اس کا سامنا اور مجادلہ کیا اور اہل کوفہ کی خلاصی کرائی۔ آپؒ اور خارجی کے درمیان ہونے والی مختصر گفتگو نقل کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ خوارج وہ لوگ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ مرتد کہتے ہیں اور جو بھی ان کی حمایت ودفاع کرے اس کو بھی مرتد کہتے ہیں اور جو بھی اہل بیتؓ سے معاذ اللہ بیزار ہے وہ خوارج میں شامل ہیں۔

ضحاک کوفہ میں داخل ہوا اس نے امام اعظمؒ سے کہا توبہ کر آپ نے کہا کس چیز سے توبہ کرو، اس نے کہا حکمین کی تجویز کرنے سے امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو یا مناظرہ کرو گے۔ اس نے کہا مناظرہ کریں گے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا اگر کسی بات پر ہم اور تم میں اختلاف ہوجائے تو فیصلہ کون کرے گا۔ ضحاک کہنے لگا تم جس کو چاہو مقرر کرلو، امام صاحبؒ نے ضحاک کے ساتھیوں میں سے ایک کو کہا کہ تم یہاں بیٹھو اور جس بات میں ہم دونوں میں اختلاف ہو تم فیصلہ کرنا پھر آپ نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی ہو ضحاک نے اپنی رضامندی ظاہر کردی۔ آپ نے فرمایا ''قد جوّزت التّحکیم'' یعنی تم نے تحکیم کو تسلیم کرلیا۔ اس پر ضحاک لاجواب ہوکر چلا گیا۔ (۱)

---

(۱) عقود الجمان: ص ۲٦٤

یاد رکھیے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان خارجیوں کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ امام موفق مکیؒ نے قدرے تفصیل سے ضحاک کے ساتھ ہونے والے مناظرے کے احوال بیان کیے ہیں۔ معلوم ہوا کہ سیدنا امام اعظمؒ نے غیر موافق اور پریشان کن حالات میں حکمرانوں کے سامنے اور شوریدہ سر فتنہ پروروں کے درمیاں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تمام اہل بیتؓ کے ساتھ سچی محبت اور عقیدت جو کہ سچے ایمان کا تقاضا ہے کھل کر اظہار کیا اور سیدنا حضرت علیؓ کے بعد حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور پھر سیدنا حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مصالحت کے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو برحق جانتے تھے۔

خاندان نبوت سے رشتہ شاگردی

حضرت امام اعظمؒ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ساتھ سیاسی تعلقات کے علاوہ علمی اور روحانی تعلق بھی رکھتے تھے جیسا کہ ذکر ہوچکا ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بہت سی روایات مروی ہیں، جن میں بہت سی روایات انہی اہل بیتؓ کے افراد سے ہیں۔

حضرت زیدؒ سے علمی تعلق:

حضرت سیدنا زید رضی اللہ عنہ بن علی شہید رضی اللہ عنہ سے بھی آپ کا علمی تعلق وروابط تھا اور امام شہید رضی اللہ عنہ آپ کے کبار مشائخ میں سے شمار ہوتے ہیں حضرت زید رضی اللہ عنہ مختلف اسلامی علوم وفنون میں ماہر کامل تھے آپ قرأت کے امام، علوم قرآن کے ماہر، فقہ اور عقائد کے امام تھے۔ ایک روایت کے مطابق امام صاحبؒ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں دو سال رہے چنانچہ امام صاحبؒ فرماتے ہیں:

شاهدتُ زيد بن علي كما شاهدتُ أهله، فما رأيت في زمانه أفقه منه، ولا أعلم ولا أسرع جوابًا، ولا أبين قولًا... لقد كان منقطع القرين۔(۱)

میں نے حضرت زید بن علیؓ کو دیکھا جیسے ان کے خاندان کے دوسرے حضرات کے مشاہدے کا موقع ملا ہے۔میں نے ان کے زمانے میں ان سے زیادہ فقیہہ آدمی اور کسی کو نہیں پایا اور ان جیسا حاضر جواب اور واضح صاف گفتگو کرنے والا آدمی اس عہد میں مجھے کوئی نہ ملا۔۔۔در حقیقت ان کے جوڑ کا آدمی اس زمانے میں نہ تھا۔

اس فرمان سے جہاں یہ بات مترشح ہے وہاں یہ بھی ہے کہ آپ نے بہت سے مشائخ اہل بیتؓ سے کسب فیض کیا اور خوب کیا کہ ان کی ایک ایک ادا یاد رکھی اور آپ کا سیدنا زیدؓ کے ساتھ تحریری رابطہ بھی مسلسل رہتا تھا جس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔مشہور محقق ابوزہرہؒ رقمطراز ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے علوم کن سے حاصل کیے آپ نے سائل کے جواب میں جو فرمایا ہدایت میں ہے۔

وقد قال أبوحنيفة رضى الله عنه لمن ساله عمن تلقى علمه فقال "كنت في معدن العلم ولزمت فقيهًا من فقهاء هم۔۔۔ أن ذلك بالنسبة لزيد رضى الله عنه فقدكان في معدن العلم۔(۲)

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا سائل کے اس سوال کے جواب میں کہ آپ نے کہاں سے علم حاصل کیا "میں علوم کی کان یعنی مرکز میں تھا اور وہاں کے فقہاء میں ایک فقیہہ کے درس کا

(۱) روض النضیر ص ۵۰ (۲) الإمام زید ص ۴۵

التزام کیا.....(ابوزہرہؒ کہتے ہیں) اس فقیہہ سے مراد زید بن علیؓ ہیں اور وہ اس وقت مرکز علوم مدینہ میں ہی تھے۔

اس کے علاوہ حضرت امام زیدؓ کئی مرتبہ کوفہ پہنچے امام ابوحنیفہؒ نے ان زریں مواقع کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا بلکہ مختلف مجلسوں میں علماء کی جماعت میں اور علیحدگی میں بھی حضرت زیدؓ سے کسب فیض فرمایا۔

امام ابوزہرہؒ کی مشہور کتاب الامام زید میں ہے کہ

كان الإمام زيد من أكثر آل البيت تلاميذ۔۔۔ وإنتقل إلى الكوفة وذاكر من بها من الفقهاء كعبدالرحمن بن أبي ليلىٰ وكأبى حنيفة النعمان بن ثابت وسفيان الثورى (۱)

دوسری جگہ روایت ہے:

رأى أبى حنيفة الذى تتلمذ للإمام عند ما جاء بالكوفة

علماء اہل بیتؓ میں سے حضرت زیدؓ کے سب سے زیادہ شاگرد ہیں۔۔۔حضرت زیدؓ جب کوفہ تشریف لائے تو وہاں کے فقہاء سے مذاکرہ فرمایا جن میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ تھے اور امام ابوحنیفہؒ جنہوں نے امام زیدؓ کی شاگردی کی جب وہ کوفہ آئے۔

(۱) الإمام زید ص ۳۷

سیدنا محمد بن علی الباقر رضی اللہ عنہ سے علمی تعلق

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ حضرت زین العابدینؒ کے بیٹے اور حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کے باپ شریک بھائی ہیں۔ مدینہ میں ہی قیام پذیر رہے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے اہل علم اور مرجع خلائق تھے۔ حضرت امام اعظمؒ کو بھی آپ سے علمی وروحانی فیض حاصل کرنے کا خوب موقع ملا۔ چنانچہ آپ کے تمام سوانح نگاروں نے امام باقرؒ کو آپ کے کبار مشائخ میں ذکر کیا ہے۔

امام ذہبیؒ نے تذکرہ الحفاظ میں امام محمد الباقرؒ کو امام صاحب کا استاد وشیخ لکھا ہے اور یہ بھی بیان کیا کہ آپ نے امام باقرؒ سے روایتیں بھی کی ہیں۔

حدث عن عطاء ونافع ومحمد الباقر(۱)

آپ نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ حضرت نافعؒ اور حضرت محمد باقرؒ سے حدیث بیان کی ہے۔

حضرت امام ذہبیؒ کے ارشاد کے موافق امام صاحبؒ سے مروی احادیث کی تعداد جامع المسانید اور کتاب الآثار میں ہیں امام صاحبؒ نے کم وبیش ۹ روایات سیدنا امام باقرؒ سے لی ہیں جن میں ایک روایت نقل کی جاتی ہے۔

امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سیدنا عمر فاروقؓ کے جنازے کے پاس گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر چادر پڑی ہوئی تھی آپ نے کہا کوئی شخص ایسا نہیں کہ میں چاہوں کہ اس کا اعمال نامہ لے کر اللہ کے پاس جاؤں بجز اس چادر پوش کے۔(۲)

(۱) تذكرة الحفاظ: ١/١٦٨ (٢) جامع المسانيد: ١/٢٠٥

حضرت امام اعظمؒ نے اپنی فطری اور خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے فقہ میں بہت شہرت پائی چنانچہ آپ کی شہرت حرمین میں بھی پہنچ چکی تھی اور وہ بھی جوانی میں کیونکہ سیدنا امام باقرؒ ۱۱۴ھ میں انتقال فرما گئے اور آپ کی ملاقات اس سے پہلے ہی ہوئی ہوگی چنانچہ جب سیدنا امام اعظمؒ حرمین کی حاضری اور حصول علم کے لیے تشریف لے گئے اور امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو چونکہ آپ کی شہرت سے حسد کی وجہ سے بعض ناسمجھوں نے یہ بات مشہور کردی تھی کہ آپ قیاس کے مقابلہ میں حدیث کو چھوڑتے ہیں اس لیے امام اعظمؒ کی اور امام باقرؒ کی پہلی ملاقات اور اس میں ہونے والی گفتگو اس طرح ہوئی۔ ملاقات کا یہ واقعہ مدینہ طیبہ میں پیش آیا۔ سلام وتحیہ کے بعد امام باقرؒ نے فرمایا کہ آپ نے میرے نانا کے دین اور ان کی احادیث کو قیاس سے بدل ڈالا۔

امام اعظمؒ: معاذ اللہ

امام باقرؒ: آپ نے ایسا کیا ہے

امام اعظمؒ: تشریف رکھیے تاکہ میں بھی مؤدبانہ طریقے سے بیٹھ سکوں کیونکہ میرے نزدیک آپ اسی طرح لائق احترام ہیں جیسے آپ کے نانا صحابہؓ کی نظر میں۔

جب جناب امام باقرؒ تشریف فرما ہوئے تو امام ابوحنیفہؒ بھی زانوئے ادب تہہ کر کے آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ پھر مزید گفتگو اس طرح ہوئی۔

امام اعظمؒ: میں آپ سے تین باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں ان کا جواب مرحمت فرمائیے۔ کیا مرد کمزور ہے یا عورت؟

امام باقرؒ: عورت

امام اعظمؒ: جہاد میں (یعنی غنیمت میں) عورت کو کیا حصہ ملتا ہے۔

امام باقرؒ : مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ

امام اعظمؒ: یہ آپ کے نانا کا فرمان ہے اگر میں نے ان کے دین کو بدل دیا ہوتا تو قیاس کے مطابق مرد کو ایک حصہ دیتا اور عورت کو دو کیوں کہ عورت کمزور ہوتی ہے۔

امام اعظمؒ: اچھا فرمایئے نماز بہتر ہے یا روزہ

امام باقرؒ: نماز

امام اعظمؒ: یہ آپ کے نانا کا ارشاد ہے اگر میں نے ان کا قول تبدیل کر دیا ہوتا تو میں عورت سے کہتا کہ حیض سے پاک ہونے کے بعد وہ روزہ کی بجائے فوت شدہ نمازیں ادا کرے۔

امام اعظمؒ: اچھا یہ فرمایئے کہ بول زیادہ نجس ہے یا نطفہ

امام باقرؒ: بول یعنی پیشاب زیادہ نجس ہے۔

امام اعظمؒ: اگر میں نے قیاس سے آپ کے نانا کے دین کو بدل دیا ہوتا تو میں فتویٰ دیتا کہ بول سے غسل کرنا چاہیے اور نطفہ سے وضو، معاذ اللہ بھلا میں یہ کام کیسے کر سکتا ہوں۔

چنانچہ آپ کی گفتگو سن کر امام باقرؒ اٹھ کر آپ سے بغل گیر ہوئے اور آپ کے چہرے پر بوسہ دیا اور آپ کی تکریم بجالائے۔(۱)

اس واقعہ سے تین باتیں سمجھ میں آئیں پہلی بات یہ کہ حضور ﷺ کے بعد آپ کے اولاد اطہار میں سے جس سے ملاقات ہو تو ان کی تعظیم و تکریم عقیدت و محبت اتنی کی جائے جتنی امام صاحبؒ نے فرمائی اور اس والہانہ انداز سے پیش آیا جائے جیسا کہ صحابہ کرامؓ

(۱) مناقب ابی حنیفہؒ للموفق ص۱۴۳

آنحضرت ﷺ سے پیش آتے، دوسری بات یہ ہے کہ اساتذہ ومشائخ طریقت اصلاح کے لیے جتنی سختی اور تلخی سے پیش آئیں اتنی ہی ان سے عقیدت اور احترام سے پیش آئیں۔ اطاعت اور فرمان برداری زیادہ کریں۔ تیسری بات یہ کہ دین کے بارے میں انتہائی حساس ہوں ہر قسم کے شکوک وشبہات کو معقول اور محکم انداز سے دور کیا جائے اور ذرہ برابر بھی مداہنت سے کام نہ لیا جائے۔ اصحاب مناقب سے اور بھی روایات نقل کی ہیں جن سے امام صاحبؒ کی امام باقرؒ سے ملاقات اور کسب فیض اور امام باقرؒ کے ہاں امام صاحبؒ کی قدر ومنزلت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ امام باقرؓ نے امام صاحبؒ سے مجلس میں فرمایا کہ کوئی سوال ہو تو کرو چنانچہ آپ نے کئی سوالات کیے اور انہوں نے بصیرت آفرین جوابات دیے، مجلس کے بعد امام باقرؓ نے امام اعظمؓ کے بارے میں فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس ظاہری علوم کے خزانے ہیں اور ہمارے پاس باطنی اور روحانی علوم کے خزانے۔ چنانچہ امام صاحبؒ نے خود امام باقرؓ سے ان کے بعد امام زیدؒ سے ان کے بعد امام جعفرؓ اور امام عبداللہ بن حسنؓ اور آخر عمر میں امام موسیٰ بن جعفرؓ سے روحانی علوم معارف حاصل کیے۔

فاروق اعظمؓ اہل بیتؓ کی نظر میں

اور ایک ملاقات میں امام صاحبؒ کے حضرت عمرؓ کے بارے میں سوال پر امام باقرؓ نے فرمایا:

أو لست تعلم أن علياً زوّج ابنته أم كلثوم بنت فاطمة من عمر بن الخطابؓ، وهل تدري من هي ـــ جدتها خديجة سيدة

نساء أهل الجنه، و جدها رسول ﷺ خاتم النبين و سيّد المرسلين، ورسول رب العالمين، وأخوها الحسنؓ والحسينؓ سيدا شباب أهل الجنة وأمها فاطمةؓ سيدة نساء العالمين۔(١)

کیا آپ نہیں جانتے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم بنت فاطمہؓ کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اور کیا تو جانتا ہے کہ وہ یعنی ام کلثومؓ کون ہے ان کی نانی سیدہ خدیجہؓ ہیں جو کہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اوران کے نانا حضرت رسول اکرم ﷺ ہیں جو خاتم النبیین سید المرسلین ہیں اوران کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہیں جو جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اوران کی ماں سیدہ فاطمہؓ ہیں جو تمام جہان بھر کی عورتوں کی سردار ہیں۔

خود امام باقرؒ نے حضرت امام اعظمؒ کے بارے میں جو تاریخی کلمات ارشاد فرمائے ہیں وہ کئی کبار ائمہ نے نقل کیے ہیں جیسا کہ حافظ ابن البراندلسی مالکیؒ نے اپنی مشہور و مستند کتاب میں نقل کیا ہے راوی کہتے ہیں۔

كُنّا عند أبي جعفر محمد بن على فدخل عليه أبوحنيفة فسأله عن مسائل فأجابه محمد بن علي ثم خرج أبوحنيفة فقال لنا أبوجعفر ما أحسن هديه، وسمته وما أكثر فقهه.(٢)

ہم حضرت امام ابوجعفر محمد بن علی (الباقرؒ) کے پاس بیٹھے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ تشریف لائے اور کئی مسائل کے بارے میں پوچھا امام باقرؒ

(١) مناقب موفق: ص٤٢٢ (٢)الانتقا: ص ١٩٣

نے ان سب کا جواب دیا پھر امام ابوحنیفہؒ تشریف لے گئے تو امام ابوجعفرؒ نے ہم سے کہا کہ ”کیا ہی اچھا ان کا طریقہ اور روش ہے اور کیا ہی زیادہ ہے ان کی فقہ“۔

امام ابوزہرہؒ لکھتے ہیں:

وكل هؤلاء ائمة أخذ عنهم فقهاء العصر وائمه الفقه فعن محمد الباقر أخذ أبوحنيفة وكتا ب الآثار لأبي حنيفة فيه الروايات الكثيره عنه وعن ابنه جعفر۔

یہ سب ائمہ ہیں ان ائمہ اہل بیتؓ سے بہت سے فقہاء عصر نے کسب علم کیا بالخصوص امام محمد الباقرؒ سے امام ابوحنیفہؒ نے علم حاصل اور آپ کی کتاب الآثار میں امام محمد الباقرؒ اوران کے بیٹے امام جعفر صادقؒ دونوں سے بہت روایات نقل کی ہیں۔

امام ابوموسیٰ جعفر بن محمد الصادقؒ

سیدنا امام باقرؒ کی طرح ان کے خلف الرشید بیٹے سیدنا امام جعفر صادقؒ سے بھی امام ابوحنیفہؒ نے علمی و روحانی روابط استوار کیے اور دونوں حضرات ایک ہی سن وسال کے تھے۔ دونوں ہی ٨٠ ہجری میں پیدا ہوئے لیکن سیدنا امام جعفر صادقؒ کی وفات ١٤٨ھ میں امام صاحبؒ سے دو سال قبل ہوئی اور امام اعظمؒ ان کی شان میں فرمایا کرتے تھے۔

والله ما رأيتُ أفقه من جعفر ابن محمد الصادق (١)

میں نے جعفر بن محمد الصادق سے بڑا کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔

(١) ابوحنفیه

ابوالمویّد الخوارزمیؒ نے جامع المسانید میں امام اعظمؒ کی یہ روایت نقل کی ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ ’’میں نے امام جعفر صادقؒ کو اختلاف فقہاء میں سب سے زیادہ اعلم دیکھا اسی لیے میں کہتا ہوں کہ میں نے سب سے زیادہ انہی کو فقہ کا ماہر دیکھا‘‘۔ (۱)

اور جامع المسانید میں امام صاحبؒ کی یہ روایت بھی ہے جس میں فرماتے ہیں۔

’’ایک دفعہ ابوجعفر منصور نے کہا اے ابوحنیفہؒ لوگ جعفر بن محمد پر بڑے فریفتہ ہیں ان کے لیے کچھ مشکل مسائل تیار کیجیے۔ آپ نے ان کے لیے چالیس مسائل تلاش کیے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں جب میں حیرہ کے شہر میں منصور کے دربار میں آیا تو حضرت جعفر صادقؒ اس کے دائیں جانب تشریف فرما تھے میں ان سے اس قدر مرعوب ہوا کہ منصور سے بھی نہ ہوا تھا، میں نے سلام کیا انہوں نے بیٹھنے کا اشارہ کیا میں بیٹھ گیا۔ منصور نے حضرت جعفر صادقؒ سے مخاطب ہو کر کہا یہ ابوحنیفہ ہیں، جعفر صادقؒ نے فرمایا: اچھا، منصور نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا کہ ابوعبداللہ سے وہ پوچھیے، امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ میں پوچھتا جاتا اور آپ جواب دیتے جاتے اور فرماتے جاتے تم عراقی لوگ یوں کہتے ہو اہل مدینہ کا یہ قول ہے اور ہمارا یہ خیال ہے کبھی ہمارے موافق فتویٰ دیتے اور کبھی ان کے اور کبھی ہماری مخالفت کرنے لگتے یہاں تک کہ چالیس مسائل ختم ہوئے کوئی مسئلہ باقی نہ چھوڑا امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا میں نے امام جعفرؒ کو اختلاف فقہاء میں سب سے زیادہ اعلم دیکھا اسی لیے میں کہتا ہوں کہ میں نے سب سے زیادہ انہی کو فقہ کا ماہر دیکھا اور فرمایا سب سے بڑا عالم وہ ہے جو لوگوں کے اختلاف سے زیادہ واقف ہو۔ (۲)

(۱) جامع المسانید: ۱/ ۲۲۲ (۲) ایضًا

واقعہ سے چند باتیں مترشح ہوتی ہیں پہلی یہ کہ امام صاحبؒ کو منصور نے طلب کیا تا کہ امام جعفرؒ سے مباحثہ ہو لیکن امام صاحبؒ اپنی فطری سعادت کی وجہ سے دیکھتے ہی ان کی سیادت اور فقاہت کے قائل ہوئے، یہ سادات کی جلالت شان ہے کہ وقت کے بڑے حاکم مطلق العنان کی موجودگی میں لوگ ان سے مرعوب ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ یہ واقعہ منصور کی سادات دشمنی سے قبل کا واقعہ ہے تیسری بات یہ کہ اپنے اساتذہ سے علمی مباحثہ علماء کے ہاں محمود ہے، فن رجال کے مصنفین نے اور سوانح نگاروں نے باوجود ہم عمری کے امام جعفر صادقؒ کو امام صاحبؒ کا استاد قرار دیا ہے۔

جامع المسانید میں امام صاحبؒ کی امام جعفرؒ سے ۷ سات روایتیں ہیں۔ امام صاحبؒ نے حرمین میں قیام کے دوران اور کوفہ میں امام جعفرؒ کی آمد کے موقع پر امام عالی مقام سے کسب فیض کیا۔ کئی سال ان کے دامن علم و معرفت سے وابستہ رہے اور ان سے ظاہری و باطنی ہر دو علوم میں تبحر ہوئے۔

امام صاحبؒ کو افتاد و ارشاد کی اجازت اور عظیم سند

امام ابو یوسفؒ کی روایت جسے امام کردریؒ نے اس طرح نقل کیا ہے:

عن ابی یوسفؒ كان الإمام يفتي في المسجد الحرام إذ وقف عليه الإمام جعفر الصادق ابن محمد الباقر الإمام رضي الله عنهما۔۔۔ ففطن الإمام فقام فقال يا ابن رَسُول الله لو علِمتُ أوّلُ ما وَقَفت لمّا قعدت وأنتَ قائم فقال اجلس فافت النّاس فعلى هذا أدركتُ آبائي ۔(۱)

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ مکہ مکرمہ میں مسجد حرام میں فتویٰ دے رہے تھے وہاں جعفر بن محمد الباقرؒ تشریف لائے اور لوگوں میں

(۱) مناقب کردری: ص ۱۳۲

کھڑے ہوگئے۔ امام صاحبؒ نے معلوم کرلیا کہ وہ آئے ہیں تو اٹھ
کھڑے ہوئے،عرض کیا اے ابن رسول ﷺ اگر آپ کے یہاں آنے یا
کھڑے ہونے کا مجھے پہلے علم ہوتا تو ہرگز نہ بیٹھتا نہ لوگوں سے گفتگو کرتا،
آپ نے فرمایا آپ بیٹھیے اور فتوی دیجیے۔ میں نے اپنے آباؤاجداد کو اسی
طرح بیٹھے لوگوں کو سمجھاتے دیکھا ہے۔

اس واقعہ سے امام صاحبؒ کی امام جعفرؒ سے قائم تعلق خاطر کا اندازہ لگا سکتے ہیں
حضرت امام صاحبؒ کی تعظیم اور ان کے لیے امام جعفرؒ کی تحسین وتائید کے کلمات اور اپنے
آباؤاجداد سے تشبیہ یہ وہ عظیم سند ہے جو صرف امام صاحبؒ کے حصہ میں آئی۔

امام کردریؒ ہی نے ایک اور روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں:

''حضرت ابوعبداللہ جعفر صادق ایک بار کوفہ میں تشریف لائے تو حضرت
امام ابوحنیفہؒ سراپا تعظیم بن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت
امام جعفر صادقؒ نے بھی آپ کو بڑے اعزاز واکرام سے اپنے پاس بٹھایا،
لوگوں نے آپ سے دریافت کیا حضور یہ کون ہے جس کی آپ اتنی تعظیم
کررہے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ ابوحنیفہؒ ہیں جن کی فقہ اور دیانت نے
دھوم مچارکھی ہے اور آج علم میں ان کا کوئی ثانی نہیں''۔سبحان اللہ!

یہ واقعہ ان والہانہ تعلقات اور عقیدت کا مظہر ہے جو آپ کی اور اہل بیتؓ کے
درمیان تھی جس کا ہر دوفریق کو پورا پورا احساس تھا۔امام جعفر صادقؒ کا یہ ارشاد بھی تاریخ کے
اوراق پر ثبت ہے، فرمایا:

هذا أبو حنيفه أفقه أهل بلده

یہ ابوحنیفہؒ ہیں جو کہ اپنے علاقے کے سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

مولانا ابوالوفاء الافغانیؒ کے ایک شاگرد نے ان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے
فرمایا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ طریقت میں امام جعفر صادقؒ کے مجاز اور خلیفہ ہیں اور پھر
حضرت داؤد طائیؒ امام صاحبؒ کے مجاز وخلیفہ ہیں۔امام صاحبؒ سے یہ ارشاد منقول ہے جو
کہ الزّیدیہ کے مصنف نے بھی اپنی کتاب میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ یہ ان
سالوں کی بات ہے جو امام صاحبؒ نے حضرت جعفرؒ سے کسب فیض میں صرف کیے۔

**اما أبو حنيفة فقرأ على جعفر بن محمد وكان يقول لولا
السنتان (اللتان قضاهما تلميذاً لجعفر) لهلك النعمان ۔(۱)**

بہرکیف ابوحنیفہؒ نے امام جعفر بن محمدؒ سے پڑھا ہے اور وہ کہا کرتے تھے
کہ اگر یہ دوسال (جو کہ جعفرؒ کے شاگردی میں صرف ہوئے ہیں) نہ
ہوتے تو نعمان ہلاک ہوجاتا۔

امام مناویؒ سمیت صوفیاء کے کئی سوانح نگار مصنفین نے امام صاحبؒ کو تصوف
وسلوک کے بڑے مشائخ میں شمار کیا ہے اور حضرت داؤد طائیؒ جو کہ امام صاحبؒ کے خاص
شاگردوں میں سے ہیں ان کی شہرت ہی تصوف وسلوک سے ہے امام ابوزہرہؒ ''ابوحنیفہؒ''،
میں آپ کے اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

**ولقد عد العلماء جعفراً هذا من شيوخ أبي حنيفة وإن كان
في سنه ۔**

تحقیق علماء محققین نے حضرت جعفر صادقؒ کو امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ
میں شمار کیا ہے اگرچہ وہ ان کے ہم عمر ہیں۔

(۱) الزيديه :ص ۴۰

حضرت ابو محمد عبداللہ بن حسن بن حسنؓ سے تعلق

حضرت سیدنا ابو محمد عبداللہ بن حسن بن حسنؓ جو کہ حضرت سیدنا حسنؓ کی اولاد میں سے ہیں حضرت امام صاحبؒ کو ان سے بھی روحانی، علمی، قلبی تعلق تھا آپ نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا کئی ائمہ اور سوانح نگاروں نے امام عبداللہ بن حسنؓ کو امام صاحبؒ کا استاذ و شیخ بیان کیا ہے۔ یہ ثقہ، محدث اور صدوق تھے۔ امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ جیسے اکابران سے روایت کرنے والوں میں تھے وہ علماء کے نزدیک قابل احترام اور عابد شب زندہ دار تھے۔ خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ کے یہاں تشریف لائے تو انہوں نے آپ کی بڑی عزت کی۔ عباسی خلافت کے شروع میں خلیفہ سفاح سے ملے تو وہ بھی تعظیم بجالایا اور ایک ہزار درہم عطیہ کیا۔ منصور کے عہد خلافت میں معاملہ دگرگوں ہوگیا وہ ان کے اہل وعیال سے بہت بری طرح پیش آیا منصور نے اس سب کو پابجولاں مدنیہ سے ہاشمیہ بھیج دیا۔ یہ وہاں قید رہے اور اکثر افراد خاندان وہیں فوت ہوئے۔

منصور کے دور حکومت میں تمام علویوں کے ساتھ ظلم و زیادتیاں ہوئیں لیکن حضرت عبداللہ بن حسنؓ اور ان کی اولاد و خاندان نے اس ضمن میں باقی علویوں کو پیچھے چھوڑا۔ منصور کے انہی افعال شنیعہ کے بنا پر امام صاحبؒ اس سے شدید متنفر ہو کر سخت نکتہ چینی کرنے لگے تھے کیونکہ آپ علویوں کو بہت چاہتے تھے اور بہت سے علوی آپ کے استاد بھی رہ چکے تھے اور انہیں حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ سے خصوصی عقیدت تھی۔ یہ منصور کی قید میں ہی شہید ہوگئے۔ اسی سال ۱۴۵ھ کو ان کے دو عظیم اولعزم بیٹے محمدؒ اور ابراہیمؒ بھی منصوری لشکر کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ حضرت امام صاحبؒ کا حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ سے خط وکتابت کا

سلسلہ بھی رہا۔ امام ابوزھرہؒ اپنی مشہور تصنیف 'ابوحنیفہ' میں مناقب ابی حنیفہ مکی اور مناقب ابن بزازی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

و أبومحمد عبد الله بن الحسن بن الحسن قد تتلمذ له أبوحنيفة كما جاء في المناقب ... وكانت له بعبد الله مودّة خاصة ۔(۱)

ابو محمد عبداللہ بن الحسن بن الحسنؓ سے حضرت امام ابو حنیفہؒ کو شرف تلمذ حاصل ہے جیسا کہ مناقب میں آیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کو حضرت عبداللہ بن حسنؓ سے خصوصی محبت تھی۔

مذہب حنفی کی قبولیت میں اہل بیتؓ کا اثر ہے:

اور ''الامام زید'' میں ہے کہ حنفیت کے عالم میں شیوع میں اہل بیتؓ کی تاثیر کارفرما ہے۔

حسب القاری أن يعلم ن الصلة العلمية بين الأئمة وأصحاب المذاهب التى انتشرت في الأمصار كانت قويّة إذ كانوا على اتصال بائمة آل البيت رضوان الله عليهم فأبوحنيفه كان على إتصال بالأئمة محمد الباقر وابنه جعفر الصادق وعلى اتصال بالإمام زيد ومن حمل رسالته من بعده من أهل البيت مثل الإمام عبدالله بن حسن الذى مات فى حبس المنصور شهيداً مظلومًا كماحمل أبوحنيفة من بعد۔(۲)

قاری کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اصحاب مذاہب اور ائمہ اہل بیتؓ کے درمیان علمی تعلق کا اثر مذاہب کے پھیلنے میں بہت بنیادی اور قوی ہے۔

(۱) الامام زید: ص ۴۱
(۲) الامام زید

پس امام ابوحنیفہؒ کا ائمہ اہل بیتؓ میں سے محمد الباقرؒ ان کے بیٹے جعفر صادقؒ اور امام زید بن علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد ان کے علوم کے علمبردار امام عبداللہ بن حسنؒ سے خاص علمی تعلق تھا۔ عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ وہی ہیں جنہوں نے منصور کی قید میں مظلومانہ شہادت پائی جیسا کہ ان کے بعد ان کی طرح امام ابوحنیفہؒ کو قید کیا گیا۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

وأخذ أيضاً عن عبدالله حسن وكانت له به صحبة

اور امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ سے بھی علم حاصل کیا آپ کی ان کے ساتھ بڑی صحبت رہی۔

امام موسیٰ کاظمؒ سے تعلق

حضرت ابوعلی موسیٰ بن جعفر الکاظمؒ کے علم وفضل، جود وسخا، عفو ودرگزر اور زہد وتقویٰ پر زمانہ شاہد ہے۔ آپ حضرت امام اعظمؒ کا بہت احترام اور عزت افزائی کرتے تھے امام صاحبؒ کی قدر ومنزلت امام کاظمؒ کے ہاں کتنی تھی۔ اس کا اندازہ اس روایت سے لگا سکتے ہیں۔

أورد الثقة فى تصنيفه مناقب لأبى حنيفة رحمه الله فقال نظر موسى ابن جعفر الصادق إلى أبى حنيفة فقال له أنت النعمان فقال و كيف عرفتنى فقال قال الله تعالىٰ "سيماهم فى وجوههم من اثر السجود"۔ (۱)

(۱) مناقب کردری: ص ۲۶۳، مناقب موفق: ص ۲۳۲

ایک ثقہ امام نے اپنی تصنیف مناقب ابی حنیفہ میں لکھا ہے کہ سیدنا موسیٰ بن جعفرؒ نے جب امام ابوحنیفہؒ کو پہلی بار دیکھا تو آپ سے فرمایا کیا تم ہی ابونعمان ہو عرض کیا حضور آپ نے مجھے کیسے پہچانا؟ حضرت موسیٰ کاظمؒ نے فرمایا میں نے قرآن میں پڑھا ہے کہ ان کی پیشانیوں پر سجدہ کے نشان ہوں گے۔

اس روایت کے مطابق امام اعظمؒ کی امام موسیٰ کاظمؒ سے ملاقات اور کسب فیض بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس طرح سے امام صاحبؒ کو اہل بیتؓ کی تین پشتوں کی تین جلیل القدر ہستیوں کی معیت زیارت اور تلمذ کا شرف اور کسب فیوض ظاہرہ وباطنہ کا زریں موقع ہاتھ آیا زہے نصیب۔ حضرت سیدی وسندی شاہ سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم العالیہ کا دو مرتبہ بغداد کا سفر ہوا، فرماتے ہیں کہ آج بھی امام موسیٰ کاظمؒ اور امام اعظمؒ دونوں بغداد میں دریائے دجلہ کے کناروں پر آمنے سامنے آسودہ خاک ہیں امام صاحبؒ والے کنارے کو اعظمیہ اور امام موسیٰ کاظمؒ والے کنارے کو کاظمیہ کہتے ہیں۔ اور حضرت امام کاظمؒ کے احاطہ میں ہی حضرت قاضی ابویوسفؒ بھی مدفون ہیں۔

امام اعظمؒ کے دور کے سیاسی حالات

امام ابوحنیفہؒ نے بنوامیہ اور بنوعباس دونوں کا دور پایا ان کا سیاسی مزاج اور طرز حکمرانی کو قریب سے دیکھا گو کہ دونوں خاندان ایک دوسرے کے شدید دشمن تھے تاہم ان کے آپس میں کئی چیزیں قدرِ مشترک تھیں، ایک یہ کہ دونوں نے اہل بیتؓ کے ساتھ دشمنی کی انتہا کردی اور دوسری دونوں اپنی حکمرانی کو سب چیزوں پر ترجیح دیتے تھے۔ دونوں کے الگ الگ مختصر سیاسی حالات وخیالات پیش کیے جاتے ہیں۔

اموی دور

اموی دورِ خلافت میں سیدنا امیر معاویہؓ کے بعد میں آنے والے جن سلاطین نے خود کو شرعی خلیفہ کہلوایا وہ قطعاً اس کے اہل نہیں تھے سوائے حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کے کہ وہ واقعی استحقاق رکھتے تھے۔ ان کا دور پُرامن دور تھا آلِ رسول ﷺ نے صرف انہی کے دور میں چین وسکون حاصل کیا اور ان کی عزتِ افزائی کی گئی اور حضرت علیؓ اور آلِ رسول ﷺ کو بُرا بھلا کہنا سخت ممنوع قرار پایا۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے علاوہ دیگر امراء کے دور میں کثرت سے بدامنی رونما ہوئی بہت سے ممتاز دینی رہنماؤں کو ایذائیں دی گئیں اور بہت سے صحابہ کرامؓ اور تابعین ائمہ فقہا ان کی شوریدہ سری کا شکار ہو کر شہیدانِ راہ وفا کے قافلہ کے شریک سفر ہوئے۔ ان مظالم کو وہ لوگ حکومت کی وجہ سے کوئی دینی حرج نہیں خیال کرتے تھے چنانچہ جب انصار مدینہ کی اولاد نے یزید کی بیعت توڑ دی تو اس نے اپنے لشکر کو حرمِ رسول ﷺ میں کھلی چھٹی دی چنانچہ جو جی میں آیا کیا گیا۔ نہ شریعت کی کوئی پرواہ نہ حرمتِ رسول ﷺ کا پاس رکھا گیا تین دن تک حرم رسول ویران رہا نہ نماز اور نہ ہی اذان اس سے بڑھ کر حرماں نصیبی کیا ہے اور پھر جب حضرت سیدنا حسینؓ نے بیعت نہ کی تو بزور شمشیر بیعت کروانے کی کوشش ہوئی لیکن انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ حضرت حسینؓ یزید کی حکومت کو اسلامی نظریہ کے خلاف جانتے تھے چنانچہ میدانِ کربلا میں یزید کے اعوان و انصار نے نواسہ رسول ﷺ کو خاک وخون میں تڑپا دیا اور اہل خاندان کو بھی ناحق تہ تیغ کیا۔ اس میں بھی نہ قرابتِ رسول ﷺ کی پرواہ کی نہ دینی تقاضوں اور ہدایات کو مدنظر رکھا گیا۔ حضرت حسینؓ کے جسد اطہر کی توہین کی گئی اور ان کے مبارک سر کو دمشق تک لے جایا گیا اور آپ کے

بچے کھچے اہل وعیال کو قیدیوں کی طرح یزید کے پاس لے جایا گیا۔ اگر یہ یزید کے منشا ومرضی کے بغیر ہوا تو کس کو اس حادثہ پر سزا دی گئی کس کو تہ تیغ کیا گیا؟ یا کس کو معزول کیا گیا؟ پھر اموی دورِ حکومت کے آخر میں خصوصیت سے علوی سادات کو نشانہ عتاب بنایا گیا۔ خصوصاً حضرت زید بن علیؒ اور ان کے بیٹے یحییٰؒ اور عبداللہ بن یحییٰؒ ایک ایک کر کے بے گناہ شہید کر دیے گئے۔

علوی سادات پر اتنی سختی تھی کہ حضرت علیؓ کا نام مجالس میں نہ لیا جاتا اور سرعام آپ کو بُرا بھلا کہا جاتا یہاں تک کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ نے اموی سربراہ حکومت کو اس پر نکیر میں خط لکھا لیکن آپ کے خط کو بھی پرکاہ کی حیثیت نہ دی (تا آنکہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا مبارک دور آیا تو یہ نامبارک سلسلہ ختم ہوا) اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف لشکر کشی کی گئی کعبۃ اللہ کی حرمت بہت بُری طرح پامال کر دی گئی اور کعبہ پر سنگ باری کی گئی یہاں تک کہ امن کا گہوارہ کے باوجود اپنی برکتوں کے خون میں نہایا گیا یہاں بھی کئی دن عبادت کا سلسلہ منقطع رہا۔ اموی گورنر حجاج جسے حضرت حسن بصریؒ نے اس امت کا فرعون قرار دیا ہے اس نے تو اہل بیتؓ کی دشمنی میں حد کر دی بڑے بڑے کبار تابعین اور صحابہؓ کو حب آل رسول ﷺ کے جرم میں شہید کیا جن میں سربرآوردہ شخصیت حضرت سعید بن جبیرؒ کی ہے۔

اموی دور حکومت میں ایک خرابی قومی عصبیت کی پیدا ہوئی عربوں اور غیر عربوں کے درمیان گہری خلیج پائی گئی جس کا امت کو سخت نقصان ہوا۔

عباسی خلافت:

عباسی خلافت کی تحریک چلانے والوں نے بنو امیہ کے مظالم اور ناانصافی جو انہوں

نے علویوں کے ساتھ روا رکھی تھی کو اپنا نعرہ بنایا جس سے بہت سے علوی سادات کو تکالیف پہنچیں بالآخر خلافت بنوعباس کو ملی تو عباسی دور کے ابتدائی خلفاء کے دور میں سادات کی حوصلہ افزائی اور اکرام واحترام کا معاملہ کیا گیا۔لیکن وقت گذرنے کے ساتھ عباسی خلفاء کو علوی سادات جن کی بدولت ان کو خلافت ملی' سے رقابت پیدا ہوگئی اور منصور عباسی کے دور میں یہ معاملہ اپنی انتہا کو پہنچا چنانچہ اس نے حضرت محمد نفس زکیہؒ اور ابراہیمؒ کو شہید کردیا اور حضرت عبداللہ بن حسنؓ کے پورے خاندان کو قید و بند میں ڈال دیا اور سادات پر شک کیا جانے لگا اور ان کی نگرانی کی جانے لگی اور ان کے ساتھ دینے والوں کے لیے بھی زمین تنگ کردی گئی۔اس طرح یہ دور بھی اسی ڈگر پر آ گیا جس پر بنوامیہ چلتے رہے تھے۔جس طرح بنوامیّہ کے دور میں حضرت علیؓ کا نام لینا مشکل تھا اسی طرح بنوعباس کے دور میں حضرت عثمانؓ کا نام لینا مشکل تھا۔

امام اعظمؒ کا سیاسی نظریہ اور اس کی بنیاد:

امام اعظمؒ نے اموی وعباسی دونوں دور دیکھے اس دوران آپ کو دونوں کے خیالات نظریات کو قریب و دور سے دیکھنے کا موقع ملا آپ کی سیادت، وجاہت اور لوگوں کے دلوں میں آپ کی عقیدت اور اہل علم میں آپ کی شہرت سے خائف ہوکر دونوں ادوار کے حکمرانوں نے آپ کو قریب کرنا چاہا لیکن اس میں انہیں ناکامی ہوئی تاہم اسی کشمکش میں آپ کو بہت کچھ سمجھنے کا موقع ہاتھ آیا۔

چنانچہ آپ کے فتاوی، دروس اور تعلقات کئی مواقع پر وقت کے حکمران کی مخالفت میں جاتے دکھائی دیتے ہیں۔جن کی تفصیل آئے گی۔

آپ کی طبعی اور قلبی میلان بنوعباس اور بنوامیّہ کے مقابلہ میں حضرت سیدنا علیؓ کی اولاد کی جانب تھا جو کہ حضرت فاطمہؓ کے بطن اطہر سے تھی اور یہی میلان آپ کے ابتلاء کا سبب ہوا۔

دوسرا سبب امام صاحبؒ کی اہل بیتؓ کی تائید ونصرت اور اموی وعباسی امراء کی سرعام مخالفت کا مرکزی نقطۂ نظر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا جذبہ غالبہ تھا۔کیوں کہ امام صاحبؒ کے دور کے عالمِ استبداد میں امر بالمعروف کے بارے میں دو قسم کی رائیں پائی جاتی تھیں۔

ایک یہ کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم ساقط ہے کیونکہ جابرہ ڈکٹیٹرز کی حکومت ہے لہذا امر بالمعروف کارگر نہیں۔اس گروہ کی دلیل حدیث ابوثعلبہؓ تھی۔اور ایک گروہ جو کہ ہر حال میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قائل تھا۔حضرت امام صاحبؒ بالکل قول وسط کے قائل تھے کہ امر بالمعروف کا حکم بالکل ساقط تو نہیں ہوسکتا۔لیکن اس کے لیے صورتیں بنائیں اور اتنی طاقت حاصل کریں کہ امر بالمعروف موثر ہو چنانچہ اسی نظریہ کے تحت حضرت زید بن علیؓ کی حمایت کی چنانچہ احکام القرآن میں امام جصاصؒ نقل کرتے ہیں کہ:

وان وجد عليه أعواناً صالحين ورجلاً يرأس عليهم مأمونا على دين الله لا يحول ۔ (۱)

"ہاں اگر ایسے صالح رفقا میسر آئیں اور ایک آدمی ان کی قیادت کرے یہ آدمی ایسا ہو جو اللہ کے دین میں قابل اعتماد ہو اور اپنے مسلک سے نہ ٹلے۔"

(۱) احکام القرآن ۲/ ۳۳

تاہم اگر کوئی انفرادی امر بالمعروف کرتا ہے اور اس کی پاداش میں قتل ہوتا ہے تو وہ شہید اور مجاہد کہلاتا ہے۔ جیسا کہ علامہ عینیؒ احناف کا مسلک بیان کرتے ہیں۔

لو علم أنهم يصبر على من ضربهم ولم يشكوا إلى أحد فلا بأس به وهو مجاهد۔ (۱)

''اگر سمجھتا ہے کہ مخالفین کی مار دھاڑ ظلم اور ناانصافی پر صبر کرے گا اور کسی کے آگے اس کا شکوہ نہیں کرے گا تو پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے میں ایسے آدمی کے لیے کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ وہ مجاہد ہے۔''

حضرت امام صاحبؒ کے ہاں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم انفرادی سے بڑھ کر اجتماعی عمل اور حکم ہے جس کے لیے طاقت ضروری ہے خصوصاً حکومت وقت کی اصلاح کے لیے۔ اور سیاسی، خاندانی، علمی اور روحانی مرجع الخلائق شخصیت ہی اس عمل کو اپنے متبعین کی حمایت سے بجا لا سکتی ہے۔ یہ خصوصیت کبار اہل بیتؓ مثلاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت محمد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔

امام ابوبکر الجصاصؒ امام صاحبؒ کے اسی نقطہ نظر کو بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

هذه فريضة ليست كسائر الفرائض، لأن سائر الفرائض يقوم بها الرجل وحده ۔(۲)

''امر بالمعروف کا فریضہ دوسرے فرائض کی طرح نہیں کیونکہ دوسرے فرائض آدمی انفرادی طور پر بخوبی بجا لا سکتا ہے''۔

(۱)احکام القرآن :۲/۳۳ (۲) ایضا

اہل بیت عظامؓ اور امام صاحبؒ کی اصلاحی تحریک کی تائید میں دو احادیث مبارکہ نقل کی جاتی ہیں امام ترمذیؒ روایت کرتے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنّ مِن أعظمِ الجِهادِ كلِمة عدلٍ عندَ سلطانٍ جائرٍ۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہے۔''

اور دوسری حدیث خود امام صاحبؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ:

عن ابن عباسؓ قال قال النبي صلى الله عليه وسلم سيد الشهداء حمزة بن عبدالمطلب ورجل قام إلى إمام جائر فأمره، و نهاه فقتله۔ (۱)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا شہداء کے سردار حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ شخص ہے جو ظالم امام یعنی حاکم کے سامنے کھڑا ہوا اور اسے معروف کا حکم دیا اور منکر سے روکا اس پر اس کو حاکم نے قتل کر دیا۔''

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جذبہ غالبہ:

حضرت زید بن علیؓ جن کے ساتھ حضرت امام صاحبؒ نے تعاون کیا وہ فرماتے ہیں کہ ''شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے اپنے دین کو حد کمال تک پہنچانے کا

(۱) احکام القرآن :۲/۳۴

اس وقت موقع دیا جب کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سخت شرمندہ تھا کہ ان کی امت کو معروف کا حکم کیوں نہیں دیا اور منکر سے کیوں نہیں روکا۔ خدا کی قسم مجھے یہ چیز سخت ناگوار تھی کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کروں درآں حال یہ کہ ان کی امّت کو نہ معروف کا حکم دیا ہے نہ منکر سے روکا ہے۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو جب میں نے درست کرلیا تو اس کے بعد مجھے قطعاً پرواہ نہیں ہے کہ میرے لیے آگ جلائی جائے اور مجھے اس میں جھونک دیا جائے۔''(۱)

حضرت زیدؒ نے اپنی قسم کو پورا کر دکھایا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پاداش میں آپ کی نعش مبارک کو دو سال کے عرصہ تک حکومت نے تختہ دار پر چڑھائے رکھا۔

احادیث مبارکہ اور حضرت امام صاحبؒ کا نظریہ اور فرامین اور خود حضرت زیدؒ کی وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی سادات کرام کی اصلاح و تجدید دین کی مساعیٔ جمیلہ و مشکورہ پر انگشت نمائی کرے تو اس کا جواب اس کے سوا کیا ہوگا کہ اسے اپنی عاقبت سے کوئی سروکار نہیں۔

حضرت سیدنا زید رضی اللہ عنہ کی تائید و نصرت:

حضرت زیدؒ ہر لحاظ سے اپنے وقت میں دوسرے تمام اہل بیتؓ میں سر برآوردہ شخصیت تھے چنانچہ امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ جو کہ آپ کے بھتیجے ہیں آپ کے بارے میں کہتے ہیں:

''واللہ میرے چچا ہم لوگوں میں سب سے زیادہ قرآن کے پڑھنے والے سب سے زیادہ اللہ کے دین میں سمجھ رکھنے والے اور رشتہ کا خیال کرنے

(۱) روض النضیر: ۵۰

والے تھے خدا کی قسم دنیا و آخرت دونوں کے لیے یعنی دونوں کے متعلقہ مسائل کے لئے انہوں نے ہمارے خاندان میں اپنے جیسا آدمی نہیں چھوڑا۔''(۱)

بڑے بڑے کبار تابعین فقہاء محدثین مثلاً سلمہ بن کہیلؒ، شعبہ بن حجاجؒ اور سفیان ثوریؒ وغیرہم نے آپ سے عقیدت و محبت کا والہانہ اظہار کیا ہے اور آپ کی جدوجہد کی تائید و تصویب کی ہے۔

حضرت زیدؒ کے ساتھ امام صاحبؒ کے رابطے:

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ہشام بن عبدالملک کے دور حکومت میں اصلاح کی تحریک اٹھائی آپ کوفہ میں تشریف لائے روایات کے مطابق امام صاحبؒ بھی حضرت زیدؒ کی حمایت کے لیے لوگوں سے کہتے تھے۔ حضرت زیدؒ اور امام صاحبؒ کے درمیان باقاعدہ مخصوص قاصد ہوتے تھے جن کے ذریعے امام صاحب مشورے پہنچایا کرتے اور مالی تعاون بھیجا کرتے تھے ایک قاصد کا نام فضیل بن زبیر تھا اس کا بیان ہے۔

كنتُ رسول زيد بن علي إلى أبي حنيفة (۲)

''میں ابوحنیفہؒ کی طرف حضرت زیدؒ کا قاصد ہوا کرتا تھا۔''

معلوم ہونا چاہیے کہ اہل بیتؓ کی سخت نگرانی ہوتی تھی خصوصاً کوفہ میں لہذا لازمی امر ہے کہ امام صاحبؒ بھی نگرانوں کی نظروں میں ہوں گے کیونکہ آگے کے واقعات اس خیال کی پوری تصدیق کرتے ہیں۔

(۱) روض النضیر: ۵۰ (۲) روض النضیر: ۵۰

بلاذری نے انساب الاشراف میں لکھا ہے:

قال و بعث (زيد) إلى أبى حنيفة فكاد (أن) يغشى عليه فرقاً وقال للرسول من أتاه من الفقهاء فقيل له۔ سلمة بن كهيل ويزيد بن أبى زياد و هاشم البريد وأبوهاشم الرمانى وغيرهم فقال لست أقوى على الخروج و بعث إليه بمال قواه به۔

ترجمہ: ''حضرت زیدؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے پاس اپنا قاصد بھیجا امام ابوحنیفہؒ حضرت کے غم فرقت میں نڈھال تھے آپ نے ان سے پوچھا کہ حضرت زیدؒ کے پاس فقہاء میں سے کن کا آنا جانا زیادہ ہے بتایا گیا سلمہ بن کہیلؒ، یزید بن أبی زیادؒ، ہاشم البریدؒ، ابوہاشم الرمانیؒ وغیرہ۔ فرمایا مجھ میں خروج کی طاقت نہیں لیکن آپ نے نقد مال بھیجا تا کہ اس سے ان کو تقویت ہو۔''(۱)

امام ابی طالب یحیٰ بن حسین الہارونی الحسنیؒ ''الافادۃ'' میں فرماتے ہیں:

ومن الفقهاء الذين اختلفوا إليه وأخذوا عنه أبوحنيفة وأعانه بمالٍ كثير۔ (۲)

''فقہاء میں سے جنہوں نے آپ سے ملاقات کی اور علم حاصل کیا ان میں سے امام ابوحنیفہؒ ہیں جنہوں نے حضرت زیدؒ کی بہت سے مال کے ساتھ معاونت کی۔''

آپ کی محبت اہل بیتؓ، اہل بیتؓ کی زبان سے:

ابوالفراج الاصبہانیؒ نے ''مقاتل الطالبین'' میں حضرت زیدؒ کے حالات میں لکھا ہے:

حدثني على بن عباسؒ قال حدثنا أحمد بن يحيى قال حدثنا

(۱) انساب الاشراف: ۲۳۹/۳ (۲) الافادہ: ۲۳

عبدالله بن مروان بن معاويه قال سمعتُ محمد بن جعفر بن محمد فى دارالامارة يقول رحم الله أباحنيفة قد تحقّقت مودته' لنا فى نصرته زيد بن على۔ (۱)

''اللہ ابوحنیفہؒ پر رحمت فرمائے تحقیق ان کی محبت جو ہم سے ان کو تھی وہ متحقق ہوگئی ہے جس طرح انہوں حضرت زیدؓ سے معاونت کی۔''

مقاتل الطالبین ہی میں حضرت زیدؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظمؒ نے حضرت زیدؓ کے پیامبر فضیل بن زبیرؒ سے کہا۔

قل لزيدٍ لك عندى معونة وقوة على جهاد عدوك فاستعن بها أنت وأصحاب فى الكراع والسلاح ۔(۲)

ترجمہ: ''اے فضیل حضرت کو میرا یہ پیغام دیجیے کہ آپ کے لیے آپ کے دشمن کے خلاف میرے پاس اسباب تعاون ہے آپ اس سے اپنے ساتھیوں کے لیے سامان واسلحہ کا بندوبست فرمائیں''۔

امام صاحبؒ کو حضرت زیدؓ کی تحریک کی کامیابی کے بارے شدید فکر لاحق تھی چنانچہ تحقیق کرتے رہتے تھے اور حضرت زیدؓ کو قیمتی مشورے دیا کرتے اور دیکھتے کہ حضرت زیدؓ کے ہاں کن لوگوں کا آنا جانا ہے۔ انہی قاصد فضیل کا کہنا ہے کہ حضرت امام صاحبؒ نے ایک دفعہ پوچھا کہ حضرت زیدؓ کے پاس کن کن فقہاء کا آنا جانا ہے۔ اسی سے آپ کی فکر اور دلچسپی معلوم ہوتی ہے۔

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک میں حضرت زیدؒ کا منشور دیکھا جائے فرماتے تھے:

(۱) مقاتل الطالبین: ۱۴۵ (۲) ایضاً ص ۱۴۶

"ہم تم لوگوں کو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور تمہیں بلاتے ہیں کہ آؤ اور ظالموں سے جہاد کرو اور جو کمزور ہوگئے ہیں ان کو ظلم سے بچاؤ جو اپنے حقوق سے محروم کئے گئے ہیں ان کے حقوق ان تک پہنچاؤ اور مسلمانوں کا یہ مال جو بیت المال میں جمع ہوتا ہے اس کو مساوی طور پر مسلمانوں میں تقسیم کرایا جائے۔"

آپ کے ان اعلیٰ مقاصد کے لیے اٹھائی گئی تحریک میں روافض کے علاوہ بہت سے لوگ شامل ہوگئے لیکن بعد میں بہت تھوڑے رہ گئے اور کوفہ والے مدد کے لیے نہ پہنچ سکے کیونکہ اموی گورنر کو قبل از وقت پتہ لگا اس نے کوفہ کے لوگوں کو محاصرہ کر کے نکلنے نہ دیا۔

امام صاحبؒ کا فتویٰ حضرت زیدؒ کی تائید میں:

آپؒ نے فرمایا کہ حضرت زیدؒ امام برحق ہیں آپ کی تحریک بھی برحق ہے میں آپ کا ساتھی ہوں۔ مناقب مکی میں ہے۔

كان زيد بن علي أرسل إلى أبی حنيفة يدعوه إلى نفسه فقال أبوحنيفة لرسوله لوعلمتُ أن الناس لا يخذلونه ويقومون معه قيام صدق لكنت أتبعه وأجاهد معه من خالفه لأنه امام حق لكنی أخاف أن يخذلوه كما خذلوا أباه۔ (۱)

"حضرت زیدؒ نے قاصد حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پاس بھیجا کہ ان کو اپنی طرف دعوت دے تو امام صاحبؒ نے اس قاصد سے کہا اگر مجھے یقین ہوتا کہ لوگ بر وقت آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے، اور آپ کی اعانت میں

(۱) مناقب مکی: ۲۳۹

ثابت قدم رہیں گے تو میں آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت کرتا اور آپ کے مخالفین کے خلاف لڑتا کیونکہ آپ امام برحق ہیں لیکن مجھے خوف ہے کہ لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے جیسا کہ آپ کے والد کے ساتھ مدد چھوڑ دی۔"

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا جہاد بدر کے جہاد کی طرح:

حضرت زیدؒ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کے بارے میں آپ سے سوال کیا گیا تو فرمایا:

فقال خروجه يضاهي خروج رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم بدر۔ (۱)

"فرمایا حضرت زیدؒ کا جہاد کے لیے نکلنا آنحضرت ﷺ کے بدر کے دن نکلنے کے مشابہ ہے۔"

یعنی آپ کے ہاں حضرت زیدؒ کا جہاد جو انہوں نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے شروع کیا اس کی قدر وقیمت اور درجہ وشان غزوہ بدر کی طرح ہے کہ وہاں بھی اہل حق بے سروسامان تھے اور یہاں بھی اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کس قدر حضرت زیدؒ کے حمایتی تھے۔

مختلف النوع امداد

امام صاحبؒ خود بعض شرعی اعذار کی وجہ سے نہیں جاسکے لیکن آپ نے بحیثیت ایک مفتی اور مذہبی رہنما کے حضرت زیدؒ کے بارے میں مندرجہ بالا فتویٰ دے کر اپنا پورا حصہ

(۱) مناقب مکی: ۲۳۹

ڈال دیا کیونکہ آپ جیسے مشہور و معروف مرجع الانام فقیہہ وقت کا فتویٰ وہ کام کر سکتا ہے جو ایک لشکر شاید ہی کر سکے۔

لیکن آپ نے صرف زبانی نصرت کی بجائے مالی طور پر بھی پوری پوری مدد فرمائی، بذریعہ قاصد مشاورت الگ ہے۔ چنانچہ روایت میں ہے۔

وبعث إليه بعشرة آلاف درهم۔ (۱)

"ان کی طرف دس ہزار درہم بھیجے"

تاہم آپ بعض شرعی اعذار کی وجہ سے بنفس نفیس شرکت نہ کر سکے جس کا آپ نے اظہار کیا کہ میرے ذمہ امانتیں ہیں جنہیں کوئی دوسرا اپنے ذمہ لیتا نہیں دوسری وجہ یہ کہ آپ کو حضرت زیدؓ کے اعوان وانصار پر اعتماد نہیں تھا۔

امام صاحبؒ کے خدشہ کے مطابق واقعہ ہوا کہ آخر میں بہت کم لوگ رہ گئے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ان دنوں میں آپ بیمار تھے۔

شہادت زید رضی اللہ عنہ:

علم و عمل تقویٰ اور غیرت علی الحق کا پیکر صبر و استقامت کا پہاڑ اسلام کی سچی اور حقیقی عظمت و شوکت کی بحالی کے لیے برسرِ پیکار سیدنا زید بن علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں قیام کیا اور لوگوں کو نصرت کی دعوت دی چنانچہ اہل کوفہ میں سے بعض روایات کے مطابق پندرہ ہزار اور بعض روایات میں چالیس ہزار لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

آپ کی اصلاحی تحریک کے ان ایّام میں پورے عراق کا گورنر یوسف بن عمر تھا آپ

(۱) مناقب مکی: ۲۳۹

نے اعلان جہاد کے لیے یکم صفر المظفر ۱۲۲ھ بدھ کی رات کا تعین فرمایا۔ دشمنان اہل بیتؓ نے اہل کوفہ کو شہر کی مسجد اعظم میں محصور کر دیا تا کہ امام صاحبؒ کی نصرت نہ ہو سکے اور حضرت امام صاحب پر لشکر کشی کی۔ اس سبب سے امام زیدؓ کو قبل از وقت ہی مقابلہ میں اترنا پڑا۔

اس تاریخی معرکے میں دونوں لشکروں کے تناسب میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ مورخ طبریؒ کے بقول حضرت زیدؓ کے ساتھ ۲۱۸ مجاہد تھے اور بعض روایت میں ۳۱۳ بھی مندرج ہیں جبکہ دشمن پندرہ ہزار کے لشکر کے ساتھ میدان میں آیا تھا۔ یہ حضرت زیدؓ ہی کی فطری شجاعت اور عزم توکل کا عظیم مظاہرہ تھا کہ یہ حق و باطل کا معرکہ کئی روز تک چلتا رہا۔

اگر اہل کوفہ کی طرف سے پیمان شکنی نہ ہوتی اور راز افشا نہ ہوتا تو آپ ضرور کامیاب ہوتے مگر یہ پیکر شجاعت و جبل استقامت اپنے چند فدائیوں کے ساتھ ڈٹے رہے۔ یہاں تک کہ رات کو اچانک آپ کی پیشانی مبارک کی بائیں جانب ایک تیر لگا اور دماغ میں پیوست ہو گیا۔ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس آ گئے، حران بن زید کے گھر میں قیام پذیر تھے وہیں پر شقیر نامی طبیب کو لایا گیا اس نے پیشانی سے تیر کھینچا تیر کے نکلنے کے ساتھ ہی آپ کی شدّت درد سے چیخ نکل گئی اس کے چند لمحے بعد آپ کی روح مبارکہ پرواز کر گئی۔

آپ کے ساتھی آپ کے جسد اطہر کے بارے میں سخت پریشان ہوئے کہ اس کو کہاں دفن کر کے چھپائیں کیونکہ حکومت والوں کو معلوم ہونے کی صورت میں شدید بے حرمتی کا خدشہ تھا۔ چنانچہ مٹی نکالنے کے ایک گھڑے میں ایک نالے کے کنارے دفن کر کے اس پر پانی چھوڑ دیا۔ لیکن حکام نے شقاوت کو بھی شرما دیا۔ آپ کے ایک سندی غلام کے

ذریعے قبر معلوم کرلی اور آپ کے جسد اطہر کو نکالا اور جمعہ کو آپ کا سر مبارک کاٹ کر حجاج
بن قاسم کے ذریعے یوسف بن عمر کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد ظالموں نے آپ کے جسد
اطہر کو سولی دی۔ ان کا آپ کو سولی دینا اتنی ناپاک جسارت تھی کہ جس کا تصور ناممکن تھا
چنانچہ اللہ پاک نے ان کو اس جرم کی سزا دی کہ کتنے ہی اموی حکمرانوں گورنروں کی لاشوں کو
عباسی نکال کر سولی دیتے تھے۔

آپ کے ایک بیٹے یحییٰ وہاں سے نکل کے خراسان گئے لیکن وہاں بھی ان کو تلاش
کیا گیا، ایک معرکہ میں آپ کو فتح ہوئی لیکن پھر ایک مکان میں چھپے ہوئے تھے کہ چھاپہ پڑا
اور مقابلہ میں شہید کردیے گئے۔ آپ کی شہادت کی خبر جب امام ابوحنیفہ کو پہنچی تو بہت زیادہ
روئے جب بھی آپ کا تذکرہ ہوتا تو اتنا روتے کہ ہچکی بندھ جاتی۔ حضرت زیدؓ کے دوسرے
بیٹے جنہیں حسین ذوالدمعہ بھی کہتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؒ اور ذوالنفس الزکیہؒ کے ساتھ شریک جہاد رہے ان کی شہادت
کے بعد مدینہ میں روپوش رہے حضرت جعفر صادقؒ کے گھر رہے اس دوران ان سے جملہ
علوم میں کسب فیض کیا۔ حضرت زیدؓ کی شہادت کے بعد بھی حضرت جعفر صادقؒ کے گھر میں
رہے تھے اس لئے آپ کی تعلیم اور پرورش دونوں حضرت ہی کے ہاں ہوئی۔ جب
حکومت نے پیچھا کرنا ترک کیا تو پھر ظاہر ہوئے۔ سیّدی ومولائی مرشدی وسندی حضرت
اقدس شاہ سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے اولاد اطہار میں اور آپ کے علوم
ومحاسن کے علمبردار ہیں۔

اموی حکمرانوں کی طرف سے ابتلا:

آپ نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زید بن علیؓ کس قدر بلند درجہ ومرتبہ رکھتے
تھے ان کے جہاد کو بدر کے جہاد سے تشبیہ دیتے اور ان کے علم وفضل اخلاص و دین کے سخت
مداح نظر آتے ہیں اور ان کو خلیفہ برحق کہتے ہیں حتی الوسع ان کی مالی مدد ونصرت بھی کرتے
ہیں تاکہ ان کے جہاد میں شریک ہوسکیں آخر الامر ان کو بے دردی سے شہید کیے جاتے
ہوئے دیکھتے ہیں پھر اس عظیم المرتبت شخصیت کی نعش کے ساتھ توہین ہوتے دیکھتے ہیں تو
امام صاحبؒ جیسے صاحب غیرت علی الحق کے لیے یہ سب ناقابل برداشت نہیں ہوگا؟ چنانچہ
بعد میں امویوں کو اپنے ارشادات وعظ ودروس میں مطعون کیا ہوگا کیوں کہ اس کے بعد آپ
کو اموی حکومت سے جو مصائب پہنچیں وہ اس موقف کے لیے مؤید ہیں۔ جن کی تفصیل اس
طرح ہے۔

مناقب موفق مکیؒ اور دیگر اصحاب مناقب رجال وتاریخ میں اجمالاً وتفصیلاً یہ واقعات
محفوظ ومنقول ہیں کہ اموی خلیفہ کے عامل کوفہ یزید بن عمر بن ہبیرہ نے امام ابوحنیفہؒ کو بلاکر
محکمہ قضا یا خزانہ کی حفاظت و ذمہ داری آپ کو تفویض کرنی چاہی اس طرح وہ حضرت امام
ابوحنیفہؒ کے طبعی رجحان اور ان کے اہل بیتؓ کی طرف میلان کو پرکھنا چاہتے تھے کیونکہ وہ
بخوبی جانتے تھے کہ امام صاحبؒ اہل بیتؓ کے حامی ہیں اور اموی دور حکومت میں کوئی
سرکاری عہدہ قبول کرنے والے نہیں لہذا اس بہانے ان سے حساب چکانے کا موقع ہاتھ
آئے گا اور حضرت زیدؓ سے تعلقات ان کی امداد اور ان کے حق میں دیے گئے فتوے اموی
حکمرانوں سے مخفی نہ تھے۔ لیکن ان کی وجاہت اور شہرت اور حلقہ ارادت کے خوف سے بغیر
الزام کے ہاتھ نہیں ڈال سکتے تھے۔

ابن ہبیرہ کی سازش اور امام صاحبؒ کی بصیرت:

علامہ مکیؒ رقمراز ہیں:

ابن ہبیرہ اموی دور میں کوفہ کا حاکم تھا عراق میں جب فتنے برپا ہو رہے تھے تو ابن ہبیرہ نے عراق کے علماء و فقہاء کو اپنے گھر کے دروازے پر جمع کیا ان میں ابن ابی لیلیٰؒ، ابن شبرمہؒ اور داؤد بن ابی ہندؒ بھی تھے۔ اس نے ہر ایک کو ایک ایک منصب تفویض کیا۔ امام ابوحنیفہؒ کو بھی کہلا بھیجا وہ انہیں سرکاری مہر سپرد کرنا چاہتے تھے تا کہ کوئی فرمان ان کی مہر کے بغیر جاری نہ ہو سکے۔ اور نہ ہی بیت المال سے کوئی چیز آپ کی اجازت کے بغیر نکل سکے۔ امام ابوحنیفہؒ نے انکار کر دیا۔ ابن ہبیرہ نے یہ پیش کش نہ قبول کرنے کی صورت میں زدوکوب کا حلف اٹھایا۔ ان تمام فقہاء نے حاضر ہو کر امام ابوحنیفہؒ سے کہا۔ خدارا اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیے ہم آپ کے ساتھ تھے ہم خود بھی ان عہدوں کو ناپسند کرتے ہیں مگر کیا کریں قبولیت کے سوا کوئی چارہ کار بھی نہیں امام صاحبؒ نے فرمایا:

لو أرادني أن أعدّ له أبواب مسجد واسط لم أدخل في ذلك فكيف هو يريد مني أن يكتب دم رجل يضرب عنقه وأختم أنا على ذلك الكتاب فوالله لا أدخل في ذلك أبداً۔(۱)

(۱) مناقب مكي :ص۲۷۶

''اگر امیر مجھے شہر واسط کی مسجد کے دروازے شمار کرنے کا حکم بھی دے تو میں اس کی تعمیل کے لیے تیار نہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ کسی کو قتل کرنے کا حکم صادر کرے اور میں اس پر مہر ثبت کروں بخدا میں ایسا کبھی نہیں کرونگا''۔

امام صاحبؒ کی استقامت:

اس پر ابن ابی لیلیٰ بولے انہیں چھوڑیے یہ درست کہتے ہیں اور باقی سب غلطی پر ہیں۔ کوتوال نے آپ کو قید کر لیا اور متواتر کئی روز تک کوڑے مارتا رہا۔

جبل استقامت عزم و ہمت کے پیکر نے پورے جذبے کے ساتھ ان مظالم کو برداشت کیا اور اتنا صبر سے کام لیا کہ خود جلاّد اور جیل والے حیران ہو گئے کہ اس پر تو سزا کا سرے سے یکسر اثر ہی نہیں ہو رہا چنانچہ جلاّد نے آ کر ابن ہبیرہ سے کہا۔

''وہ شخص تو جسد بے روح ہے''

ابن ہبیرہ نے کہا کہ ان سے کہیے کہ ہماری قسم پوری کریں جلاّد کے پوچھنے پر امام صاحبؒ نے فرمایا: ''اگر وہ مجھے مسجد کے دروازے شمار کرنے کا حکم بھی دیں تو میں اس کی تعمیل کے لیے تیار نہیں'' جلاد پھر ابن ہبیرہ سے ملا وہ بولا اس قیدی کو کوئی سمجھانے بجھانے والا نہیں کہ یہ مجھ سے مہلت ہی طلب کرے تو میں دینے کے لیے تیار ہوں امام ابوحنیفہؒ کو پتہ چلا تو فرمایا: مجھے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کا موقع دیا جائے۔ اس پر ابن ہبیرہ نے آپ کی رہائی کا حکم دیا تو آپ نے اس کی قید سے نکلتے ہی مکۃ المکرّمہ کی راہ لی۔ ایک روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے

خواب میں ابن ہبیرہ کو ڈانٹا کہ تو نے امام صاحبؒ کو قید کیا ہے تو اس نے چھوڑ دیا۔

امام صاحبؒ کی مکہ ہجرت:

اس تاریخی واقعہ سے کئی باتیں واضح ہوتی ہیں:

(۱) یہ کہ اموی حکمران وعمّال آپ کے ہاں شرعی تقاضوں کو پورے نہ کرنے والے اور حقوق کو دبانے والے تھے۔ اس لیے آپ نے ان کی حکومت کا حصہ بننا کسی درجہ میں بھی پسند نہ کیا۔

(۲) یہ کہ اہل معصیت اور جابروں کا ساتھ نہیں دینا چاہیے اس کی کتنی بڑی بھاری قیمت بھی کیوں نہ ادا کرنا پڑے اور عزیمت اسی کا نام ہے اور امام صاحبؒ کی پوری زندگی عزیمت کی ایسی ہی داستانوں سے عبارت ہے۔

(۳) یہ کہ جب آدمی کے دین پر بن آئے تو ہجرت کرنی چاہیے اسی لیے امام صاحبؒ نے مکہ کی طرف ہجرت کی کیونکہ آپ کا موقف درست تھا اور آپ نے اس سے انحراف نہیں کرنا تھا اس لیے مزید امتحان سے بچنے کے لیے مکہ تشریف لے گئے اور امویوں کے دور کے خاتمہ تک وہیں قیام پذیر رہے اسی دوران ہی آپ نے بڑے بڑے تابعین، محدثین، فقہاء اور ائمہ اہل بیتؓ سے کسب فیض کیا۔ امام عطاءؒ، امام مالکؒ، امام جعفر صادقؒ، امام عبداللہ بن حسنؒ اور دیگر کبار ائمہ کی ایک فہرست ہے۔ مکہ کے لیے یہ سفر آپ نے ۱۳۰ ہجری میں کیا۔ اسی دوران ہی آپ نے حرمین میں اپنا حلقہ درس قائم کیا جس کا ذکر گزر چکا۔

روایت کے مطابق آپ ابوجعفر منصور کے دور میں جب عباسیوں کی حکومت آئی تو

واپس کوفہ آئے، موفق مکی بیان کرتے ہیں۔

فأقام بمكة حتى صارت الخلافة للعباسية فقدم أبوحنيفة الكوفة في زمن أبي جعفر المنصور۔(۱)

ترجمہ: ''پس آپ نے مکہ میں قیام کیا یہاں تک کہ عباسیوں کی خلافت آگئی پس ابوحنیفہؒ کوفہ آئے منصور کے دور میں۔''

ابن ہبیرہ کے جلّادوں کے مارنے سے آپ کا سر سوج جاتا تھا اور آپ کی تکلیف اور غم کی وجہ سے آپ کی والدہ کو سخت تکلیف ہوئی تو آپ روئے اور فرمایا کہ مجھے ان کے ظلم و مار کی اتنی تکلیف و دکھ نہیں جتنی میری ماں کی تکلیف اور پریشانی کا غم ہے۔ ابن ہبیرہ اور آپ کے درمیان پیش آنے والے واقعات کو صحیح طرح سمجھنے سے ہمیں امام صاحبؒ کی آئندہ کی زندگی کے بارے بہت سی باتیں سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ امام صاحبؒ کے عزم وحوصلہ اور عالی ہمتی ہے کہ آپ نے حالات کا اکیلا مقابلہ کیا اور کسی لمحہ بھی مؤقف میں کمزوری نہیں آنے دی، یہی صفت اپنے اہل بیتؓ کے کبار مشائخ میں انہوں نے دیکھی تھی۔

عباسی دور اور ان سے امام صاحبؒ کے تعلقات

امام ابوحنیفہؒ اپنے قیام مکہ کے بعد منصور کے دور میں واپس کوفہ میں مستقل آئے تو منصور ان کی بہت تعظیم کرتا اور آپ سے محبت کرتا اور ہدایا پیش کرتا لیکن امام صاحبؒ ہدایا کو حکمت سے واپس کرتے، مناقب موفق میں ہے کہ

فقدم أبوحنيفة الكوفة في زمن أبي جعفر المنصور فجعل أبوجعفر يعظم أبا حنيفة و يحبّه وأمر له بجائزة عشرة آلاف

(۱) مناقب مکی: ص۲۷۲

درهم وجارية فلم يقبلها أبو حنيفة۔(۱)

”پس امام ابوحنیفہؒ منصور کے دور میں کوفہ آئے، وہ آپ کی بہت تعظیم کرتا اور اظہار محبت کرتا اور دس ہزار درہم اور لونڈی کا ہدیہ پیش کیا تو امام صاحبؒ نے قبول نہیں کیا۔“

عباسی خلافت کے داعیوں نے اہل بیتؓ علویوں کی حمایت کے نام پر خلافت حاصل کی تو شروع میں ان کے ہاں ہر وہ شخص معزز تھا جو کہ اہل بیتؓ کا محبّ تھا جس کے ساتھ بنوامیّہ نے زیادتیاں کی تھیں ان کے ساتھ یہ مہربانیاں کرتے تھے۔ اور امام صاحبؒ کی اہل بیتؓ سے محبت اور حضرت زیدؒ کی نصرت اور اسی سبب امویوں کے ہاتھوں آپ کو پہنچنے والی تکلیف اور مظالم بھی ان کی نظر میں تھے۔ اس لیے امام صاحبؒ سے محبت اور ان کی تعظیم لازمی چیز تھی اسی کی طرف موفق نے اشارہ کیا ہے اور عباسیوں نے بھی منصور کے دور میں نفس ذکیہؒ اور ان کے بھائی کی تحریک تک اہل بیتؓ سے اچھے معاملات رکھے اور ان کے ساتھ امداد اور دیکھ بھال میں کوئی کسر نہ رکھی اس لیے امام صاحبؒ بھی ان کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتے تھے لیکن رفتہ رفتہ عباسیوں اور اہل بیتؓ میں کھچاؤ پیدا ہوا اور عباسی خصوصاً منصور نے اہل بیتؓ کو خلافت میں شریک نہیں کیا بلکہ اس نے اہل بیتؓ کو اپنی خلافت کے لیے خطرہ سمجھا چنانچہ ان کے درمیان فاصلے بڑھنے لگے حقیقت میں جس منشور کے تحت عباسیوں کو خلافت ملی اس سے انہوں نے انحراف کیا اس لیے لوگوں نے کوئی بنیادی تبدیلی محسوس نہیں کی۔

محمد بن عبداللہ ذوالنفس الزکیہؒ کی تحریک:

سادات حسنی کے بزرگ حضرت عبداللہ بن حسن بن حسنؓ جو کہ امام صاحبؒ کے استاد ہیں اور

(۱) مناقب مکی: ۲۸۲

مدینہ میں قیام پذیر تھے منصور کو ان سے خطرہ محسوس ہوا تو اس نے حضرت عبداللہ بن حسنؓ کو خاندان سمیت ہاشمیہ لا کر قید کر دیا چنانچہ قید ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت زیدؒ اور ان کے بیٹوں کی شہادت کے بعد سادات حسینیہؓ گویا کہ تحریک سے باز رہے تو سادات حسنیہ نے تحریک کی قیادت سنبھالی اور حضرت عبداللہ بن حسنؓ کا خاندان اس ضمن میں سب سے سبقت لے گیا چنانچہ آپ کے ایک بیٹے محمد ذوالنفس الزکیہؒ نے ۱۴۵ھ میں مدینہ منورہ سے تحریک اٹھائی، عباسیوں کی خلافت سے پہلے خود منصور نے بھی حضرت محمد ذوالنفس الزکیہؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ امام مالکؒ سمیت کئی کبار علماء وفقہاء اور مدینہ اور مکہ کے تمام لوگوں نے حضرت محمد ذوالنفسؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

امام مالکؒ کا فتویٰ:

امام دارالہجرۃ حضرت انس بن مالکؒ نے آپ کے حق میں فتوی دیا۔ اور حمایت کا اعلان کیا۔ اور لوگوں کو امداد و نصرت کی تلقین کی چنانچہ ابن جریرؒ اور ابن کثیرؒ کے مطابق امام مالکؒ نے محمد ذوالنفس الزکیہؒ کے ہاتھ بیعت خلافت کا فتوی بھی دیا جب آپ سے کہا گیا کہ ہماری گردن پر ابھی تک منصور کی بیعت سوار ہے تو آپ نے فرمایا:

”تمہیں بیعت کرنے پر مجبور کیا گیا ہے مجبور آدمی کی بیعت نہیں۔ امام مالکؒ کے فتوی کے مطابق لوگ ان کی بیعت کرنے لگے لیکن امام مالکؒ اپنے گھر ہی بیٹھے رہے۔“(۱)

حضرت امام مالکؒ کو اس فتوی کے سبب سخت تکالیف اور مظالم کا سامنا کرنا پڑا کوڑے کھائے اور مختلف طریقوں سے آپ کی سخت توہین کی گئی۔ آپ پر اتنی کوڑا زنی ہوئی

(۱) البداية والنهاية: ۸۴/۱۰

کہ آپ کے دونوں بازو ہی نکل گئے آپ نے امام محمدؒ کی تحریک کے دوران ''یمین مستکرہ'' کا مسئلہ باوجود منصور کے سختی سے منع کرنے کے زور وشور سے بیان کیا جس سے امام محمدؒ کی تحریک کو خوب فائدہ ہوا آپ کو مدینہ منورہ سے دیار نبی ہونے کے سبب اتنی محبت تھی کبھی اس سے جدا ہونا پسند نہ فرمایا۔اور آپ کے ہاں یہ مسلّمہ ضابطہ ہے جو کہ صاحب مدارکؒ نے نقل کیا ہے۔

قال ابن نافع كان مالك يرى أن الحرمين إذا ما بايعوا لزمت البيعة لأهل الإسلام (١)

ترجمہ: ''ابن نافع فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کے ہاں جب مدینہ اور مکہ جس کسی کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرلیں تو تمام اہل اسلام کے لیے ان کا عمل معتبر ہے''۔

حضرت ذوالنفس الزکیہؒ کے ہاتھ پر اہل حرمین نے بیعت کی اور عمّال بنوامیّہ کو بے دخل کیا تھا اور یہ کس طرح قیاس میں آنے والی بات ہے کہ امام مالکؒ صاحب نے ساتھ نہیں دیا۔امام مالکؒ نے ساتھ دیا اسی وجہ سے ہی فوراً بعد آپ کو سخت سزائیں دیں سرعام آپ کی تذلیل کی آخر اس کی وجہ کیا ہے۔

امام صاحبؒ کی کامیاب حکمت عملی:

اُدھر کوفہ میں امام ابوحنیفہؒ اس سے بھی زیادہ شدّت کے ساتھ سادات کی تائید اور منصور کی مخالفت میں متحرک تھے آپ دوران درس و تدریس علانیہ ان کی نصرت کی تلقین کرتے۔نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ آپ نے منصور کے بعض اہم فوجی افسروں کو اہل بیتؒ کے خلاف لڑنے سے روک دیا تھا۔

(١) المدارك :٣٣، مالك ص ١٧٠

روایات میں موجود ہے کہ منصور کا ایک سپہ سالار حسن بن قحطبہ امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا 'میرا جو کام ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں کیا اس سے توبہ ممکن ہے، امام صاحبؒ نے جواباً فرمایا: ''جب خدا کو معلوم ہوجائے کہ تم اپنے کیے پر نادم ہو اور اگر تمہیں اپنی جان کو ہلاک کرنے یا کسی مسلمان کو قتل کرنے میں اختیار دے دیا جائے تو تم اپنی جان کو تباہ کرنا گوارا کرلو لیکن مسلم کا قتل تمہیں پسند نہ ہو اور خدا سے عہد کرلو کہ آئندہ یہ کام نہیں کروں گا۔تو ان شرطوں کا پورا کرنا ہی تمہاری توبہ ہے''۔

حسن نے کہا: ''مجھے منظور ہے میں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ میں کسی مسلم کو قتل نہ کروں گا۔''(١)

ہر عہد کے جابر حکمرانوں کے ماتحت فوجی افسروں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ قتل مسلم کے جرم کا مرتکب ہونے کے بجائے خود قتل ہونا منظور کرے۔

حسن بن قحطبہ جو کہ منصور کا قریبی اور قابل اعتماد سالار لشکر تھا اس کا کام ہی منصور کے خلاف اٹھنے والوں کا قلع قمع کرنا تھا اور کئی مواقع پر اس نے یہ ڈیوٹی انجام دی۔امام صاحبؒ کی فراست وحکمت نے یہ باور کرایا کہ جو کام وہ کررہا ہے وہ ناجائز ہے اور اسے بھی یہ بات سمجھ میں آئی اور توبہ کرکے باز رہا۔

ابراہیم بن عبداللہ بن حسنؒ کا خروج:

اسی اثنا میں ابراہیم بن عبداللہ بن حسنؒ علوی کے خروج کا واقعہ پیش آیا اور یہ بھی ۱۴۵ھ میں ہی پیش آیا اور بصرہ سے اس کا آغاز ہوا اور امام ابراہیمؒ کو کئی علاقوں میں کامیابی

(١) أبوحنيفه ص٣٨

نصیب ہوئی۔ امام ابراہیمؒ پہلے تو اپنے بھائی نفس زکیہؒ کے ماتحت تھے لیکن ان کی شہادت کے بعد لوگوں سے اپنے لیے بیعت لی، یہ رمضان کا واقعہ ہے جیسا کہ صاحب 'الافادہ' اور صاحب 'مقاتل' نے بیان کیا ہے۔

چنانچہ منصور نے انہی حسن بن قحطبہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت ابراہیمؒ کے خلاف لشکر کشی کریں۔ تو حسن امام اعظمؒ کے پاس آیا اور بتایا کہ منصور نے یہ حکم دیا ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تمہاری توبہ کا وقت آچکا ہے اگر تم نے اپنے عہد کو پورا کیا تو تم تائب ٹھہرو گے ورنہ پہلے اور پچھلے سب گناہوں میں ماخوذ ہوگے، اس نے توبہ کی کوشش کی اور جان ہتھیلی پر رکھ کر منصور کے دربار میں حاضر ہوا اور بہ بانگ دہل کہا کہ 'میں اس طرف کا رُخ بھی نہیں کروں گا' اگر تمہارے احکام کی تعمیل خدا کی اطاعت کا سبب ہے تو میں یہ سعادت بہت حاصل کر چکا اور اگر خدا کی نافرمانی ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں''۔(۱)

اس جواب پر منصور سخت ناراض ہوا بہت پیچ و تاب کھایا کیونکہ سب سے پرانا قابل اور سب سے وفادار جرنیل اس کے سامنے اس کے حکم سے سرتابی کر رہا تھا اس طرح حسن نے اپنے اس عہد کو پورا کر دیا جو کہ حضرت امام صاحبؒ نے لیا تھا۔ حسن نے کہا تھا:

''میں نے خدا سے عہد کرلیا ہے کہ مسلمانوں کے قتل کا جو کام میں اب تک (حکومت کے اشارے پر) کرتا رہا ہوں اب اس کی طرف کبھی نہ پلٹوں گا''۔(۲)

(۱) أبو حنيفه: ص۳۸ (۲) ایضاً

امام صاحبؒ نے جس حکیمانہ طرز سے ایک آزمودہ کار جرنیل کو حضرت ابراہیمؒ سے لڑنے سے روکا یہ ایک آدمی کو روکنا نہیں بلکہ ایک لشکر کو روکنا ہے دربار میں حسن کا بھائی حمید بن قحطبہ بھی بیٹھا تھا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر جو اس کے بھائی کے خلاف جا رہی تھی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا امیر المومنین تقریباً سال بھر سے ہم لوگ اس شخص (یعنی حسن) کے اندر تغیّر دیکھ رہے ہیں اور اسی وقت سے ہمیں اندیشہ ہے کہ یہ غیروں سے میل ملاپ رکھتا ہے۔ سال بھر سے اس کے ہوش و حواس بجا نہیں ہیں، اس لیے میں اس مہم پر جانے کے لیے تیار ہوں۔

یہی حمید ہی وہ بدبخت ہے جس نے حضرت ذوالنفس الزکیہؒ کے سینے میں نیزہ بھونک دیا اور ان کا سر بھی کاٹا جسے مدینہ سے لاکر کوفہ کی گلیوں میں پھرایا گیا۔ سب سے پہلے حسین کا سر تھا جو کٹا پھر ان کے بیٹوں کا اور پھر عبداللہ بن حسنؒ کے بیٹے محمدؐ کا اب اسی حمید بدبخت نے حضرت ابراہیمؒ کے خلاف بھی لشکر کی قیادت کی **لعنة الله على مارتكب**۔

حسن بن قحطبہ کا اس طرح بغیر لگے لپٹے اور حیلہ و حجت کے منصور سے بگڑ جانا اس کے لیے بہت ہی فکر کا باعث تھا۔ چنانچہ اس نے کھوج کے لیے آدمی لگا دیے کہ دیکھو اس کا آنا جانا کس فقیہہ کے پاس ہے۔ جس نے اس میں اتنی بڑی ذہنی اور فکری تبدیلی برپا کی ہے۔

منصور کا تعاقب و تحقیق:

چنانچہ کارندوں نے تحقیق احوال کے بعد رپورٹ دیا کہ أنه يدخل على أبي حنيفة (۱) اس کا آنا جانا ابوحنیفہؒ کے پاس ہے۔

حضرت امام صاحبؒ پہلے ہی ان کی نظروں میں تھے اب اور بھی یقین ہوگیا اور

(۱) الانتقاء ص ۳۲۳، مناقب مکی ص ۴۲۸

انہیں ثبوت ''امام صاحبؒ کے اہل بیتؓ کی طرف داری'' کا حسن کی شکل میں ملا۔ امام موفقؒ کی ایک روایت کے مطابق منصور نے امام صاحبؒ اور حسن دونوں کو زہر بھی دیا تھا۔

اسی طرح منصور کے خفیہ کارندوں نے یہ اطلاع بھی دی کہ امام ابراہیم بن عبداللہؒ کا امام اعظمؒ اور امام اعمشؒ کے درمیان اس تحریک کے سلسلے میں خط و کتابت جاری ہے۔ منصور نے جب اس کی تحقیق اپنے انداز سے کی تو امام صاحبؒ کے تعلقات رابطے ظاہر ہوئے۔ یہ واقعہ حضرت امام حافظ ابن عبدالبر اندلسیؒ نے الانتقاء میں تفصیل سے درج کیا ہے اور امام کردریؒ اور امام موفقؒ نے بھی۔

يقول أبو يوسف: إنما كان غيظ المنصور على أبى حنيفة مع معرفته بفضله أنه لما خرج إبراهيم بن عبدالله بن حسن بالبصرة، ذكر له أن أباحنيفة والأعمش يخاطبانه من الكوفة فكتب المنصور كتابين على لسانه، أحدهما إلى الأعمش والآخر إلى أبى حنيفة من إبراهيم بن عبدالله بن حسن، وبعث بهما مع من يثق به، فلما جيئ الأعمش بالكتاب أخذه من الرجل وقرأه، ثم قام فأطعمه الشاة، والرجل ينظر، فقال له: ما أردت بهذا؟ قال قل له أنت رجل من بنى هاشم، وأنتم كلكم له أحباب، والسلام

وأما أبو حنيفة فقبل الكتاب وأجابه عنه فلم تزل فى نفس أبى جعفر حتى فعل مافعل ـ(۱)

امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں: ''بے شک منصور کے غصہ کا سبب باوجود آپ کی قدر و منزلت پہچاننے کے یہ تھا کہ جب ابراہیمؒ نے خروج کیا بصرہ میں تو اسے بتلایا گیا کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام اعمشؒ کا امام ابراہیم بن عبداللہ بن

(۱) مقاتل الطالبيين ص ٣٦٦

حسنؒ سے تحریک کے سلسلے میں خط و کتابت چل رہا ہے۔ منصور نے خود دو خطوط امام ابراہیمؒ کی زبان اور انداز سے لکھ کر اپنے ایک معتبر شخص کو دیے کہ یہ دونوں خطوط امام ابوحنیفہؒ اور امام اعمشؒ کو امام ابراہیمؒ کی طرف سے پہنچاؤ امام اعمشؒ نے قاصد سے خط لیا اور پڑھا اور پڑھ کر بکری کو کھلا دیا اور جواب دیا کہ ان سے کہو آپ بنو ہاشم والے ہیں آپ کے سب سے تعلقات ہیں والسلام۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ نے خط قبول کیا اور جواب لکھا اس وقت سے منصور کے ذہن میں آپ کی دشمنی آئی اور جو اس سے ہوا اس نے کیا''۔

اسی طرح امام یحییٰ ہارونیؒ نے الافادۃ میں بھی حضرت امام ابوحنیفہؒ کا فقہی مشورہ پر مبنی ایک خط درج کیا ہے جو آپ نے ابراہیم کو لکھا اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ خط منصور کے ہاتھ لگا وہ خط آگے نقل کر دیا جائے۔

ابوالفرج الاصبہانیؒ نے بھی امام صاحبؒ کے حضرت ابراہیمؒ کو خط لکھنے کا واقعہ نقل کیا ہے جس میں آپ نے ان کو کوفہ آنے اور خفیہ طور پر آنے کا مشورہ دیا ہے۔

كتب أبوحنيفة إلى إبراهيم يشير عليه أن يقصد الكوفة ليعينه الزيدية. وقال له: أئتها سرّاً فإن من هاهنا من شيعتكم يبيتون أبا جعفر فيقتلونه أو يأخذون برقبته فيأتونك به ـ

منصور کی کامیاب سازش:

امام کردریؒ کی روایت میں ہے کہ

امام ابوحنیفہؒ اور امام اعمشؒ دونوں نے جواب لکھے منصور نے جعلی خط اس طرح لکھا تھا کہ گویا ابراہیم بن عبداللہ نے لکھے ہیں اور ایک معتبر

آدمی کے ذریعے امام صاحبؒ کے پاس بھیجا امام صاحبؒ نے اصلی سمجھ کر اس کا جواب لکھ کر اس قاصد کو دیا وہ خط لے کر منصور کے پاس پہنچا۔(۱) تو منصور کے لیے شک کی گنجائش نہ رہی۔ رہی سہی کسر آپ کے فتاوی اور ارشادات نے جو آپ نے حضرت ابراہیمؒ کی حمایت میں دیے تھے پوری کردی۔

امام صاحبؒ کی اعلانیہ نصرت وتائید:

مقاتل میں امام صاحبؒ کے شاگرد حضرت زفر بن ہذیلؒ کی روایت ہے کہ:

كان أبوحنيفة يجهر بالكلام أيام إبراهيم بن عبدالله بن حسنؓ جهارًا شديدًا ويفتي الناس بالخروج معه.(۲)

’’امام ابوحنیفہؒ ابراہیمؒ کے خروج کے زمانہ میں علانیہ کھلم کھلا منصور کی مخالفت اور ابراہیمؒ کی حمایت کرتے تھے اور لوگوں کو ان کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کا فتوی دیتے تھے۔‘‘

امام زفرؒ آپ کے اس بے باکانہ طرز عمل سے تشویش میں مبتلا ہوگئے کہ کہیں آپ اور آپ کے ساتھیوں پر ابتلاء نہ آجائے۔ امام صاحبؒ حضرت ابراہیم بن عبداللہؒ کے خروج کو بالکل درست اور جائز جانتے تھے اور آپ کا ان سے رابطہ اور زبانی حمایت کا تذکرہ قارئین کے سامنے گزرا۔

حضرت ابراہیمؒ کے خروج کے دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک عورت آپ کے پاس مسئلہ پوچھنے آئی کہ میرا بیٹا ابراہیمؒ کے ساتھ جانا چاہتا ہے میں اسے منع کرتی ہوں تو آپ نے فرمایا کہ اسے نہ روکیں چنانچہ موفق مکی لکھتے ہیں:

(۱) مناقب کردری ص -- (۲) مقاتل الطالبیین : ص ۳۶۱

جاءت امرأة إلى أبي حنيفة أيام إبراهيم فقالت: إن ابني يريد هذا الرجل، وأنا أمنعه، قال: لا تمنعيه. (۱)

’’ایک عورت امام ابوحنیفہؒ کے پاس آئی ابراہیم بن عبداللہؒ کے خروج کے ایام میں اور کہا کہ میرا بیٹا اس کا ساتھ دینا چاہتا ہے اور میں اسے منع کرتی ہوں تو امام صاحبؒ نے فرمایا تو اسے منع نہ کر۔‘‘

حماد بن اعینؒ کہتے ہیں کہ امام صاحبؒ لوگوں کو ابراہیمؒ کی مدد کے لیے ابھارتے تھے۔

كان أبوحنيفة يحض الناس على إبراهيم ويأمرهم باتباعه (۲)

’’امام ابوحنیفہؒ لوگوں کو امام ابراہیمؒ کی مدد کے لیے ابھارتے تھے اور ان کو ان کی پیروی کا حکم دیتے ہیں۔‘‘

ابراہیمؒ کے ساتھ شہادت، بدر کی شہادت ہے

ابوالفرج الاصبہانیؒ ’’مقاتل الطالبیین‘‘ میں اور ’’الافادۃ فی تاریخ الائمۃ السادۃ‘‘ میں امام یحیٰی ہارونیؒ اس روایت کو نقل کرتے ہیں۔

وقال أبوإسحاق الفرازي: جئت إلى أبي حنيفة فقلت له: ما اتقيت الله حيث أفتيت أخي في الخروج مع إبراهيم بن عبدالله بن حسن حتى قتل؟! فقال لي: قَتْلُ أخيك حيث قُتِل يعادل قَتْلَه لوقتل يوم بدر، وشهادته مع إبراهيم خير له من الحياة.!! قلت: فما منعك أنتَ من ذاك؟ قال: ودائع كانت للناس عندي (۳)

(۱) مناقب مکی : ص۳۴۳ (۲) ایضاً (۳) مقاتل الطالبیین : ص ۳۶۴، الافادہ ص ۳۳

"ابواسحاق فرازیؒ کہتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس حاضر ہوا اور ان سے کہا کہ کیا آپ کو خدا کا خوف نہیں کہ آپ نے فتوی دیا اور آپ کے فتوی کی وجہ سے میرا بھائی ابراہیمؒ کا ساتھ دیتے ہوئے شہید ہوا۔ آپ نے جواب دیا آپ کے بھائی کا ابراہیمؒ کے ساتھ شہادت اس کی بدر میں شہادت کے برابر ہے اور یہ شہادت اس کی زندگی سے بہت بہتر ہے۔ میں نے پوچھا پھر آپ کیوں رُکے رہے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس لوگوں کی بہت سی امانتیں پڑی تھیں۔"

انہی مقاتل ہی کی ایک اور روایت میں اس طرح کا ایک اور واقعہ نقل کیا گیا ہے۔

عن عبداللہ بن ادریس قال: سمعت أباحنيفة و قائم على درجته ورجلان يستفتيانه في الخروج مع إبراهيم وهو يقول أخرجا۔ (۱)

"عبداللہ بن ادریس روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے سُنا جب کہ وہ اپنے گھر کی سیڑھیوں پر کھڑے دو آدمیوں کے ابراہیمؒ کے ساتھ ہوکر جہاد کرنے کے بارے میں پوچھنے پر فتوی دے رہے تھے کہ جاؤ ان کے ساتھ ہوکر جہاد کرو۔"

حضرت ابراہیمؒ کی نصرت کا مقام امام صاحبؒ کی نگاہ میں:

آپ حضرت ابراہیمؒ کے خروج کو اتنی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ ان کے ساتھ ہوکر جہاد کرنے کو پچاس حج سے بھی افضل قرار دیتے تھے ابراہیم بن سویدؒ روایت بیان کرتے ہیں۔

(۱) مقاتل الطالبيين ص ۳۶۵

سألت أبا حنيفة وكان لي مكرماً أيام إبراهيم بن عبدالله بن حسن فقلت أيما أحب إليك بعد حجة الإسلام الخروج إلى هذا أوالحج فقال غزوة بعد حجة الإسلام أفضل من خمسين حجة۔ (۱)

"میں نے امام ابوحنیفہؒ سے جو کہ میرے نزدیک قابل احترام تھے امام ابراہیمؒ کے خروج کے دنوں سوال کیا کہ ایک فریضہ حج بجالانے کے بعد آپ کے نزدیک ابراہیمؒ کی مدد کرنا زیادہ پسندیدہ ہے یا حج بیت اللہ کو جانا۔ آپ نے فرمایا فریضہ حج بجالانے کے بعد غزوہ میں شرکت پچاس حج سے بہتر ہے"۔

آپ کے سامنے جب بھی ذوالنفس الزکیہؒ کا تذکرہ ہوتا تو بے ساختہ آپ کے آنسو جاری ہوتے۔ اہل بیتؓ کے تذکرے کے وقت تو رقّت طاری ہوجاتی تھی۔

حضرت ابراہیمؒ کی شہادت:

حضرت ابراہیم بن عبداللہؒ نے بصرہ سے خروج کیا تھا کئی علاقے فتح کر کے کوفہ کی طرف آرہے تھے کہ کوفہ سے ۴۸ میل دور باخمری کے مقام پر منصوری لشکر سے سخت مقابلہ ہوا پہلے حضرت ابراہیمؒ کو فتح حاصل ہوئی لیکن چونکہ امام صاحبؒ کے ساتھ آخر میں بہت تھوڑے آدمی رہ گئے تھے۔ اچانک حضرت ابراہیمؒ کو حلق میں تیر لگا اور آپ نے قبائے شہادت زیب تن کیا بعد ازاں بدبختوں نے آپ کا سر کاٹ کر منصور کے پاس بھیجا۔ ویسے بھی بھائی ذوالنفس الزکیہؒ کی شہادت کی خبر سن کر دل ٹوٹ چکا تھا۔ چنانچہ سادات حسنیہ کا یہ روشن آفتاب بروز سوموار ابتدائے ذی الحجہ ۱۴۵ھ میں باخمری کے مقام پر غروب ہوا ان پر ہی حسنی

(۱) مناقب مکی ص ۳۴۳

سادات کی تحریکوں کا بھی اختتام ہوگیا۔ ان کے والد حضرت امام صاحبؒ کے استاد حضرت عبداللہ بن حسنؒ بھی بیٹوں کی شہادت کے بعد جیل میں ہی شہید ہوئے۔

حضرت ابراہیمؒ کی شہادت کے دنوں میں منصور کوفہ میں فروکش تھا تاکہ کوفہ والے بغاوت نہ کرسکیں اس دوران اس کی متجسّس نگاہوں سے امام صاحبؒ کے معمولات اور رجحانات مخفی نہ رہے۔ کوفہ کے حالات اتنے دگرگوں ہوگئے تھے کہ منصور کئی دفعہ حوصلہ ہارنے لگا تھا۔ اس کی شتر کینگی آگے جاکر ظاہر ہوئی۔

امام ابوحنیفہؒ کی حق گوئی و بے باکی:

اہلِ موصل نے منصور سے عہد شکنی کی تھی۔ اس نے ان سے معاہدہ کر رکھا تھا کہ عہد شکنی کی صورت میں وہ مباح الدم ہوجائیں گے منصور نے فقہاء کو جمع کیا امام ابوحنیفہ بھی تشریف فرما تھے منصور بولا کیا یہ درست نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا المومنون علی شروطھم مومن اپنی شرطوں کے پابند ہیں، اہل موصل نے عدم خروج کا وعدہ کیا تھا اور اب انہوں نے میرے عامل کے خلاف بغاوت کی ہے (یاد رہے کہ اہل موصل نے اہل بیتؓ کے حق میں خروج کیا تھا) لہٰذا ان کا خون حلال ہے ایک شخص بولا آپ کے ہاتھ ان پر کھلے ہیں اور آپ کا قول ان کے بارے میں قابل تسلیم ہے اگر معاف کردیں تو آپ معافی کے اہل ہیں اور اگر سزا دیں تو وہ ان کے کیے کی پاداش ہوگی۔

منصور امام ابوحنیفہؒ سے مخاطب ہوکر بولا آپ کی کیا رائے ہے۔ کیا ہم خلافت نبوت کے حامل امن پسند خاندان نہیں ہیں۔ امام نے فرمایا ''اہل موصل نے جو شرط لگائی وہ ان کے بس کا روگ نہیں ہے اور جو شرط آپ نے ٹھہرائی وہ آپ کے حدود اختیار میں نہیں۔

کیونکہ مومن تین صورتوں میں مباح الدم ہوتا ہے لہٰذا آپ کا ان پر گرفت کرنا بالکل ناروا ہوگا اور خدا کی ارشاد کردہ شرط پوری کی جانے کا زیادہ حق رکھتی ہے، منصور نے فقہا کو چلے جانے کا حکم دیا۔ پھر خلوت میں امام صاحبؒ کو بلا کر کہا۔ اے شیخ فتوی وہ درست ہوگا جو آپ کا ہوگا اپنے وطن کو تشریف لے جایئے اور ایسا فتوی نہ دیجیے جس سے خلیفہ کی مذمت کا پہلو نکلتا ہو کیوں کہ اس سے باغیوں کے ہاتھ مضبوط ہوتے ہیں۔(۱)

اس روایت سے معلوم ہو کہ امام صاحبؒ حق بات کہنے سے ذرہ برابر خوف نہ کھاتے تھے منصور امام اعظمؒ ہی کو سب سے زیادہ فقیہہ اور اعلم سمجھتا تھا سب سے اہم بات یہ ہے کہ منصور کو جتنا امام صاحب کے فتوی سے خوف ہوتا تھا اتنا تو کسی لشکر سے بھی نہیں ہوتا ہوگا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ، اہل بیتؓ اور محبین اہل بیتؓ کے دفاع سے کبھی غافل نہیں رہتے تھے۔

امام صاحبؒ کا استقلال وفکر ونظر:

واہب لایزال نے حضرت امام صاحبؒ کو استقلالِ فکر اور محبت وعقیدت میں ایسی سلامت روی سے نوازا تھا جس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ آپ دوسروں کے افکار میں جذب نہیں ہوئے، بلکہ آپ کی خصوصیت تھی کہ آپ ہر مسئلہ میں پوری سلامت روی سے فکر ونظر کو کام میں لاتے اور اسے عقل سلیم کی میزان میں تولتے یہ بات آپ کے اساتذہ نے خصوصی طور پر نوٹ کرلی تھی۔ اپنے کبار اساتذہ سے مختلف موضوعات پر بھرپور بحث وتمحیص فرماتے اور بالآخر اسی بات کو تسلیم کرتے جو سنت رسولؐ اور اقوال صحابہؓ اور تعامل صحابہؓ سے موافق پاتے۔

(۱) المناقب لابن البزاری: ۱/ ۷۱، ابوحنیفہؒ ص ۴۱

آپ نے پیچھے پڑھا کہ امام صاحبؒ نے اموی دور میں جب علویوں پر عرصہ حیات تنگ تھا اور سیدنا علی المرتضیٰ کا نام تک لینا مشکل تھا، جو ان کا نام لیتا حکومت کی نظروں میں باغی اور مشکوک قرار دیا جاتا، ایسی گھٹن کے ماحول میں آپ نے نہ صرف حضرت علیؓ کا نام لیا بلکہ ان کا نظریہ بیان کرتے اور اس کی تصویب و تائید کرتے اور ان کی رائے کو اپنے ہاں پسندیدہ قرار دیتے جس کے بارے میں معتبر تاریخی شواہد سامنے آگئے ہیں۔

حضرت عثمان غنیؓ کا عادلانہ دفاع:

اور بعد میں جب عباسیوں کی حکومت آئی تو امویوں پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا اور علمی مجالس اور درباروں میں سیدنا عثمان غنیؓ کا نام تک نہ لیا جاتا اس انتہا میں بھی ہمیں امام صاحبؒ کی سلامت روی کھل کر دکھائی دیتی ہے کہ آپ ہی ہیں جو کہ سیدنا عثمان غنیؓ کے نام لیوا ہیں چنانچہ آپ کے شاگرد حضرت ابن عروبہؒ فرماتے ہیں۔

قدمت الكوفة فحضرت مجلس أبي حنيفة، فذكر يومًا عثمان بن عفان فترحم عليه فقلت له ترحم وأنت يرحمك الله فما سمعت أحداً في هذا البلد يترحم على عثمان بن عفان غيرك فعرفت فضله.(۱)

"میں کوفہ آکر امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں حاضر ہوا ایک روز آپ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کا ذکر کیا اور ان کے لیے دعاء رحمت فرمائی میں نے کہا اس شہر میں صرف آپ ہی حضرت عثمانؓ کے حق میں رحمت کی دعا فرماتے ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں اسی سے میں نے آپ کی قدر و منزلت و فضیلت کا اندازہ کیا۔"

(۱) الانتقاء ص ۱۳۰

یہ ہے وہ حریت فکر جو نہ عوام کے سامنے جھکتی نہ خواص میں اپنا وجود مٹاتی اور نہ بغض و محبت اس پر اندازہ ہو سکی۔ آپ افراط و تفریط اور محبت و نفرت کی دونوں انتہاؤں کے درمیان عدل و انصاف اور حقیقت و صداقت پر مبنی افکار کے مالک تھے۔

امام صاحبؒ کا حکیمانہ طرز تبلیغ:

کتب مناقب میں ایک اور واقعہ آپ کی سلامت فکر کی تاریخ میں روشن مثال کی طرح موجود ہے۔ کوفہ میں ایک آدمی معاذ اللہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو برا بھلا یہاں تک کہ یہودی کہتا تھا معاذ اللہ، جب اس کی جسارت حد سے گذرنے لگی تو امام صاحبؒ ہی تھے جنہوں نے اس کی دریدہ دھنی سے حضرت عثمان غنیؓ کے دامن عصمت عفت کا تحفظ فرمایا اور اس کا حکیمانہ طریقہ یہ نکالا کہ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کہا میں آپ کی بیٹی کے لیے ایک رشتہ لے کر حاضر ہوا ہوں، وہ شخص امام صاحبؒ کی قدر و منزلت سے بخوبی آگاہ تھا چنانچہ آپ کی آؤ بھگت کی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ لڑکا قاری و حافظِ قرآن ہے عابد شب زندہ دار ہے تقویٰ کا مجسمہ ہے شکل و صورت میں بھی کمال ہے، اس آدمی نے بہت پسند کیا اور بصدِ شوق آمادگی ظاہر کی تو آپ نے فرمایا کہ اس میں ایک خرابی ہے اس شخص نے پوچھا وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ یہودی ہے اس شخص نے شدید تکدّر کا اظہار اور رشتہ سے انکار کیا تو آپ، نے اس سے فرمایا کہ تو اپنی ایک بیٹی اس شخص کو جس میں سب کمالات ہیں لیکن یہودی ہونے کی وجہ سے رشتہ دینے سے انکار کرتا ہے تو کیا حضور ﷺ کی دو بیٹیاں رقیہؓ اور ام کلثومؓ تیری بیٹی سے کمتر ہیں جو انہوں نے معاذ اللہ تیرے خیال کے مطابق ایک یہودی سے بیاہ دیا۔(۱)

(۱) أبو حنيفةؒ ص ۵۵

آپ کے اس حکیمانہ طرز استدلال سے وہ حیران وششدر رہ گیا۔ اور اپنے خیالات سے توبہ کر کے محبِّ عثمان غنیؓ ہوا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ پورے کوفہ میں سیدنا عثمان غنیؓ کا دفاع صرف امام ابوحنیفہؒ کے ذمہ کیا تھا۔ حضور ﷺ کی قرابت داری کے دعویدار حکمرانوں کی ذمہ داری نہیں تھی؟ کیا سیدنا عثمان غنیؓ پر طعنہ زنی کرنے والوں کی زبانیں گنگ ہوگئی تھیں؟

دراصل اعتدال وسلامت روی وہ فضیلت اور خصوصیت تھی جو کہ اس وقت صرف ابوحنیفہؒ کے لیے مقدر ہوئی تھی۔

بنوعباس کی طرف سے ابتلاء:

بنوامیّہ کے آخری دور سے لے کر منصور کے دور تک حضرت امام صاحبؒ کے طبعی اور سیاسی رجحانات اور آپ کے ارشادات اور ان کے سبب آپ کو پہنچنے والے مصائب ہر ذی فہم کے سامنے عیاں وبیاں ہیں، منصور اور اس کے خاندان والے اس سے خوب خوب واقف تھے۔ پھر منصور کے دور میں آپ کے عباسیوں کے بارے میں نظریہ کی تبدیلی اور ان کی اہل بیتؓ کشی کی سرگرمیوں کی خفیہ واعلانیہ مخالفت اور آپ کے اہل بیتؓ سے روابط واعانت بھی منصور کی نظروں میں تھی اور کئی ایک ثبوت بھی مل گئے تھے۔ منصور کی شترکینگی سے کب بعید تھی کہ وہ آپ سے اپنے خیال کے مطابق آپ کی باغیانہ سرگرمیوں کا حساب کتاب نہ لے۔ لیکن آپ کی عوام میں قدر ومنزلت اور علمی وروحانی ہیبت اور وسیع علمی حلقہ رکھنے کی وجہ سے فوری بدلہ نہیں لے سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے بہ ہزار صبر تاخیر سے کام لیا اور بالآخر اس نے فیصلہ کیا کہ ان کو قضاء کا عہدہ پیش کیا جائے۔

امام صاحبؒ کا اختیار عزیمت:

اس طرح اس کے لیے امام صاحبؒ کی طرف سے انکار اور اقرار دونوں صورتوں میں فائدہ تھا۔ انکار کی صورت میں اس انکار ہی کو جواز بنا کر سزا دینے کا موقع ہاتھ آتا، اسے یقین تھا کہ آپ انکار کریں گے کیونکہ آپ نے امویوں کے دور میں انہی اسباب وعلل کی وجہ سے قضا سے انکار کیا تھا جو کہ اب انہی عباسیوں میں بھی بدرجہ اتم موجود تھیں اور قبول کرنے کی صورت میں امام صاحبؒ اپنا مقام کھودیتے اور عباسیوں کی کرسی کی مضبوطی کا سبب بنتے۔ اور آپ کی گذشتہ کاوشوں کی نفی ہوتی اور عباسی حکومت کو ایک مضبوط اور بے باک ناقد سے نجات ملتی، چنانچہ آپ کو بغداد طلب کیا گیا اور قضاء کا عہدہ پیش کیا گیا۔ حسب توقع انکار فرمایا، یہیں سے انتقام وابتلاء کا آغاز ہوا جو آپ کی شہادت پر ہی ختم ہوسکا۔ بعض حضرات کا اعتراض کہ اگر منصور کو آپ کی حضرات محمد ذوالنفس الزکیہؒ وابراہیم بن عبداللہؒ کی حمایت پر ناراضگی تھی تو فوری سزا کیوں نہیں دی، پانچ سال کا انتظار کیوں کیا۔ تو ان سے عرض ہے کہ اگر فی الفور کاروائی ہوتی۔ حکومت کی طرف سے تو یہ ان کا اپنے پاؤں پہ کلہاڑی مارنے کے مترادف ہوتا اور حالات پھر ان کے سنبھالے نہ سنبھلتے اور تاخیر کی ایک اور وجہ منصور کا خود کو الزام سے بچانا تھا۔

دوسری بات اموی دور میں سیدنا زیدؒ کی حمایت اور ان کی شہادت ۱۲۲ھ میں پیش آئی لیکن امویوں کی طرف سے ابتلاء اور انتقامی کاروائی کے واقعات ۱۳۰ھ میں پیش آئے۔ فوری کاروائی سے امام کے اور اہل بیتؓ کے موقف کو قبولیت اور شہرت ملتی اور یہ چیز حکمران قطعاً نہیں چاہتے تھے۔

واضح بات یہ ہے کہ آپ کے شاگردوں خصوصاً امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ دونوں نے امام صاحبؒ کے ابتلاء کا سبب صرف اور صرف اہل بیتؓ کی حمایت بتلایا ہے۔ آخر کیوں امام صاحبؒ کو حامی اہل بیتؓ لکھنے اور کہنے سے کتراتے ہیں۔

حکمرانوں کی خفیہ تدبیریں اور سازشیں:

ظالم وجابر حکمرانوں کا ہی بلکہ ہر انصاف دشمن طاقت ور کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ مقتدر اور علمی وروحانی طور پر مرجع الخلائق شخصیات کو اپنا ہمنوا بنانے اور ان کو اپنے مخصوص حمایتی شیشہ میں اتارنے کے لیے انعامات واکرامات اور مختلف بہانوں سے ان کی عزت افزائی سے کام لیتے ہیں۔ جاگیریں عہدے وزارتیں کیا کیا انداز ہیں، تالیف قلوب کی تاریخ کے اوراق ایسی ہزاروں مثالوں سے بھرے پڑے ہیں۔ سچے اور خدا ترس انصاف پسند بزرگوں کا بھی وطیرہ رہا کہ انہوں نے ہمیشہ بادشاہوں اور سیاسی رشوتوں سے کوسوں دور بھاگنے میں عافیت دیکھی۔ امام صاحبؒ اس وقت بھی منصور سے ہدایانہ لیتے جب منصور سے تعلقات کشیدہ نہ تھے نہ ہی منصور میں اہل بیتؓ دشمنی تھی لیکن جب اس کے کرتوت سامنے آئے تو یہ کب گوارا ہو سکتا تھا۔

حضرت امام مالکؒ کے بارے میں آتا ہے کہ منصور کی طرف سے آپ کی موطا کو سارے ممالک اسلامیہ میں نافذ کروانے کے پیچھے بھی اور اسباب کے علاوہ یہی نامسعود جذبہ بھی کارفرما تھا، اس لیے امام مالکؒ نے منصور کو سختی سے منع کر دیا۔ چنانچہ آگے جا کر دیکھتے کہ وہی منصور جو کل تک امام مالکؒ کی کتاب کو پوری امت مسلمہ کے لیے دستور حیات اور اس کی تعلیم اور اسی پر عمل کو ضروری قرار دلوانا چاہتا ہے وہی ذوالنفس الزکیہؒ کے خروج کے ایاّم میں امام مالکؒ کو ان کی حمایت کے جرم میں ابتلا عظیم اور انتہائی تذلیل کا سرعام نشانہ بناتے ہوئے دکھائی دیتا ہے۔ فلیتدبر:

الغرض پہلی صورت کارگر نہ ہوئی اور جابرانہ ہتھکنڈوں پر اتر آیا اور قضاء پر اصرار کیا اور انکار پر کوڑوں کی بارش ہونے لگی اصرار اور کوڑوں کا تسلسل کئی دن تک رہا اور یہ بات تمام مؤرخین اور سوانح نگاروں نے لکھی ہے چنانچہ امام ابوزہرہؒ حضرت امام اور حکومتوں کے درمیان جاری چپقلش اور اس کے اسباب نپے تلے اور نہایت واضح اور مختصر الفاظ میں بیان کرتے ہیں اور حضرت امام صاحبؒ کی شہادت کے اصلی سبب کی طرف بھی بلیغ اشارہ فرماتے ہیں لکھتے ہیں۔

ثم إنّ أباحنيفة رضى الله عنه قد عرف بمحبته لآل البيت، وإن لم تبلغ درجة التشيع وقد بدت تلك المحبة في العهد الأموى، فتعرض لأذى ابن هبيرة ، وبدت في العصر العباسى فتكشف ولاء ه لمحمد النفس الزكية وأخيه إبراهيم وقد نزل به من البلاء بسبب ذالك ما نزل وإن اتخذ المظهر سببًا آخر ليخفى ذالك الباعث۔(۱)

بے شک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تو حب اہل بیتؓ کے حوالے سے شہرت رکھتے ہیں اگرچہ ان کی محبت اہل بیتؓ پر تشیع کا کچھ رنگ نہ تھا آپ کی اہل بیتؓ سے محبت اموی دور میں بھی کھل کر سامنے آئی۔ اور اس وجہ سے ابن ھبیرہ آپ کے درپے آزار ہوا اور اسی طرح عباسی دور میں آپ کی حضرت ذوالنفس الزکیہؒ اور ان کے بھائی ابرہیمؒ سے تعلقات زبان زدعام ہوئے، تحقیق اس کے بعد امام صاحبؒ کو جو تکلیفیں اور سزائیں پہنچیں وہ اسی حب اہل بیتؓ کے سبب ہیں۔ اگرچہ اس کا سبب ظاہری کچھ اور بتایا جاتا ہے تاکہ اس کی اصلی وجہ پردۂ خفاء میں رہے۔

(۱) الامام زید: ص ۲۳۹

شہادت ایک حقیقت:

آپ کی شہادت اور اسباب شہادت کے لیے شرعی وقانونی وعلمی ثبوت وشہادتیں معتبر اور مستند تواریخ ومناقب سے اور مشاہیر محدثین، ناقدین، حفاظ، ائمہ ومورخین کے الفاظ کے ساتھ بیان کریں گے چنانچہ امام ابن کثیرؒ اپنی مشہور تاریخ میں منصور کے طریقہ واردات کی طرف لطیف اشارہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

ابن کثیر کی شہادت:

رواده أبوجعفر المنصور في أن يلي القضاء فامتنع وكان وفاته في السجن ببغداد ۔(١)

ابوجعفر نے امام صاحبؒ کو عہدہ قضاء پیش کر کے پھسلانا چاہا لیکن آپ نے انکار کیا اور آپ کی وفات بغداد جیل میں ہوئی۔

اس عبارت کو بغور پڑھیں گے تو آپ پر یہ بات عیاں ہوگی کہ منصور کا قضاء کے پیش کرنے کے پیچھے ایک پوشیدہ مقصد کارفرما تھا وہ اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ یا تو امام صاحبؒ کی حمایت کا حصول یا پھر انتقام کے لیے جواز۔ فافهم۔

ابن جوزیؒ کی شہادت:

جبکہ مشہور نقاد محدث مفسر ومورخ حافظ ابوالفرج عبد الرحمن بن علی المعروف ابن الجوزیؒ اپنی مشہور تاریخ ''المنتظم فی تاریخ الملوک والامم'' میں حضرت امام صاحبؒ کے اسبابِ قید وشہادت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(١) تاریخ ابی الفداء: ص٢/٥

وقيل إنما حبس لأنه تكلم في أيام خروج إبراهيم على المنصور فحبس وتوفي ۔(١)

کہا جاتا ہے کہ آپ کو ابراہیمؒ کے خروج کے دنوں ان کے حق میں گفتگو کرنے پر قید کیا گیا اور قید میں ہی وفات پائی۔

امام ذہبیؒ کی شہادت:

امام محدث مورخ فن رجال کے سرخیل حضرت امام ذہبیؒ اپنی کتاب ''العبر'' میں مختصراً اور اپنی کتاب ''مناقب ابی حنیفہ'' میں تفصیل سے امام صاحبؒ کے اسباب ابتلاء اور شہادت پر روشنی ڈالتے ہیں چنانچہ العبر میں رقمطراز ہیں۔

وقد روي أن المنصور سقاه السم فمات شهيداً رحمه الله لقيامه مع إبراهيم ۔(٢)

بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ منصور نے آپ کو زہر دیا تھا چنانچہ ابراہیمؓ کا ساتھ دینے کی وجہ سے انہوں نے شہادت کی موت پائی۔

ابن عبد البرؒ کی شہادت:

امام حافظ ابن عبد البر مالکی اندلسیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہا'' جو کہ انہوں نے امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے حالات زندگی پر لکھی ہے یہ کتاب قدیم اور مستند ترین کتاب متصور ہوتی ہے، میں نے حضرت امام زفرؒ اور امام ابویوسفؒ دونوں کی روایتیں تفصیل سے نقل کی ہیں جن میں اسباب وعلل کھل کر سامنے آگئے ہیں لکھتے ہیں امام زفر بن ہذیلؒ نے فرمایا۔

(١) المنتظم ص١٤٣/٨ (٢) العبر ص٢١٣/١

كان أبوحنيفة يَجهرُ بالكلامِ أيّامَ إبراهيمَ بن عبدالله بن حسن جهارًا شديدًا، فقلتُ له: والله ما أنت بمُنتهٍ حتّي تُوضعُ الحِبالُ في أعناقنا. قال: فلمْ يلبثْ أنْ جآء كتابُ الْمَنصُور إلى عيسى بن موسى: أن احمِلْ أبا حنيفة إلى بغداد، قال: فغدَوْتُ إليه فرأيته راكباً عليٰ بغلة وقد صار وجهه مسودًا كأنه مسح قال: فحمل إلى بغداد، فعاش خمسة عشر يوماً. قال: فيقولون أنه سقاه، وذلك في سنة خمسين وماة، ومات أبوحنيفة وهو ابن سبعين.(١)

امام ابوحنیفہؒ ابراہیم بن عبداللہؒ کے ایام خروج میں کھلم کھلا اور شدید اعلانیہ تائید کرتے تھے۔ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا کہ آپ اس وقت تک نہیں رُکیں گے جب تک ہماری گردنوں میں رسیاں نہ ڈالوائیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ابو جعفر کا پیغام عیسیٰ بن موسیٰ کو آیا ''کہ امام ابوحنیفہؒ کو بغداد پہنچاؤ''۔ میں آپ کے پاس آیا تو آپ ایک خچر پر سوار تھے آپ کا چہرہ مبارک سیاہ ہو چکا تھا۔ پس آپ کو بغداد لے جایا گیا وہاں آپ پندرہ دن حیات رہے۔ آپ کے بارے میں ان دنوں کہا جاتا تھا کہ آپ کو زہر پلایا گیا ہے وہ ۱۵۰ ہجری کا سال تھا اور امام صاحبؒ ۷۰ سال کے تھے۔

(١) الانتقاء ص ٣٢٣

اور حضرت امام ذہبیؒ سے مناقب ابی حنیفہؒ میں یہی روایت اس سے بھی واضح الفاظ کے ساتھ نقل ہے، روایت شروع ہوتی ہے کانَ یجهر في أمر إبراهيم (١) کے الفاظ سے کہ آپ حضرت ابراہیمؒ کے بارے میں اعلانیہ حمایت کرتے اور اس روایت کے الفاظ اور سیاق وسباق سے یہ بات بھی واضح ہورہی ہے کہ منصور نے اپنے گورنر کو حکم بھیجا کہ ابوحنیفہؒ کو گرفتار کرکے بغداد پہنچاؤ اور واقعی پہنچایا گیا۔ کیا یہ عقل مانتی ہے کہ ایک شخص کو اعلیٰ منصب پر فائز کرنے کے لیے پابجولاں لے جایا جاتا ہو۔ اور امام ابن عبدالبرؒ نے دوسری روایت جو کہ امام یوسفؒ سے نقل کی ہے اور انہوں نے اس روایت میں امام صاحبؒ کے قید و بند اور شہادت کے اسباب کو مزید واضح بیان کرنے کے ساتھ منصور کی طرف سے امام صاحبؒ کے اہل بیتؓ کی طرف میلان اور حمایت کے بارے میں کی جانے والی تحقیق کا ایک منفرد واقعہ بھی نقل کیا ہے لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا۔

إنما كان غيظ المنصور على أبي حنيفة مع معرفته بفضله أنه لما خرج إبراهيم بن عبدالله بن حسن بالبصرة، ذكر له أن أباحنيفة والأعمش يخاطبانه من الكوفة فكتب المنصور كتابين على لسانه، أحدهما إلى الأعمش والآخر إلى أبي حنيفة من إبراهيم بن عبدالله بن حسن، وبعث بهما مع من يثق به، فلما جيئ الأعمش بالكتاب أخذه من الرجل وقرأه، ثم قام فأطعمه الشاة، والرجل ينظر، فقال له: ما أردت بهذا؟ قال قل له أنت رجل من بني هاشم، وأنتم كلّكم له أحباب، والسلام. وأما أبو حنيفة فقبل الكتاب وأجابه عنه فلم تزل في نفس أبي جعفر حتى فعل مافعل .(٢)

(١) مناقب للذہبی: ص٣١ (٢) الانتقاء: ص ٣٢٤

بیشک منصور کی امام ابوحنیفہؒ سے ناراضگی باوجود ان کی فضیلت سے واقف ہونے کے یہ تھی کہ بصرہ سے ابراہیمؒ کے خروج کے ایّام میں منصور کو بتلایا گیا کہ کوفہ سے امام صاحبؒ اور امام اعمشؒ ان سے خط وکتابت کر رہے ہیں۔ پس منصور نے ابراہیمؒ کی طرف سے دو جعلی خطوط امام اعمشؒ اور امام ابوحنیفہؒ کو لکھے اور اپنے ایک خاص معتبر آدمی کے ساتھ بھیج دیے۔

جب وہ خطوط انہیں پہنچے تو امام اعمشؒ نے وہ خط لیا اور پڑھا۔ پھر کھڑے ہوگئے اور وہ خط بکری کو کھلایا دیا اور وہ شخص (قاصد) دیکھ رہا تھا اس نے کہا کہ یہ آپ نے کیا کیا؟ امام اعمشؒ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ آپ بنی ہاشم کے آدمی ہیں اور آپ سب اس کے احباب ہیں۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ نے اس خط کو قبول کیا اور اس کا جواب لکھ کر دے دیا پس منصور نے اس بات کو اپنے دل میں بٹھالیا یہاں تک کہ جو اس نے کرنا تھا وہ کیا۔

حضرت امام ابویوسفؒ کی اس روایت نے تمام پردے چاک کر دیے اور حقیقت چودھویں کے چاند کی طرح کھل کر سامنے آگئی۔ اب بھی اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ منصور کو آپ سے عقیدت ہونے کی وجہ سے عہدۂ قضا پیش کیا پھر آپ جیل گئے اور اچانک وفات ہوگئی۔ وہ لوگ انجانے خوف سے خوفزدہ ہیں کہ کہیں ہم پر رافضیت کا الزام نہ لگے، اسی انجانے خوف ملامت کے سبب کتمان حق کرنے والوں کے لیے۔ امام شافعیؒ کا ارشاد ہے، آپ نے فرمایا:

لو کان رفضاً حب آل محمدٌ فلیشهد الثقلان أنی رافضي

اگر آل رسول ﷺ سے محبت کرنا رفض ہے تو تمام انسان اور جنات جان لیں کہ میں رافضی ہوں۔

یاد رکھنا چاہیے کسی کے ناجائز دعوی سے اپنی وراثتی ملکیت کی چیز پرائی نہیں ہوسکتی اس طرح کسی کے اہل بیتؓ پر دعوی سے وہ ان کے نہیں ہوسکتے اور نہ ہی ہم اہل بیتؓ کو چھوڑ سکتے ہیں۔

سادات کی شہادت امام اعظمؒ کی شہادت کے بارے میں:

امام ابوطالب یحییٰ بن حسین الھارونی الحسنیؒ ''الافادہ'' میں فرماتے ہیں:

وكان أبوحنيفة يدعوا إليه سرًا يكاتبه، وكتب إليه: "إذا اظفرك الله بعيسى بن موسى و أصحابه فلا تسر فيهم بسيرة أبيك في أهل الجمل، فإنه لم يقتل المنهزم، ولم يغنم الأموال، ولم يتبع مدبراً، ولم يذفف على جريح، لأن القوم لم يكن لهم فئة، ولكن سر فيهم بسيرته يوم صفين فانه ذفف على الجريح، وقسم الغنيمة لأن أهل الشام كان لهم فئة۔ فظفر أبوجعفر بكتابه فستره وبعث إليه فأشخصه وسقاه شربة فمات منها ودفن بغداد۔ (۱)

اس روایت میں امام صاحبؒ کا بذریعہ خط حضرت ابراہیمؒ کو مشورہ دینا اور اس خط کا منصور کے ہاتھ لگنا اور اس کے سبب آپ کو شہید کرنا واضح کیا گیا ہے۔

امام مناویؒ کی شہادت:

امام زین الدین مناویؒ اپنی کتاب ''الطبقات الکبری'' میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حالات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اكرهه المنصور على القضاء فابى فحبسه حتى مات بالسجن۔

منصور نے امام اعظمؒ کو قضاء پر مجبور کیا تو آپ نے انکار کر دیا اس پر اُس نے آپ کو قید کر دیا اور جیل میں ہی وفات پا گئے۔

وكان كل قليل يخرجه، فيهدده، ويتوعده يقول والله ما أنا مامون في الرضا فيكف في السخط هكذا حكاه بعضهم في سبب موته

(۱) الافادۃ/ ۳۲

ولکن فی تاریخ الشام مانصه "اخرج ابوالشیخ فی التاریخ بسنده عن زفر قال کان ابوحنیفة رضی اللہ عنه یجهر أیام إبراهیم بالکلام جهراً فأقول له ماترضیٰ إلا أن توضع الحبال فی اعناقنا فلم یلبث ان جآء کتاب المنصور بأن یحمل إلی بغداد فغدوت إلیه اودعه وهو علی بغلته و قد أسود وجهه حتی صار کأنه مسح فحمل إلی بغداد فعاش خمسة عشر یومًا سقاه فقتله سنة خمسین ومائة۔(۱)

تھوڑے وقفے سے آپ کو نکالا، دھمکایا اور مارا جاتا آپ کہتے کہ میں خوشی میں ماموں نہ رہا تو ناراضگی میں کیسے امن سے ہوں گا۔ اس طرح آپ کی موت کا سبب بیان کیا ہے لیکن تاریخ شام میں سند کے ساتھ روایت موجود ہے کہ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ ایام ابراہیمؒ میں کھلم کھلا ان کے حق میں کلام کرتے تھے پس میں نے آپ سے کہا کہ آپ اس وقت تک خاموشی پر راضی نہیں ہوتے جب تک کہ ہماری گردنوں میں رسیاں نہ ڈلوائیں۔ عرصہ نہ گذرا تھا کہ منصور کا خط آیا کہ امام صاحبؒ کو بغداد لایا جائے پس میں آپ کو رخصت کرنے کے لیے حاضر ہوا آپ ایک خچر پر سوار تھے اور آپ کا چہرہ سیاہ ہوگیا تھا چنانچہ آپ بغداد لے جائے گئے پندرہ دن رہے پھر زہر دے کر آپ کو ۱۵۰ ہجری میں شہید کیا گیا۔

امام مناویؒ کی اس روایت میں تاریخ شام کے حوالے سے امام صاحبؒ کے اسباب شہادت کے ساتھ یہ بھی صاف ہوگیا۔ کہ آپ کو باقاعدہ زہر دے کر قتل کردیا گیا۔

قاضی صیمریؒ کی شہادت:

امام محدث کبیر اور مورخ اسلام فقیہہ وقاضی ابی عبداللہ حسین بن علی الصیمریؒ نے

(۱) الطبقات الکبریٰ ۱:

اپنی کتاب ''اخبار ابی حنیفہ واصحابہ'' میں ہوبہو یہی روایت نقل کی ہے اور ابونعیم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے فرمایا: فسقی شربة فمات منها۔(۱)

''ان کو ایک پینے کی چیز پلائی گئی اس سے آپ کا انتقال ہوا۔''

امام موفق مکیؒ کی شہادت:

حضرت امام ابوحنیفہؒ پر سب سے زیادہ تفصیل سے جس نے کتاب لکھی ہے وہ امام محدث مورخ صدر الائمہ ابوالموید الموفق بن احمد المکیؒ ہیں امام صاحبؒ کے خیالات رجحانات اور حالات زندگی کا بڑا اور معتبر ماخذ امام مکی ہی کی ''مناقب ابی حنیفہؒ'' ہے، امام موفقؒ نے امام صاحبؒ کے اسباب قید وبند اور رحلت وشہادت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے ایک روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال یحیی بن النضر : لم یشکوا أن أباحنیفة سقی السّم فمات (۲)

یحییٰ بن نضر نے کہا کسی نے اس میں شک نہیں کیا کہ امام ابوحنیفہؒ کو زہر دیا گیا پس شہید ہوگئے۔

ایک اور روایت میں اسباب عداوت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

إن إبراهیم بن عبداللہ خرج یدعی الخلافة بالبصرة فبلغ المنصور أن الأعمش وأباحنیفة کتبا کتاباً إلی إبراهیم، فکتب المنصور کتابین من لسان إبراهیم إلی الأعمش وإلی أبی حنیفة فجاوا بالکتاب إلی أبی حنیفة رحمه اللہ فأخذه قبّله فاتهمه فسقاه السّم فاخضر وجهه ومات من ذلک۔(۳)

بے شک ابراہیم بن عبداللہؒ نے بصرہ سے اپنی خلافت کی دعوت کے ساتھ خروج کیا منصور کو خبر ملی کہ امام اعمشؒ اور امام ابوحنیفہؒ دونوں نے حضرت ابراہیمؒ کو خط لکھے ہیں تو منصور نے ابراہیم کی زبان میں ان دونوں کو خط لکھا

(۱) مناقب صیمری ص ۸۷ (۲) مناقب مکی ص ۴۳۸ (۳) مناقب مکی :۴۳۸

اور وہ خط ابو حنیفہؒ کے پاس لائے تو انہوں نے خط لیا اور جواب دیا اس پر منصور نے امام صاحبؒ پر الزام لگایا چنانچہ آپ کو زہر پلایا آپ کا چہرہ سبز ہوا اور اسی سے وفات پا گئے۔

نیز صفحہ ۴۲۸ پر امام زفرؒ سے مروی روایت ہے جس میں وہ واقعہ و اسباب بیان کیے ہیں جو حافظ ابن عبد البرؒ اور دیگر حضرات نے نقل کیے ہیں۔

امام بن حجر مکیؒ کی شہادت:

امام حافظ ابن حجر مکی ہیتمیؒ "الخیرات الحسان فی مناقب النعمان" میں تیسرا سبب کے عنوان سے لکھتے ہیں: "بعض لوگوں نے کہا ہے کہ صرف عہدہ قضاء سے انکار پر یہ قتل نہیں ہوا۔ بلکہ امام ابو حنیفہؒ کے دشمنوں نے خلیفہ کو ابھارا کہ بصرہ میں ابراہیم بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علیؓ نے بغاوت امام صاحبؒ کے کہنے پر کی ہے، اس سے خلیفہ ڈرا اور اس کو اطمینان نہیں ہو رہا تھا اور یہ کہ امام صاحبؒ نے اس کی مالی قوت بھی بڑھائی ہے۔ خلیفہ ڈرا کہ کہیں خود امام صاحبؒ ان کی طرف مائل نہ ہو جائیں کیوں کہ امام ابو حنیفہؒ وجیہ چہرہ والے تھے اور بہت بڑے مال دار تھے اس لیے ان کو بغداد بلوایا۔ بلا وجہ قتل نہ کر سکتے تھے اس لیے ان کو عہدہ قضاء پیش کیا۔ حالاں کہ خلیفہ کو معلوم تھا کہ وہ قبول نہیں کریں گے لیکن صرف اس وجہ سے تاکہ قتل کا کوئی بہانہ ہاتھ آئے۔"(۱)

ابن حجرؒ کے ان واضح اور دوٹوک جملوں کے نقل کرنے کے بعد حقیقت پوری طرح منکشف ہو گئی ہے۔

امام کردریؒ کی شہادت:

امام و حافظ کردریؒ نے بھی پورے شرح و بسط کے ساتھ اسباب و علل اور واقعہ شہادت کو بیان کیا ہے۔ جس میں انہوں نے آپ کے ساتھ منصور کی عداوت اور اس کے

(۱) خیرات الحسان: ص ۲۵۰

سبب پہنچے والے ابتلاء کی بنیاد دی وجہ امام صاحبؒ کی حضرت ابراہیمؒ کی حمایت لکھی ہے اور آپ کو جیل میں زہر دے کر شہید کیے جانے کو یقینی و سچی روایت لکھا ہے۔

امام صاحبؒ کو حق گوئی اور منصور پر بے لاگ تنقید سے منصور جتنا زچ تھا اور خوف زدہ رہتا تھا وہ خود منصور کی زبان سے نقل کرتے ہیں۔ جب امام صاحبؒ شہید ہوئے اور جنازہ کے بعد ان کی تدفین کا مسئلہ آیا تو آپ کی وصیت پیش کی گئی آپ نے وصیت کی تھی کہ میری وفات کی صورت میں میری تدفین احاطہ خیرزان میں کی جائے چنانچہ وہیں دفن کیے گئے بعد میں منصور آپ کی قبر پر حاضر ہوا اور نماز پڑھی تو آپ کی وصیت کے متعلق اسے پتہ چلا تو کہا: قال مَن يَعذُرُني منه حيّاً وميّتاً۔(۱)

"کون مجھے بچائے اس سے اس کی زندگی اور موت کے بعد بھی۔"

دراصل جہاں لوگ انہیں دفن کرنا چاہتے تھے وہ منصور کا غصب کردہ قطعہ اراضی تھا اور دریا کے دوسرے کنارے والی جگہ مغصوبہ زمین نہ تھی۔ اس واقعہ سے بھی امام صاحبؒ کا تقویٰ اور احقاق حق کتنا عیاں و بیاں ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہ منصور آپ سے کتنا رنجیدہ اور نالاں تھا۔

حضرت امام صاحبؒ پر لوگوں کی ایک کثیر جماعت نے آپ کے مناقب و حالات پر ضخیم تصنیفات لکھی ہیں اور ہم نے ان میں سے مستند اور قدیم معتبر ترین کتب مناقب سے حقائق لا کر آپ کے سامنے پیش کر دیے ہیں اب یہ حقیقت جو کل تک چھپائی گئی یا اس کو واضح بیان کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اب آفتاب نصفُ النہار کی طرح روشن اور واضح ہو گئی۔ اللہ ہمیں حضرت امام صاحبؒ کی صحیح تقلید کی توفیق عطا فرمائیے اور ان کی سی عقیدت استقلال و فکر اور استقامت علی الحق عطا فرماوے۔ آمین

حدیث ثریا کا سچا مصداق رشد و ہدایت کا چراغ مثل آفتاب استقامت کا پہاڑ امت مسلمہ کا سچا محسن شیداء اہل بیتؓ امام اعظم ابو حنیفہؒ منصور کی جیل میں رجب یا شعبان میں ۱۵۰ھ میں بغداد میں سجدے کی حالت میں انتقال فرمایا۔ قاضی حسن بن عمارہؒ نے غسل دیا اور کثرت اژدھام سے کئی مرتبہ جنازہ پڑھا گیا۔ (جزی اللّٰہ تعالیٰ عن سائر المسلمین)

(۱) مناقب کردری: ۳۰۳

فہرست مراجع ومصادر

نمبر شمار	نام کتب	موضوع	نام مصنف
۱	قرآن مجید		
۲	الجامع الاحکام القرآن	تفسیر	الامام القرطبی المالکیؒ
۳	تفسیر مظہری	//	مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ
۴	تفسیر القرآن العظیم	//	الامام عماد الدین اسماعیل بن کثیرؒ (۷۷۴ھ)
۵	جامع المسانید	حدیث	ابوالموید الخوارزمیؒ
۶	ریاض الصالحین	//	امام شرف الدین محمد بن ذکریا النوویؒ
۷	سنن ترمذی	//	امام محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ (۲۷۹ھ)
۸	سنن ابی داوٗد	//	امام ابی داوٗد سلیمان بن اشعثؒ السجتانی الازدی (۲۷۵)
۹	سنن نسائی	//	امام احمد بن علیؒ النسائی (۳۰۳)
۱۰	سنن ابن ماجہ	//	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینیؒ
۱۱	سنن بیہقی	//	امام احمد بن حسین البیہقیؒ (۳۵۸ھ)
۱۲	سنن دار قطنی	//	ابوالحسن علی بن عمر الدار قطنیؒ
۱۳	مسند ابویعلی الموصلی	//	الحافظ احمد بن علی بن مثنی التمیمیؒ (۳۰۷ھ)
۱۴	مسند احمد	//	امام احمد بن حنبلؒ
۱۵	مسند الفردوس	//	الحافظ شہزادار بن شیرویہ الدیلمیؒ (۵۵۸ھ)
۱۶	مجمع الزوائد منبع الفوائد	//	الحافظ علی بن ابی بکر الہیثمیؒ
۱۷	معجم الکبیر	//	سلیمان بن احمد الطبرانیؒ (۳۶۰ھ)
۱۸	صحیح البخاری	//	امام ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری الجعفیؒ
۱۹	صحیح المسلم	//	ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیریؒ
۲۰	موطا امام محمد	//	الامام محمد بن الحسن الشیبانیؒ
۲۱	کتاب الآثار	//	الامام محمد بن الحسن الشیبانیؒ
۲۲	شرح عقیدۃ الطحاوی	عقائد	الامام ابن ابی العز الحنفیؒ
۲۳	شرح الفقہ الاکبر	//	امام ملا علی قاری الھرویؒ
۲۴	شرح عقیدہ واسطیہ	//	امام ابن تیمیہ، محمود خلیل ھراسؒ
۲۵	عقیدۃ الحنیفیہ	عقائد	محمد صبور بخاریؒ
۲۶	الافادۃ فی تاریخ الائمہ السادۃ	تاریخ / مناقب	الامام یحیٰی بن حسین الھارونی الحسنیؒ (۴۲۴ھ)
۲۷	الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمہ الفقہاء	//	الامام یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر المالکی القرطبیؒ (۴۶۳ھ)
۲۸	الاستجلاب	//	الامام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاویؒ (۹۰۲ھ)
۲۹	الامام زید	//	امام ابوزہرہؒ
۳۰	الامام الصادق	//	امام ابوزہرہؒ
۳۱	الامام زید بن علی المفتری علیہ	//	شریف الشیخ صالح احمد الخطیبؒ
۳۲	اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ	//	الامام قاضی ابی عبداللہ حسین بن علی الصیمریؒ (۴۳۶ھ)
۳۳	ابوحنیفہ	//	الامام محمد ابوزہرہؒ

۳۴	الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفہ النعمان	//	الامام احمد ابن حجر ہیثمی المکیؒ (۹۷۴ھ)
۳۵	الصواعق المحرقہ	//	الامام احمد ابن حجر ہیثمی المکیؒ (۹۷۴ھ)
۳۶	الزیدیہ	//	احمد محمود صبحیؒ
۳۷	العبر فی خبر من غبر	//	الامام محمد بن احمد شمس الدین الذھبیؒ (۷۴۸ھ)
۳۸	المنتظم فی تاریخ الملوک والامم	//	الامام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی ابن الجوزیؒ (۵۹۷ھ)
۳۹	الشافعیؒ	//	امام محمد ابو زہرہؒ
۴۰	ابن حنبلؒ	//	امام محمد ابو زہرہؒ
۴۱	الکواکب الدریہ فی تراجم السادۃ الصوفیہ	//	الامام زین الدین المناویؒ (۱۰۳۱ھ)
۴۲	البدایہ والنہایہ	//	الامام عماد الدین اسماعیل بن کثیرؒ (۷۷۴ھ)
۴۳	النہج السہل إلی مباحث الآل والاھل	//	مولانا موسیٰ خان روحانی البازیؒ
۴۴	تبییض الصحیفۃ فی مناقب ابی حنیفہ	//	الامام جلال الدین السیوطیؒ (۹۱۱ھ)
۴۵	تذکرہ	//	مولانا ابوالکلام آزادؒ
۴۶	تذکرۃ الحفاظ	//	الامام محمد احمد شمس الدین الذہبیؒ (۷۴۸ھ)
۴۷	سیرۃ ابن اسحاق	//	الامام محمد بن اسحاق بن یسار المطلی المدنیؒ (۱۵۱ھ)
۴۸	شوق حدیث	//	مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ
۴۹	سیرت ائمہ اربعہ	//	قاضی اطہر مبارک پوریؒ
۵۰	ثورۃ زید بن علی	//	ناجی حسن
۵۱	تاریخ بغداد	//	الحافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیبؒ (۴۶۳ھ)
۵۲	تاریخ طبری	//	الامام ابی جعفر محمد بن جریر الطبریؒ (۳۱۰ھ)
۵۳	مالک	//	امام محمد ابوزھرہؒ

۵۴	درر السحابہ فی مناقب الصحابہ والقرابہ	//	الامام محمد بن علی الشوکانیؒ (۱۲۵۰ھ)
۵۵	کتاب الشفاء	//	قاضی عیاض المالکیؒ (۵۴۴ھ)
۵۶	کتاب الام	//	الامام محمد بن ادریس الشافعیؒ (۲۰۴ھ)
۵۷	فرائد السمطین	//	شیخ الاسلام ابراہیم بن محمد بن المویدالجوینی الخراسانیؒ (۷۳۰ھ)
۵۸	مکتوبات مجدد الف ثانی	//	شیخ احمد سرہندیؒ
۵۹	مناقب ابی حنیفہ	//	الامام شمس الدین محمد بن احمد الذہبیؒ (۷۴۸ھ)
۶۰	مناقب ابی حنیفہ	//	الامام الموفق بن احمد المکیؒ (۵۲۸ھ)
۶۱	مناقب ابی حنیفہ	//	الامام حافظ الدین ابن البزاز المعروف بالکردریؒ (۸۲۷ھ)
۶۲	مقاتل الطالبین		الامام ابوالفرج علی بن حسین الاموی القرشیؒ (۳۵۶ھ)
۶۳	مناقب علی والحسنین وامھما فاطمۃ الزہراء	//	الدکتور المعطی امین قلعجیؒ
۶۴	مناقب فاطمیہؓ	//	مولانا سید احمد حسن سنبھل چشتیؒ
۶۵	امام اعظم ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی	//	مولانا مناظر احسن گیلانیؒ
۶۶	الروض النظیر شرح مجموع الفقہ الکبیر	//	القاضی العلامہ شرف الدین الحسین بن السیاغیؒ
۶۷	البدائع	//	مولانا اشرف علی تھانویؒ
۶۸	احکام القرآن	//	امام ابوبکر الجصاصؒ
۶۹	الفرق بین الفرق	//	علی محسن صدیقی
۷۰	اخبار المحدث الفقیہ	//	ابی ہاشم ابراہیم بن منصور الہاشمی
۷۱	فیض الباری	//	مولانا انورشاہ کشمیریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست کتب حضرت سید نفیس الحسینیؒ

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
	قرآن مجید	
۱	قرآن پاک 30/8×20 نیٹ	خطاط القرآن سیداشرف علیؒ والدسیدنفیس الحسینیؒ
۲	قرآن پاک حمائل 36/16×23 نیٹ	خطاط القرآن سیداشرف علیؒ والدسیدنفیس الحسینیؒ
۳	قرآن مجید پارہ (۲۸،۲۹،۳۰) نیٹ	خطاط القرآن سیداشرف علیؒ والدسیدنفیس الحسینیؒ
۴	قرآن مجید پارہ نمبر (۳۰) مجلد نیٹ	خطاط القرآن سیداشرف علیؒ والدسیدنفیس الحسینیؒ
	عربی کتب	
۵	تفسیر غریب القرآن	الِامام الشہید زبن بن علی بن الحسین
۶	قرأۃ امام زیدؒ	مولانا عبدالماجد صاحب
۶	السیرۃ النبویہ ﷺ	الشیخ احمد فرید المزیدی
۸	الامام الحسینؓ	الشیخ عبدالواحد الخیاری السجلماسی الندوی
۹	امام زیدؒ	الامام ابوزہرۃ
۱۰	الامام زید بن علیؒ	شریف الشیخ صالح احمد الخطیب
۱۱	المہدی (عربی)	الشیخ ابواسامہ عادل ذکی
۱۲	اخبار المحدث الفقہ	محمد عبداللہ بن الحسن ابن علی ابن ابی طالب
۱۳	الافادہ (اہل بیتؓ کا قدیم پاک تذکرہ)	امام طالب بحسن بن الحسن بن ہارون
۱۴	سیرت ابن اسحاق (سیرت النبی ﷺ)	محمد بن اسحاق یسارؒ
۱۵	مجموع الفقہ	ابی القاسم عبدالعزیز بن اسحاق بن جعفر
۱۶	مناقب علی وحسین وامہا فاطمۃ الزہرہؓ	الدکتور عبدالمطی امین قلعجی
۱۷	المناقب الفاطمیہؒ	حضرت علامہ سید احمد حسن چشتیؒ
	اُردو کتب	
۱۸	برگ گل (شاعری کا مجموعہ)	حضرت سید نفیس الحسینیؒ
۱۹	ریحان عترت (سیرت اہل بیتؓ)	حضرت سید نفیس الحسینیؒ
۲۰	تفسیر غریب القرآن	ترجمہ مولانا محمد اشرف
۲۱	مسند سیدنا زید بن علی بن حسین بن علیؓ	ترجمہ مولانا محمد اشرف
۲۲	علی وحسین رضی اللہ عنہما	قاضی اطہر مبارک پوری
۲۳	الامام الحسینؓ	ترجمہ قاری نور محمد انیس
۲۴	امام ابوحنیفہؒ شہید اہل بیت	ترجمہ مفتی ابوالحسن شریف اللہ الکوثری
۲۵	وقائع سید احمد شہید	نواب محمد وزیر خان بہادر
۲۶	سوانح حضرت معروف کرخیؒ	عبدالرحمٰن ابن جوزیؒ
۲۷	ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری	حضرت مولانا حبیب الرحمٰن مہاجر مدنی رائپوری
۲۸	خزینہ معرفت	حضرت مولانا صوفی محمد ابراہیم قصوری نقشبندی
۲۹	تاریخ حبیبی	علامہ عبدالعزیز مشیر ملک بن محمد واعظی
۳۰	قادیانیت	سید ابوالحسن علی ندوی

نمبر	نام کتاب	مصنف / مرتب
۳۱	نفائس النبی ﷺ (نعتوں کا مجموعہ)	حضرت سید نفیس الحسینیؒ
۳۲	سید احمد شہیدؒ سے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے روحانی رشتے	حضرت سید نفیس الحسینیؒ
۳۳	شجرۃ الاشراف	حضرت سید نفیس الحسینیؒ
۳۴	شعر الفراق	حضرت سید نفیس الحسینیؒ
۳۵	قاسم العلوم الخیرات	حضرت سید نفیس الحسینیؒ
۳۶	نستعلیق نامہ (مجلد/کارڈ) خطاطی	حضرت سید نفیس الحسینیؒ
۳۷	انیس الخطاطین	سید انیس الحسینیؒ بن سید نفیس الحسینیؒ
۳۸	الاسماء الحسنیٰ (خطاطی)	حضرت نفیس الحسینیؒ
۳۹	الامام المہدی	حضرت مولانا سید بدر عالم مہاجر مدنی
۴۰	دہ سورہ شریف	ترتیب: حضرت خواجہ گیسودرازؒ
۴۱	حضرت سید جلال الدین بخاری	سید صالح الدین عبدالرحمٰن
۴۲	حمائل شریف (زِپ) نیٹ	خطاط القرآن سید اشرف علیؒ والد سید نفیس الحسینیؒ
۴۳	قطب سوات (حضرت اخوند عبدالغفور صاحبؒ)	حضرت سید نفیس الحسینیؒ
۴۴	حکایت مہر و وفا	حضرت سید نفیس الحسینیؒ
۴۵	صلوٰۃ السلام بہ بارگاہِ سید الانام ﷺ	حضرت سید نفیس الحسینیؒ
۴۶	تحفہ نفیس در بیان چہل احادیث	حضرت سید نفیس الحسینیؒ
۴۷	استاد سید نفیس رقم	ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی